

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ

صفحہ

ترجمہ الخواطر

بہجت المسامح والنواظر

(پاک ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ)

(حصہ دوم)

مؤلفہ :- مولانا سید عبدالحی بریلوی

مترجم :- ابو یحییٰ امام حسن نوشہری



مقبول کے اے کی دھڑے

بالمقابل شمع یوسٹ آفس، شاہ عالم مارکیٹ لاہور

R

۲۹۷۵۹۹۲۴

۷۳۲۴

۱۲۹۲۲

v. 2

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

مجموعہ حقوق محفوظ

ناشر :-	ملک مقبول احمد
طباعت :-	نقش پریس
طبع اول :-	۱۹۶۵ء
قیمت :-	سات روپے

باعانت

محکمہ اوقاف

دسخری پاکستان، لاہور

فہرست افراد متن

(جلد دوم)

الف

ملتان	۱۶ - شیخ اسماعیل ابن محمد	ہمدانی	۱ - ابراہیم بن شریار
ظفر آبادی	۱۷ - شیخ اسد الدین		۲ - ابراہیم (بحجم الدین)
بدایونی	۱۸ - مولانا اعز الدین	سنگانی	۳ - ابراہیم بن عبد اللہ
رازی	۱۹ - مولانا افتخار الدین		۴ - ابو علی شرف الدین قلندر
برنی	۲۰ - مولانا افتخار الدین	ملتان	۵ - ابو الفتح رکن الدین
دہلوی	۲۱ - مولانا اختیار الدین		۶ - قاضی البغیضہ
گیلانی	۲۲ - مولانا افتخار الدین	آچی	۷ - احمد بن حسین بخاری
دہلوی	۲۳ - شیخ اعز الدین	دہلوی	۸ - احمد بن خسرو
دہلوی	۲۴ - شیخ امام الدین	دہلوی	۹ - احمد بن شہاب
	ب	منیری	۱۰ - احمد بن یحییٰ
ادھی	۲۵ - مولانا بدر الدین		۱۱ - احمد بن محمد بخاری
دمشقی	۲۶ - حکیم بدر الدین	قندھاری	۱۲ - احمد بن محمد
مجبوری	۲۷ - بدر الدین	دہلوی	۱۳ - احمد بن ایاز
شاشی	۲۸ - بدر الدین	غزنوی	۱۴ - سید احمد
بھکری	۲۹ - مولانا برہان الدین	منہجی	۱۵ - شیخ اسحاق

۳۰ - مولانا برہان الدین

۳۱ - قاضی بہاء الدین

۳۲ - مولانا بہاء الدین

ت

۳۳ - امیر تاجا خاں

۳۴ - قاضی تاج الدین

۳۵ - مولانا تاج الدین

۳۶ - مولانا تاج الدین

۳۷ - مولانا تاج الدین

ج

۳۸ - شیخ جلال الدین

۳۹ - مولانا جلال الدین

۴۰ - قاضی جلال الدین

۴۱ - شیخ جلال الدین

۴۲ - شیخ جلال الدین

۴۳ - قاضی جلال الدین

۴۴ - قاضی جلال الدین

۴۵ - شیخ جمال الدین

۴۶ - شیخ جمال الدین

۴۷ - شیخ جمال الدین

۴۸ - شیخ جمال الدین

ساوی

اچی

مٹانی

دہلوی

کروی

کلاہی

المقدم

عراقی

تبریزی

رومی

الولوالہی

دہلوی

اودھی

کاشانی

کرماتی

مغربی

الکونلی

اچی

اودھی

ح

۴۹ - منہاج الدین الحسن

۵۰ - نجم الدین الحسن بن علاء

۵۱ - علاء الدین حسن

۵۲ - جلال الدین حسین بن احمد

۵۳ - شیخ حسین بن محمد

۵۴ - حسین بن عمر غیاث پوری

۵۵ - مولانا حجتہ الدین القدیم

۵۶ - مولانا حسام الدین

۵۷ - مولانا حسام الدین

۵۸ - مولانا حماد الدین

۵۹ - مولانا حمید الدین

۶۰ - شیخ حمید الدین قلندر

۶۱ - شیخ حمید الدین

خ

۶۲ - خسرو بن سیف الدین

۶۳ - سید خضر

۶۴ - خواجہ خطیر بن اشرف

س

۶۵ - شیخ دانیال بن الحسن

۶۶ - سترکی

ثقفی	مولانا سراج الدین	۸۴	شیرازی	شیخ داؤد ابن الحسین	۹۰
قندھاری	شیخ سعید الدین	۸۵			
ملتان	شیخ سلیمان بن احمد	۸۶	کروی	قاضی رکن الدین	۹۱
بجنوری	قاضی سماء الدین	۸۷	کاشانی	شیخ رکن الدین	۹۲
	مش		کاشانی	قاضی رکن الدین	۹۳
کشمیری	شاہ مرزا	۸۸	سنامی	مولانا رکن الدین	۹۴
کشمیری	شیخ شرف الدین حبیبی	۸۹	اندرپتی	مولانا رکن الدین	۹۵
دہلوی	قاضی شرف الدین	۹۰	نظرف آبادی	شیخ رکن الدین	۹۶
امروہو	شیخ شرف الدین حبیبی	۹۱	بدایونی	مولانا رکن الدین	۹۷
ترکمانی	شیخ سمش الدین	۹۲	بہاری	مولانا رکن الدین	۹۸
کوی	شیخ سمش الدین	۹۳			
باختر	مولانا سمش الدین	۹۴	بہاری	زابد بن محمد	۹۹
کافرونی	مولانا سمش الدین	۹۵	دلیوی	مولانا زین الدین	۱۰۰
دمشقی	مولانا سمش الدین	۹۶	اودھی	شیخ زین الدین	۱۰۱
دہلوی	مولانا سمش الدین	۹۷	دہلوی	قاضی زین الدین	۱۰۲
تم	مولانا سمش الدین	۹۸	گوالیاری	قاضی زین الدین	۱۰۳
سنامی	مولانا سمش الدین	۹۹	مقزی	خواجہ زکی الدین	۱۰۴
دہلوی	مولانا سمش الدین	۱۰۰			
دہلوی	مولانا سمش الدین	۱۰۱	امیر عرب شام	سیف الدفلا	۱۰۵
جامی	شیخ شہاب الدین	۱۰۲	دہلوی	مولانا سعد الدین	۱۰۶
دہلوی	مولانا شہاب الدین	۱۰۳	دہلوی	قاضی سماع الدین	۱۰۷

دہلوی	۱۲۳	مولانا ضیاء الدین
رومی	۱۲۴	شیخ ضیاء الدین
سمنامی	۱۲۵	قاضی ضیاء الدین
نخشب	۱۲۶	شیخ ضیاء الدین
		ظ
بکری	۱۲۷	مولانا ظہیر الدین
اعرج	۱۲۸	مولانا ظہیر الدین
نظر آبادی	۱۲۹	شیخ ظہیر الدین
		ع
اندپتی	۱۳۰	مولانا عالم بن العلماء
دہلوی	۱۳۱	مولانا عبد الخزیز
اردوبی	۱۳۲	شیخ عبد الخزیز
دہلوی	۱۳۳	شیخ عبد الخزیز
دہلوی	۱۳۴	شیخ عبد اللہ ابن محمد
بیانوی	۱۳۵	قاضی عبد اللہ
مشرافی	۱۳۶	مولانا عبد الکریم
کندی	۱۳۷	قاضی عبد المقدر
مٹانی	۱۳۸	شیخ عثمان ابن داؤد
اودھی	۱۳۹	شیخ سراج الدین عثمانی
ملیباری	۱۴۰	قاضی فخر الدین عثمانی
سناچی	۱۴۱	شیخ عثمان بن منہاج

دہلوی	۱۰۴	شیخ شہاب الدین
مٹانی	۱۰۵	مولانا شہاب الدین
گاندرونی	۱۰۶	شیخ شہاب الدین
ناگوری	۱۰۷	شیخ شہاب الدین
دہلوی	۱۰۸	مولانا شہاب الدین
کشمیری	۱۰۹	شہاب الدین شاہ
زابدی	۱۱۰	شیخ شہاب الدین
		ص
دہلوی	۱۱۱	مولانا صدر الدین المحکم
دہلوی	۱۱۲	شیخ صدر الدین
دہلوی	۱۱۳	قاضی صدر الدین
نظر آبادی	۱۱۴	شیخ صدر الدین
بکری	۱۱۵	شیخ صدر الدین
سادی	۱۱۶	مولانا صدر الدین
گندھک	۱۱۷	مولانا صدر الدین
سمرقندی	۱۱۸	مولانا صدر الشریف
سترکی	۱۱۹	مولانا صلاح الدین
مٹانی	۱۲۰	شیخ صلاح الدین
		ض
برنی	۱۲۱	قاضی ضیاء الدین
بیالوری	۱۲۲	قاضی ضیاء الدین

۱۴۲	شیخ عبدالدین	زبیری
۱۴۳	الامیر عبدالدین	البتانی
۱۴۴	شیخ عزالدین	دہوی
۱۴۵	مولانا عسک الدین	دہوی
۱۴۶	مولانا عقیف الدین	کاشانی
۱۴۷	شیخ علاء الدین	الندی
۱۴۸	شیخ علاء الدین	اودھی
۱۴۹	الامیر علاء الدین	برنی
۱۵۰	شیخ علاء الدین	سندیوی
۱۵۱	شیخ علاء الدین	ملتان
۱۵۲	شیخ علاء الدین	کنٹوری
۱۵۳	سید علاء الدین علی بن محمد	دہوی
۱۵۴	مولانا علاء الدین	دہوی
۱۵۵	مولانا علاء الدین	التاجر
۱۵۶	مولانا علاء الدین	کرک
۱۵۷	مولانا علاء الدین	لاہوری
۱۵۸	مولانا علاء الدین	المقري
۱۵۹	مولانا علاء الدین	اندپتی
۱۶۰	مولانا علم الدین	شیرازی
۱۶۱	مولانا علیم الدین	تبریزی
۱۶۲	شیخ علی بن حمید	ناگوری

۱۴۳	شیخ علی	حیدری
۱۴۴	شیخ علی بن شہاب	ہمدانی
۱۴۵	شیخ علی بن احمد	غوری
۱۴۶	شیخ علی بن محمد	ہجوری
۱۴۷	شیخ علی بن محمد	جھونسوی
۱۴۸	علی بن علی	جھونسوی
۱۴۹	علاء الدین علی بن محمد	دہوی
۱۵۰	علی بن محمود	دہوی
۱۵۱	مولانا عماد الدین	دہوی
۱۵۲	مولانا عماد الدین	غوری
۱۵۳	شیخ عمر بن محمد	ہندی
۱۵۴	شیخ عمر بن اسعد	پٹودی
۱۵۵	شیخ عمر بن اسحاق	غزوی
۱۵۶	شیخ عمر بن محمد	سنامی
۱۵۷	شیخ عین الدین	بیجاپوری
۱۵۸	خواجہ عین الدین	ہندی
غ		
۱۵۹	غیاث الدین شاہ متعلق	دہوی
۱۶۰	غیاث الدین	ملک بنگال
ف		
۱۶۱	مولانا فخر الدین	نزدادی

ک

عراقی	مولانا کبیر الدین	۲۰۲
دہلوی	مولانا کریم الدین	۲۰۳
جوہری	مولانا کریم الدین	۲۰۴
سمفندی	مولانا کریم الدین	۲۰۵
سامانوی	مولانا کمال الدین	۲۰۶
دہلوی	مولانا کمال الدین	۲۰۷
غاری	شیخ کمال الدین	۲۰۸
کوٹلی	مولانا کمال الدین	۲۰۹
سنتوسی	مولانا کمال الدین	۲۱۰
مالوی	شیخ کمال الدین	۲۱۱

م

شیخ مبارک العمری البغنی الکوہستانی	۲۱۲
مبارک شاہ	۲۱۳
مجاہد شاہ	۲۱۴
شیخ محمد والدین	۲۱۵
شیخ محمد بن احمد	۲۱۶
شیخ نظام الدین محمد بن احمد	۲۱۷
شیخ محمد بن اسحاق	۲۱۸
شیخ محمد بن احمد	۲۱۹
قاضی محمد بن برہان	۲۲۰

م

مرفندی	ناقلی
ہالنسوی	شقاقل
بجنوری	زادہی
دہلوی	اودھی
نالوری	دولت آبادی
ملتان	دہلوی
ہروی	دہلوی

ش

شیخ فخر الدین	۱۸۲
مولانا فخر الدین	۱۸۳
مولانا فخر الدین	۱۸۴
مولانا فخر الدین	۱۸۵
قاضی فخر الدین	۱۸۶
فخر الدین	۱۸۷
مولانا فخر الدین	۱۸۸
شیخ الاسلام فرید الدین	۱۸۹
شیخ فرید الدین	۱۹۰
شیخ فرید الدین	۱۹۱
شیخ فضل بن محمد	۱۹۲
مولانا فصیح الدین	۱۹۳
قاضی فصیح الدین	۱۹۴
فیروز شاہ	۱۹۵
شیخ فیروز	۱۹۶

ق

شیخ قاسم بن عمر	۱۹۷
شیخ قطب الدین	۱۹۸
شیخ قطب الدین حیدر	۱۹۹
قطب الدین شاہ	۲۰۰
مولانا قوام الدین	۲۰۱

دہلوی	ہالنسوی
علوی	کشمیری
دہلوی	

۲۲۱	محمد بن تخلق شاه	دہلوی
۲۲۲	محمد شاه	بہمنی
۲۲۳	شیخ محمد ابن عبدالرحیم	اروی
۲۲۴	شیخ محمد بن کمال الدین	دہلوی
۲۲۵	محمد بن المبارک	کراتی
۲۲۶	شیخ محمد بن محمد	صفائی
۲۲۷	شیخ محمد بن محمود	پانی پتی
۲۲۸	شیخ محمد بن محمود	مالسوی
۲۲۹	شیخ محمد ابن نظام الدین	بہرائی
۲۳۰	شیخ محمد بن محمد	کابلی
۲۳۱	شیخ محمد بن محمد	ہندی
۲۳۲	شیخ محمد بن محمد	بلخی
۲۳۳	شیخ محمد بن علی	سبزواری
۲۳۴	شیخ محمد بن احمد	اصفہانی
۲۳۵	شیخ محمد بن محمد	فرشوری
۲۳۶	شیخ محمد بن یحییٰ	اودھی
۲۳۷	شیخ محمد بن یوسف	اودھنی
۲۳۸	شیخ محمد بن محمد	دراجی
۲۳۹	قاسمی عبدال الدین محمد	کراتی
۲۴۰	شمس الدین محمد	شیرازی
۲۴۱	مولانا شمس الدین محمد	دامغانی

۲۴۲	علامہ الدین محمد شاه	خلمی
۲۴۳	محمد المنجم	بدخشی
۲۴۴	شیخ محمد ابن محمود	کراتی
۲۴۵	شیخ محمد بن محمود	کراتی
۲۴۶	محمد	بغدادی
۲۴۷	محمد بن شمس	عنانی
۲۴۸	محمد شاه	بہمنی
۲۴۹	شیخ محمد بن محمد	دہلوی
۲۵۰	شیخ محمد بن یحییٰ	اودھی
۲۵۱	شیخ محمود ابن محمد	دہلوی
۲۵۲	شیخ محمود بن حسین الحلبی	بجاری
۲۵۳	شیخ محمد بن یوسف	کراتی
۲۵۴	شیخ غلص بن عبداللہ	دہلوی
۲۵۵	شیخ مسعود بن شیبہ	سندھی
۲۵۶	شیخ موسیٰ بن اسحاق	دہلوی
۲۵۷	شیخ موسیٰ بن عبدال	مطانی
۲۵۸	شیخ محمد الدین	کاشانی
۲۵۹	شیخ محی الدین	کاشانی
۲۶۰	مولانا معز الدین	اندھنی
۲۶۱	شیخ معین الدین	باغری
۲۶۲	شیخ معین الدین	الکونی

جونیوری	۲۸۳	مولانا نصیر الدین
کلاہی	۲۸۴	مولانا نظام الدین
شیرازی	۲۸۵	مولانا نظام الدین
ظفر آبادی	۲۸۶	مولانا نظام الدین
حصاری	۲۸۷	مولانا نظام الدین
ہاتسوی	۲۸۸	شیخ نور الدین

و

رازی	۲۸۹	مولانا وجیہ الدین
پانی	۲۹۰	مولانا وجیہ الدین
بیالونی	۲۹۱	مولانا وجیہ الدین
دہلوی	۲۹۱	مولانا وجیہ الدین

ع

فقی	۲۹۳	مولانا یعقوب
دہلوی	۲۹۴	المینی الحکیم
ملتان	۲۹۵	شیخ یوسف بن جمال
چندی	۲۹۶	شیخ یوسف
چشتی	۲۹۷	شیخ یوسف
اجوہنی	۲۹۸	شیخ یوسف بن سلیمان
حیلنی	۲۹۹	شیخ یوسف بن علی

عمرانی	۲۹۳	مولانا سحین الدین
اجوہنی	۲۹۴	شیخ معز الدین
دہلوی	۲۹۵	شیخ معز الدین
بیالونی	۲۹۶	قاضی معین الدین
ہاتسوی	۲۹۷	مولانا معین الدین
کروی	۲۹۸	قاضی منظر الدین

قاسمی	۲۹۹	مولانا منہاج الدین
ہاتسوی	۳۰۰	شیخ منتخب الدین
الضاری	۳۰۱	شیخ منہاج الدین
کروی	۳۰۲	مولانا موبد الدین
ماریکلی	۳۰۳	مولانا میران

ن

ناگوری	۳۰۴	مولانا ناصر الدین
خوارزمی	۳۰۵	مولانا ناصر الدین
الانتشار	۳۰۶	مولانا نجم الدین
سمرقندی	۳۰۷	مولانا نجم الدین
سابی	۳۰۸	مولانا نجیب الدین
دہلوی	۳۰۹	مولانا نصیر الدین
صالبونی	۳۱۰	مولانا نصیر الدین
کروی	۳۱۱	مولانا نصیر الدین
شیرازی	۳۱۲	مولانا نصیر الدین الحکیم

طبہ شامیہ

(۸- ویں صدی ہجری کے اکابر)

طبقت شامنه

۱۔ شیخ ابراہیم بن شہریار ہمدانی عراقی

م ۴۰۴
۱۳۰۷ھ

فخر الدین لقب، عراق سے منسوب (عراقی) فضل و صلاح و تقویٰ میں معروف، مولد ہمدان۔
صغیر سنی میں قرآن مجید حفظ کیا اور تجوید میں بھی ملکہ حاصل کر لیا۔ اب تحصیل علوم پر مائل ہوئے اور
سترہ سال کی عمر میں تکمیل کر لی اور اس سال کے اندر مسند تدریس پر فائز ہوئے۔

ایک روز مصروف بہ تدریس تھے کہ فرقہ قلندریہ کا ایک لولہ آیا جس میں ایک نو عمر حسین
لڑکا تھا۔ یہ اسے دیکھ کر درس ترک کر کے اس گروہ میں شامل ہو گئے۔ چلتے چلاتے یہ گروہ ملتان وارد
ہوا اور حضرت زکریا ملتانی سے ملاقات کی تو ممدوح نے ابراہیم کے لبشرے پر رش و سعادت
کے آثار پا کر انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور اپنے اس گروہ میں شریک کر لیا جس گروہ میں پہلے
چالیس فقرا اور جمع تھے۔ دسویں روز ان کی حالت متغیر ہو گئی اور محسن کے ساتھ فارسی اشارہ گالے
لگے۔ ان کے ساتھی یہ سن کر چلا اٹھے کہ ہمارا طریقہ تو صرف خلوة اور مراقبہ اور ذکر ہے جس میں یوں شتر

روا نہیں۔ حضرت شیخ بہاء الدین نے خوفناک اور مریدوں کو منع فرمایا۔ اس پر مریدوں نے کہا
 ”اے پیرو مرشد! لو بت یہاں تک آپہنچی ہے کہ معنی سے قالون کے اندر انہی کے سرتال میں یہ شعر
 الایتے پھرتے ہیں“ ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔
 چو خود کردند راز خوشتن فاش

عراقی را چرا بدنام کردند !!

پیرو مرشد نے یہ سنا تو انہیں خالقہ میں جانے کا حکم دیا۔ پھر ان سے کہا ”باہر نکل
 آؤ! عراقی نے خالقہ سے باہر آکر شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اب شیخ نے انہیں خرقة پہنوا یا
 اور اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے کر دیا۔

حضرت عراقی ۲۵ سال تک ملتان میں قیام کے بعد زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اور
 قونیہ تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ صدر الدین سے مخصوص (ابن عربی) پڑھی۔ پھر مصر آئے اور قاہرہ
 میں منصب شیخ پر فائز ہوئے۔ آخر دمشق لوٹے۔ اور یہاں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی تصنیفات
 میں اللغات (فارسی) میں ہے جو انہوں نے قونیہ میں لکھی۔ اور ان کے یہ شعر یادگار ہیں۔
 سختین بادہ کاندہ جام کردند

ز چشم مست ساقی و ام کردند

برائے صید مرغ جان عاشق

ز زلف فتنہ جو یاں دام کردند

الحمد للہ! یہ لوگ سد ذرائع پر کس حد تک عامل تھے۔ مبادا عراقی پھر کسی پر مال ہو جائے۔
 اپنی صاحبزادی ان کے جہالہ عقد میں دے دی۔ حضرت زکریا ملتانی نے اس قدر مال منال
 چھوڑا کہ ان کے سات لڑکوں میں سے ہر ایک کے حصے میں دیگر اثاثہ و جائیداد غیر منقولہ کے
 ہر ایک فرزند کو ستر ستر لاکھ اشرفی ترکے میں ملی۔

بہ عالم ہر کجا رنج و بلائی است

بہم کردند و عشقش نام کردند!!

چو خود کردند راز خوشتن فاش

عساقی را چرا بدنام کردند

عراقی کی تاریخ وفات بیان کی جاتی ہیں :-

۱۔ احمد رازی در سہفت اقلیم $\frac{۱۲۸۹}{۱۳۰۷}$ یا $\frac{۱۳۰۷}{۱۳۰۷}$

۲۔ دولت شاہ سمرقندی در تذکرہ شہرا $\frac{۱۳۰۷}{۱۳۰۷}$

عراقی دمشق میں شیخ محی الدین ابن عربی کے جوار میں مدفون ہوئے۔ باوجودیکہ عراقی کے مولد و مدفن دونوں ہندوستان میں نہ تھے۔ بلکہ انہوں نے یہاں ۲۵ سال تک قیام فرمایا۔ شادی کی اور اولاد پیدا ہوئی۔ اس لیے ہم نے تیمنا ان کا تذکرہ لکھ دیا۔

۲۔ نجم الدین ابراہیم

لقب نجم الدین۔ فرقہ سہروردی کے ممتاز شیوخ مسلما سے ہیں۔ جناب ابوالفتح رکن الدین ملتان سے اخذ طریقت کیا۔ اور ان سے شیخ منہاج الدین حسن بیابانی اور دوسرے بے شمار حضرات نے

۳۔ ابراہیم بن عبداللہ شکانی

۱۲۳۱ھ بمجم $\frac{۱۳۵۲}{۱۳۵۲}$

بے بدل عالم اور شریعت پر عمل پیرا۔ حضرت عین الدین بیجاپوری مصنف کتاب الملحقات سے پڑھا اور دولت آباد میں کچھ مدت ان کے ملازم رہے۔ پھر بیجاپور کے منحقہ قریہ بہیرول لے مجوالہ منبع الانساب در متن لے ملازم کے معنی چاکری نہیں بلکہ حضوری کے ہیں۔

میں تشریف لے آئے اور اپنے شیخ ممدوح کی زندگی میں یہیں دارفانی سے رخصت ہوئے۔ یہ تذکرہ ممدوح حضرت عین الدین نے اپنی کتاب اطوار الابوار میں کیا ہے اور موصوف ہی نے اپنی دوسری تالیف بسا قیض السلاطین میں انہیں شیخ کامل المکمل صاحب المقامات العالیۃ لکھا ہے۔ اور تاریخ الاولیاء میں لکھا ہے کہ انہوں نے شیخ علاء الدین جویری اور شیخ شمس الدین دامغانی اور شیخ منہاج الدین بتمی اور شیخ عین الدین الممدوح الموصوف سے طریقت اخذ کی۔ مزاران کا بیجا پور میں ہے۔

۴۔ شرف الدین ابو علی قلندر

۱۳ رمضان ۷۲۲ھ

الشیخ الکبیر شرف الدین ابو علی قلندر ربانی تپیشہ اور اولیاء

میں سے تھے۔

علوم دین پڑھنے کے بعد مسلسل تین سال تک مسند تدریس آرامتہ قرانی کہ یکم مغلوب الحالہ ہو کر کھو گئے۔ اور زندگی کے آخری لمحہ تک اسی ایک حالت پر رہے۔ کتاب اعراسناعہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے شمس الدین تبریزی کے واسطے سے حضرت قطب الدین البہری از شیخ کبیر ضیاء الدین ابو نجیب عبدالقادر (نام) سہروردی سے فیض حاصل کیا۔

تکذرا ابواب میں لکھا ہے کہ ابو علی شرف الدین نے اپنی تالیف حکمت نامہ میں یہ

لکھا ہے کہ:-

جب میں ۴۰ سال کی عمر پر پہنچا تو ذہلی وارو ہوا اور شیخ قطب الدین بختیاراوشی کے مزار پر طواف کرنے کے بعد مسند تدریس و افتاء پر متمکن ہوا۔ یہ مشاغل بیس سال تک رہے۔ حتیٰ کہ اچانک مجھ پر جذبہ ربانی طاری ہوا۔ اور میں نے تعلیم و تعلم کے مشاغل سے خود کو ہٹا کر دینی کا قیام بھی ترک کر کے شہر لشہر گھومنا

شروع کر دیا۔ اسی گردش میں شیخ شمس الدین تبریزی اور شیخ جلال الدین رومی کی خدمت میں باریاب ہوا۔ ان دونوں نے مجھے خرقہ ہائے خلافت عطا فرمائے اور میں نے ہندوستان کی راہ اختیار کر لی۔ راستے میں دستارِ علم اور قبائے فنیلت دریا نے حجون میں بہا دیے کہ

ع ایں خرقہ سبہ معنی غرق سے ناب ادنی (لو شروی)
حضرت ابوعلی کے مصنفات فارسی ہیں۔ جن میں حقائق و معارف کا کثر القدر گنجینہ ہے۔ ان میں سے ایک شریعت ہے۔
مرحبا ہی بلسل بارغ کہن

از گل رحمت بگو با ما سخن !

حضرت ابوعلی کے یہ اقوال کتابوں میں ملتے ہیں۔

درویشی چیست ؟

نفس کشتن و ظلم ہستی شکستن و ترک از غیر گرفتن و از خود رستن و بہ دوست پیوستن۔ دور آتش محبت سوختن و خاک شکر کشتن !

درویشی کیا ہے ؟

نفس امارہ کو زیر کرنا۔ ہستی کا ظلم توڑنا۔ غیر اللہ سے لگاؤ ترک کرنا، خود سے آزاد ہونا۔ دوست سے لگاؤ پیدا کرنا، اور محبت کی آگ میں جھل کر خاک ہو جانا۔

۵۔ ابوالفتح رکن الدین ملتانی

م ۹ جمادی الاول ۷۲۲ھ

اھم سماجی محمد۔ مشاہیر ہند کے مترانج۔ ارشاد و تلقین میں بلند مرتبت۔ جن کے اثر سے

سننے والے ترک معصیت کر کے اطاعت الہی پر مائل ہو جاتے۔

انصے کا مولد ملتان ہے۔ تاریخ ولادت ۱۲۴۹ھ - اور عمر ۸۸ سال ہے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد اپنے دادا کی مسند ارشاد کو زینت بخشی جس پر ۵۲ سال تک متمکن ہے۔ بارہا دہلی تشریف لائے۔ ایک مرتبہ سلطان علاء الدین غلجی اور دوسری مرتبہ سلطان قطب الدین غلجی کی استدعا پر۔ جو آپ کے معتقد تھے۔

سلطان قطب الدین نے آپ کے قدم پر ایک لاکھ اور رخصتانہ میں ۵۰ ہزار دینار نذر کیے جو آپ نے ایک ہی دن میں محتاجوں پر تقسیم کر دیے۔

حضرت شاہ نظام الدین اولیاء اور محدث کے درمیان (باوجود اختلاف طرق کے محبت صادق تھی)۔ کہ ان حضرات کے اندر ظاہری شیوخ کے مانند اپنا اپنا مسلک مقدم نہ تھا بلکہ اسلام اور انسانیت پیش نظر تھی، مترجم)

انصے کے مریدوں میں یہ حضرات ممتاز ہیں :- ۱۔ حسین ابن احمد بن حسین الحسینی البخاری ۲۔ شیخ جلال الدین برکی ۳۔ شیخ عثمان الرحالہ ۴۔ شیخ حاجی اللہ ۵۔ شیخ خضر ۶۔ نجم الدین ابراہیم بیابانی ۷۔ قوام الدین گادرونی - اور دیگر بے شمار حضرات۔

انصے کی رحلت اوائے نماز تسبیح میں ہوئی۔ اور اپنے آباد کے جوار میں ملتان قدیم کے قبرستان میں آسودہ لحد ہوئے۔

۸۔ قطب الدین نے انہیں حضرت شہنشاہ دین خواجہ نظام دین اولیاء سے موازانہ کے لیے طلب کیا تھا۔ یہ واقعہ خواجہ حسن نظامی نے اپنے رنگ میں خواجہ ہرولوا احمد ایاز کی کتاب نظامی نمبری میں سے نقل فرمایا ہے۔ (نوٹروی)

۹۔ سیاح

۶۔ قاضی ابو حنیفہ شہیدی

(بعہد سلطان محمد تغلق)

اپنے دور کے ممتاز علماء سے تھے۔ بادشاہ محمد تغلق دہلی کے عہد میں بھکر کے قاضی مقرر ہوئے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ۷۳۲ھ میں شہر بھکر میں ان سے شرفِ ملاقات حاصل کیا تھا۔

۷۔ احمد بن الحسین البخاری (از شہر اُچ)

شیخوخیت اور تقویٰ میں ممتاز۔ غالباً شہر بھکر میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ بی بی فاطمہ بنت سید بدر الدین سپہ صدر الدین بھکر ہی ہیں اور اہلیہ کا نام ہے مویدہ! جوان کے ماموں سید مرتضیٰ کی صاحب زادی ہیں۔ حسین بن احمد اُچی ان کے صاحبزادے ہیں۔ بی بی مویدہ کی رحلت کے بعد ان کی ہمیشہ بی بی خاتون سے نکاح ہوا۔ جن کے لطن سے صدر الدین محمد اور ایک دختر پیدا ہوئے۔ انہوں نے علومِ ظاہری و باطنی دونوں اپنے والد سے پڑھے اور فرقہ و خلافت بھی ان ہی سے حاصل ہوا۔

۸۔ احمد بن خسرو دہلی

خسرو کا لقب سیف الدین محمود البخاری دہلی ہے۔ احمد فضل و کمالات علمی ہیں خیر الامثال تھے۔ دہلی ان کا وطن ہے۔ امراء اور بادشاہوں کے مقرب تھے، جس سے ان کی وجاہت میں چار چاند لگ گئے۔ حتیٰ کہ فیروز شاہ (برہم ۱۹۵ھ) نے انہیں اپنا ندیم مقرر کر لیا۔

۹۔ شیخ احمد ابن شہاب دہلوی

م ۴۵۹
۱۲۵۶ھ

مشہور زاہد جو اکابرِ علماء سے تھے۔ مولد دہلی اور یہیں کے اساتذہ علم و فن سے علوم ظاہری پڑھتے۔ طریقت شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے حاصل کی۔ طب میں درجہ حاذق پر فائز تھے اور دوسرے علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ حقائق و معارف کی تحیر میں یدِ طولیٰ سے مفتخر تھے۔ انھیں کی ایک کتاب الصالحات فی الحقائق والمعارف ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں جنات ایک کرے گئے، جن میں کئی سال بسر کیے۔ حتیٰ کہ ایک جن کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوا تو ان کے معالجہ سے تندرست ہو گیا جنوں نے اس پر بے شمار درہم و دینار ان کی نذر کیے۔ مگر انہوں نے ان میں سے ایک جبہ قبول نہ کیا جن حیران رہ گئے اور انہیں ان کے گھر چھوڑ گئے۔ ۱۲۹۲۲

۱۰۔ شیخ احمد بن محمد منیری

م ۴۴۳
۱۳۷۱ھ

(مؤلف علام نے لفظ منیری کے لیے لفتح المیم و کسر النون ضبط کیا ہے۔) الشیخ العلامة العالم الکبیر العلامة کو مقامات علیہ اور کرامات ظاہری سے ممتاز تھے۔ والد کا نام یحییٰ بن اسرائیل بن محمد ہاشمی منیری تھا جو شیخ الامام شرف الدین کے القاب سے مفتخر تھے۔ حضرت احمد ان مشہور اربابِ ولایت سے ہیں۔ جن کی اولیائی رفعت منزلت اور اجتہاد میں امتیاز پر تمام لوگ متفق ہیں۔ سن ولادت ۱۱۷۵ھ ہے۔ یہ سلطان ناصر الدین محمود الیمش دہلوی کا زمانہ تھا۔ شہر منیر الی کا مولد ہے۔ بعد از بلوغ سنار گیارہ سے آکر شیخ شرف الدین ابو تومہ دہلوی کی ملازمت سے بہرہ مند ہوئے۔ جن سے علوم ظاہری پڑھ کر درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے۔ ان

کے دلائل اور اختصار کا یہ عالم تھا کہ انہیں مطالعہ کتب کے بغیر ہی علمی ملکات کا مظہر سمجھا جاتا۔
ان کے گھر سے آمدہ خطوط اور خبریں ان تک اس لیے نہ پہنچانی جاتیں کہ مبارک ان کی تشویش کا
باعث ہوں۔

نکاح

ان کے استاد جناب ابو تومہ صاحب نے اپنی حنفیہ ان کے جہالہ عقائد میں دے
دی جن سے ۲۰ فرزند پیدا ہوئے۔ اسی وقفہ میں یہ بی بی اور ان کے دو فرزند فوت ہو گئے۔ اور
ایک فرزند کو ہمراہ لے کر ۴۹۱ھ میں منیر لوٹ آئے۔ اس سے قبل ان کے والد طعمہ اجل ہو
چکے تھے۔ یہ پھوڑی سی مدت کے بعد اپنے فرزند کو اس کی دادی کی تحویل میں چھوڑ کر چلے آئے
اور شہنشاہ دہلی سے حضرت نظام الدین اولیاء اور دوسرے مشایخ وقت کی صحبت (بلایت)
میں فیض یاب ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ بوعلی قلندر سے ملاقات کے لیے پانی پت آئے۔
اور یہاں سے لوٹ کر پھر دہلی پہنچے۔ اب شیخ نجیب الدین فردوسی سے فرقہ خلافت حاصل کر کے
بہیا میں آئے۔ جو شہر بہار کے غریب میں ایک نق وودق میدان تھا جس میں پانی کا چشمہ تک نہ
تھا۔ اور اس پر بھی اس میدان میں ۱۲ سال گزارنے کے بعد راجگیر کے پہاڑوں میں چلے آئے
جہاں مدت مدید تک رہے۔ یہاں مشغلہ ریاضت اور مجاہدہ تھا۔ اس عرصہ میں کسی فرد و بشر
سے ملاقات نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ۳۰ سال گزار دیے۔

مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات سے مخلوق کے لیے فیض رسانی کا ارادہ کیا۔
تو لوگ از خود ان کی طرف مائل ہوتے گئے۔ اور وہ بھی! یہاں تک کہ مدوح نے آبادی میں آنا بھی
شروع کر دیا۔ مگر اصل اقامت نہ ہوئی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد بہار کے رہنے والوں نے آپ کے
شہر میں قیام کی التجا کی۔ تاکہ مسلمین آپ کی صحبت سے زیادہ فیضان حاصل کر سکیں۔ اور ان کے
مرید نظام مولیٰ بہاری مرید حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی نے ایک خانقاہ بستی سے باہر تعمیر کرا

دی۔ جس میں آپ نے کربا بورد و باش اختیار کر لی اور فرمایا :-

”تم لوگوں کی محبت کے ہاتھوں میں نے اس صنم خانہ میں رہنا گوارا کر لیا ہے۔“

یہ واقعہ ۱۲۲۲ھ کا ہے۔ پھر سلطان محمد تعلق نے آپ کے لیے ایک عالی شان خالقہ تعمیر کرا کے اس میں تشریف لے آنے کی درخواست کی۔ جسے آپ رد نہ کر سکے۔ اب آپ نے کتاب سنت کے اشاعت واضح انداز میں بیان کر کے شروع کر دیے۔ جن سے نور رحمانی پھیل گیا۔ ہر طرف سے لوگ حق در حق آنے لگے۔ اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق دامن مراد بھرنے لگے۔

ہے آپ کے مقامات قدسیہ جو علوم و معارف اور قرب و وصول الی اللہ کی وجہ سے آپ کو حاصل ہوئے۔ تو ان کی تفصیل ہم سے دریافت نہ کیجیے کہ ان کی حقیقت کا ادراک عقل سے قاصر ہے۔ البتہ آپ کے مکتوبات میں ملاحظہ فرمائیے جو ۲ جلدوں میں ۳۲۸ کی تعداد میں ہیں اور ان کے سوا آپ کے یہ مؤلفات بھی ہیں۔

۱۔ الاجوبۃ والفوائد الرکنی

۲۔ ارشاد طالبین

۳۔ ارشاد السالکین

۴۔ معدن المعانی

۵۔ لطائف المعانی

۶۔ مخ المعانی

۷۔ خوان پر نعمت

۸۔ التحفۃ الغیبیہ

۹۔ زاد السفر

۱۰۔ العقائد الشرفیہ

۱۱۔ شرح آداب المریدین

۱۱۲۷ھ میں دنیا سے منہ موڑا۔ یہ زمانہ سلطان فیروز شاہ کا تھا۔ بہن ازبازہ سید الشرف
جہانگیر سنہائی نے پڑھائی۔ مزار قبۃ بہار میں ہے جس پر زائرین کا ہمہ وقت ہجوم رہتا ہے۔

۱۱۔ احمد بن محمد بخاری

م ۲۰۵-۲۰۶
۱۳۵-۱۳۶ھ

المعروف بہ خواجہ کرک الدہلوی۔ مشہور ارباب باطن سے ہیں۔ ان کے والد ان کے
بچپن میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تو یہ گھر سے نکل آئے۔ اور چلتے چلاتے قریہ بہروئی نواح
الہ آباد میں آ سکے۔ یہاں ان کی ملاقات شیخ اسماعیل قرشی ملتانی سے کیا ہوئی کہ ان کی ملازمت
ہی اختیار کر لی۔ اور طریقت حاصل کرنے کے بعد خود پر ریاضت و مجاہدہ لازم کر لیا۔ مدتوں اس
شغل میں منہمک رہنے کے بعد شہر کڑہ (مانک پور) تشریف لائے۔

وہ ہمیشہ عریاں رہتے۔ الاویہ آسن جہاں رہتا جس میں ہر وقت آگ دہکتی۔ جب بھی کوئی
شخص کپڑا یا کھانا پیش کرتا، اسے الاویں جھونک دیتے۔

انص کے کرامات مشہور ہیں۔ حتیٰ کہ جب سلطان جلال الدین خلجی دہلی سے اپنے
برادر زادہ سلطان علاء الدین کی فریب دی کا شکار ہو کر اس کی ملاقات کے لیے کڑہ آیا تو ممدوح
کے استھان پر سلام اور استہداد کے لیے باریاب ہوا۔ آپ نے فرمایا

بہر کہ آمد بہر سہر جنگ — تن در کشتی سر در گنگ

اور یہی ہوا (دریا میں کشتی پر ملاقات ہوئی۔ برادر زادہ نے اپنے عم محترم و مرنی سے
معاف کیا اور عقب سے اس کے پڑھائے ہوئے دو سپاہیوں نے جلال الدین کا سترن سے
جد کر کے دریا میں بہا دیا۔ (نوٹ شروئی)

حضرت احمد صاحب ترجمہ جناب مولف سید عبدالحی کے جدِ اعلیٰ قاضی رکن الدین کردی کے
ہم عصر تھے۔ وہ جب قاضی صاحب کو دیکھتے تو ستر پوشی کر لیتے۔ ان کی یادگاریہ شہر میں ہے۔

اندر طلبِ یار چو مردانہ شدم

اول مضم از وجود بیگانہ شدم

او علم نمی شنید لب بر لبتم

او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

ما طبل مغانہ دوش بیک زویم

عالی علمش بر سر افلاک زویم

از بہد یکے منچہ سے خوارہ

صد بار کلاہ توبہ بر خاک زویم

آں کس کہ ترا شناخت جان را چہ کند

فرزند و عیال و خانمال را چہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی!

دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

کڑہی میں سپرد خاک ہوئے۔ مزار زیارت گاہِ عوام ہے۔

۱۲۔ شیخ احمد بن محمد قندھاری

م ۸۲۳
۱۲۲۰

المشہور بہ احمالمعشوق۔ قندھار میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور مشائخ سے ہیں۔

لہ آئینہ اودھ (در متن)

بلوغت کے بعد بسلسلہ تجارت ملتان تشریف لائے تو شیخ صدر الدین محمد ملتانی کی خدمت میں ملازم ہو گئے اور ان سے طرفیت حاصل کرنے کے بعد مغلوب رہنے لگے۔

۱۳۔ احمد بن ایاز دہلوی

م ۱۲۵۱ھ

المعروف: بہ خواجہ صدر جھالے

وطناً دلو گڑھ دکن کے شاہی خاندان سے ہیں۔ مذہباً ہندو اور نام بہر دلو تھا۔ شہنشاہ دین حضرت سلطان المشایخ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر بیعت کی۔ سلطان محمد تغلق کے عہد میں آفیسر تعمیرات مقرر ہوئے۔ بادشاہ کی بنگال سے واپسی پر ان کے تہذیب دہلی کے لیے شہر کے باہر کاٹھ کا محل تعمیر کرایا۔ اور کارنگیروں کو حکم دیا کہ جب شاہی سواری کا فیل محل میں قدم رکھے محل دھڑام میں ہاتھ پائی پر آگرے اور الیسا ہی ہوا جس میں محمد تغلق بھی ہاتھ پائی کے ساتھ موت کا شکار ہو گیا۔ (برنی) محمد تغلق کی رحلت کے بعد اس کے بیٹے محمد شاہ نے احمد ایاز کو اپنا وزیر مقرر کر لیا اور اسے خواجہ صدر جھالے کا خطاب بخشا۔ وہ ۲۲ سال تک اس منصب پر مامور رہا اور جب محمد شاہ سندھ میں طعنے اجل ہو گیا تو اس نے ایک صغیر السن بچے کو دہلی کے تخت شاہی پر بٹھا کر اعلان کر دیا کہ یہ سلطان محمد شاہ ہی کا خیزد ہے۔ مگر دہلی کے فقہاء اور قاضیوں نے فیروز بن رجب کی نیابت کا فتویٰ صادر فرما دیا جو اس وقفہ میں سندھ میں تھا۔ وہ یہ سن کر ایک فوج ظفر موج لے کر دہلی کی طرف بڑھا۔ جب شہر کے قریب یہ لشکر آپہنچا تو احمد بن ایاز فیروز کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت کی۔ فیروز نے معافی دے کر اسے ہالنسی کا شہنہ مقرر کر کے ادھر علیا کیا۔ اس وقت بہر دلو کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فیروز نے اسے سامانا جاگیر میں عنایت

فرما کر وہاں بھجوا دیا تاکہ وہاں رہ کر عبادت میں مشاغل رہے۔ اسے دہلی سے دور دراز مسافت پر پہنچا تھا کہ شیر خاں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا۔

۱۴۔ سید احمد غزنوی

علمائے کبار سے تھے۔ وطن سے دکن تشریف لائے اور سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے انہیں گلبرگ میں قاضی مقرر کر دیا۔ یہیں آسودہ لحد ہوئے۔ مزار ان کا مشہور مقام پر نمایاں ہے۔

۱۵۔ شیخ اسحاق مغربی

از ۹۹۰ھ تا ۱۰۴۱ھ

ہندوستان کے معروف ارباب ولایت سے ہیں۔ طریقت میں شیخ محمد مغربی کے مرید ہیں جو ابوالعباس احمد قرشی کے فیض یافتہ تھے۔ وہ مرید تھے ابو محمد صالح وکاکی کے اور یہ متشدد تھے ابو مدین امام الطریقہ مدنیہ کے۔ شیخ اسحاق برسوں اپنے مرشد کی خدمت میں ملازم رہے اور ان کی رحلت کے بعد مدلول ان کی قبر پر مجاورت کرتے رہے۔ اب شیخ اسحاق ہندوستان تشریف لائے۔ تو پہلے اجمیر پہنچے۔ یہ زمانہ سلطان فیروز شاہ کی حکومت کا تھا۔ اجمیر میں ایک عرصہ اقامت کے بعد ناگور کے نواحی قریہ کھتو میں آکر بود و باش اختیار کر لی۔ انہوں نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

۱۔ احمد ایاز ایک کتاب چھلے روزنامہ کے مؤلف ہیں۔ یہ کتاب خواجہ حسن نظامی دہلوی کے کتب خانہ میں ہے۔ اسی پر خواجہ صاحب نے نظامی مینسوی نام کی کتاب

مرتب فرمائی ہے۔ (مترجم)

۲۔ مجمع الابرار (در متن)

۱۴۔ شیخ اسماعیل ملتانی

۴۹۵ھ
۱۲۸۲ء

الشیخ الفقیہ لقب عماد الدین اور نام اسماعیل۔ علم و فضل میں ممتاز اقران تھے۔ مولد ملتان ہے۔ یہیں اپنے والد اور عم بزرگوار ابوالفتح رکن الدین دولوی کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ تحصیل علوم میں وہ کمال حاصل ہوا کہ فتویٰ و تدریس میں مجاہد ماہی کے درجے پر آ پہنچے اور اپنے عم بزرگوار حضرت رکن الدین کی وفات کے بعد ان سے فیضان ارشاد کا ترکہ بھی آپ کو تفویض ہوا۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد و احفاد میں با آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند صدر الدین حلیم کو یہ خلافت سپرد ہوئی۔

۱۵۔ اسد الدین ظفر آبادی

از رجب ۷۹۱ھ تا ۱۴ جمادی الثانی ۷۹۳ھ
۱۳۹۲ء ۱۳۹۰ء

شیخ صالح اسد الدین ابن تاج الدین الحمینی از احفاد امام حسین۔ جن سے ۱۵۔ وسائل کے بعد الحاق ہوتا ہے۔

اساتذہ :- شیخ ضیاء الدین الزاہد الکروی

اور طریقت پیمائے :- حضرت ابوالفتح رکن الدین بن محمد ملتانی و شاہ شہر دین حضرت نظام الدین دہلوی۔

۱۵۔ گلزار ابرار (در متن) ۱۵ :- یہ لقب سب سے پہلے حضرت رکن الدین ملتانی نے لوشایا فرمایا۔

نظامی ہنسی ص ۲۲۴

اب آپ واپس وطن تشریف لائے۔

آپ بڑے عابد و متواضع تھے۔ دن میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔

مصنفات میں رسالہ عشقیدہ ہے (در بارہ حقائق و معارف)۔

۱۸۔ مولانا اعجاز الدین بدایونی

دہلی کے مشہور اساتذہ طیب سے تھے۔ معالجہ بھی فرماتے تھے۔

۱۹۔ مولانا افتخار الدین رازی

» العالم الکبیر العلماۃ « فقہ و اصول فقہ و فلسفہ و ادب عربی میں برسرِ رُؤس تھے۔ تمام عمر دہلی میں مصروفِ تدریس رہے۔

۲۰۔ مولانا افتخار الدین برنی

علامہ دہر اور علومِ عقلیہ و عقلیہ دونوں میں ملکہ تامہ حاصل تھا۔

۲۱۔ اختیار الدین دہلوی

امرائے حکومت میں فضل و تقویٰ سے بہرہ مند سلطان محمود نے سلسلہ میں انہیں دبیر سلطنت کا منصب عطا فرمایا۔

۱۰۰ برنی (در متن)

۱۰۰ تجلی نور

۱۰۰ برنی (در متن)

۱۰۰ برنی (در متن)

بہا تین الائنس ہے جس کا اختصار محمد قاسم بیجا پوری المشہور بہ فرشتہ تصانیف میں سے لے کیا۔

۲۲۔ مولانا افتخار الدین گیلانی

فقہ و اصول اور عربی میں فخر الامثال۔ سلطان ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر مسند مدرسہ پر فائز ہوئے ان کے تلامذہ میں شیخ نصیر الدین محمود بن یحییٰ الاودی نے شیخ عبدالکریم شیرانی کی وفات کے بعد جملہ درسیات آپ سے پڑھیں

۲۳۔ شیخ اعجاز الدین دہلوی

”فاضل کبیر اور صاحب کمال“ ان کی تصانیف میں بدلائل فیروزہ در نظم تفاعل اور شگون و نجوم و حکمت طبعہ میں ہے۔ دوسری کتاب عرضے موسیقی ہے جو سلطان فیروز مرحوم کے حکم سے سنسکرت سے ترجمہ کی گئی۔ ان دونوں کے سوا اور کتابیں بھی ہیں

۲۴۔ شیخ ابراہیم الدین دہلوی

”العالم الفقیہہ“۔ ”والشہور باب الدال“ شیخ بدر الدین غزنوی سے فیض یاب ہونے کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کے ملازم خدمت ہوئے۔ ان سے شیخ شہاب الدین عاشق نے طریقت حاصل کی

۱۔ در تاریخ فرشتہ (در متن)

۲۔ مہر جمال تاب (در متن)

۲۵۔ مولانا بدر الدین اودھی

”الصالح الواعظ المحقق“ مشہور واعظ ازساکنین اودھ۔ دہلی تشریف لے جاتے تو چند مہینے قیام فرماتے۔ اس عرصے میں وعظ فرماتے۔ برنی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں۔ زاید پر خلوص اور تقویٰ کا نمونہ تھے۔ دوران وعظ میں ان کی زبان سے سچی بات ہی نکلتی۔ مجلس میں ہر قسم، ہر طبقہ کے لوگ حاضر ہوتے جو ان کے بیان پر زار و قطار روتے اور اپنی اصلاح پر متوجہ ہوتے۔

۲۶۔ حکیم بدر الدین دمشقی

انص کے عہد میں طبابت میں ان کا نظیر نہ تھا۔ وہ نبض شناسی اور تشخیص میں فرد اور قادرہ دیکھنے میں بے مثل تھے۔ ایک مرتبہ کوئی شخص مختلف مویشیوں کے بول ملا کر ایک شیشی میں بھر لایا۔ آپ نے مسکرا کر ان کی تشریح فرمادی۔ حسن تقریر میں دم مسیحائی حاصل تھا۔ باریک تر معانی اس خوبی سے بیان کرتے کہ طلبہ کے ذہنوں میں مرستم ہو جاتے۔ شیخ الرئیس کی کتاب قالزن کا حل تو ان کی چٹکی میں تھا۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی کے عہد میں دہلی کے اندر طب کی تدریس اور اودھ سے ساری سکھاتے۔ اس کے ساتھ صاحب کشف و کرامات بھی تھے۔ ان کا طریقہ صوفیانہ تھا۔

۲۷۔ مولانا بدر الدین المعجری

”العالم الفقیہ الشافعی“ شہر مانگور کے قاضی تھے۔ یہ شہر اس خورالذنب پر آباد تھا۔ جو ملیبار میں سب سے بڑی راس ہے۔ محمد ابن بطوطہ سیاح نے ان سے اس شہر میں ملاقات کے بعد اپنے سفرنامہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ تاریخ فیروز شاہی (در متن)

۲۸۔ بدرالدین الشاشی

مشہور شاعر باکمال تھے۔ سلطان ممدوح کی مدوح میں ان کے قصائد ان کے دیوان میں ہیں۔ ان کی ایک تالیف شاہنامہ تیس ہزار شعروں پر مشتمل ہے جس میں صرف سلطان موصوف کے احوال و سوانح ہیں۔ ان کے شعروں میں ایک بیت یہ ہے۔
 ہچو آہ سرو صبح و گریہ ہائے گرم شمع
 آتش اندر خود زند و دل افکار من

۲۹۔ مولانا برہان الدین بھکری

”شیخ الفاضل العلّامہ“ فقہ و اصول و دعوت کے یکہ تاز سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی کے عہد میں دہلی میں اقامت فرماتے تھے۔

۳۰۔ مولانا برہان الدین ساوی

الشیخ الفاضل — تبحر و صلاح میں ممتاز سلطان المشایخ کے مرید۔ صاحب تہذیب و عارف تھے۔

۳۱۔ قاضی بہار الدین اچّی

”الشیخ العالم الفقیہ“۔ شہر اُچّی میں مسند تدریس پر فائز تھے۔ شیخ جلال الدین حسین بن احمد حسینی البخاری نے عمدہ درسیات از ہدایہ تا ہدایہ آپ سے سبق پڑھے۔

۳۲۔ مولانا مہالدین ملتانی

”الشیخ الفاضل الکبیر۔ ممتاز اہل علم و ارباب معرفت سے تھے۔ دہلی آئے تو یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ کثیر الدرس والا فادہ تھے۔ دہلی میں آسودہ لحد ہوئے۔ برسوں حضرت سلطان المہشانہ کی خدمت میں رہ کر طریقت پر گامزن ہوئے۔“

۳۳۔ امیر تارا خاں ہلوی

انہیں سلطان جیث الدین تغلق ایک جنگ میں ان کی لاوارثی کی حالت میں کسی خطہ ارضی سے اٹھا کر لے آئے۔ کہ ابھی یہ مولود نوہی سے تھے۔ بادشاہ نے انہیں غلات میں پرورش کے لیے سونپ دیا۔ بڑے ہوئے تو بادشاہ نے اپنے خواص میں شامل کر کے سلطنت کے اہم امور پر تعینات کر دیا۔

یہ صاحب علم و کمال، شجاع و دلور اور عدل و سخاوت و حسن اخلاق میں ممتاز تھے۔ شریعت کی پاسداری تو اس حد تک متانت سے کرتے تھے کہ امرائے سلطنت اور بادشاہوں کو بھی خلاف شرع امور پر تنبیہ سے باز رہتے۔ ایک مرتبہ سلطان فیروز شاہ کو شراب نوشی پر زجر کی تو بادشاہ نے فیروزہ کی فضیل ڈھا کر اسی وقت انہیں اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ اور ایک مرتبہ سلطان محمد شاہ تغلق نے اپنے اوپر ان کی طرف سے سرزنش پر ان کا موجب بند کر دیا تو انہوں نے بادشاہ کی طرف یہ شعر لکھے

وہ ! ندائتم از کجا رنجیدہ !

بے سبب از دوستال بریدہ !

بانگ نے خوش سے زند جانان من

نالہ بے چار گال نشیدہ!

در تو بارے ہرگز این علوت نبود

از طریق خود مگر گردیدہ!

گو گنا ہے کردہ ام مارا بہ بخش!

زانکہ تو چندیں گنہ بخشیدہ!

از تارِ خستہ باللہ العظیم

نیت جوئے بے سبب رنجیدہ!

بادشاہ کا دل ان شعروں سے بھر آیا۔ اور تارِ خال کو پہلے کی مانند مقربین میں داخل کر لیا۔ مگر بایں ہمہ وہ بادشاہ کو چھوڑ کر حج کے لیے چلے گئے۔
شمس الدین حنفی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ ہمیشہ مشغول بہ علم اور صحبت علما سے بہرہ مند رہتے۔ انہوں نے تارِ خانی کے نام سے جامع تفسیر لکھی اور عالم بن علاء دہلوی نے ان کے ایام پر فتاویٰ تارِ خانیہ لکھا۔ وہ سلطان فیروز شاہ کے عہد میں الدہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

۳۴۔ قاضی تاج الدین کروڑی

معروف ”الشیخ العالم الفقیہ“۔ ابن شیخ الاسلام قطب الدین محمد ابن احمد الحسنی اعلمی المدنی الکروڑی۔ اپنے عہد میں نہ صرف ممتاز مشائخ میں سے تھے۔ بلکہ شہرِ کٹرہ کے قاضی بھی تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے انہیں بدایوں منتقل کر کے ان کی جگہ ان کے برادر زادہ رکن الدین ابن نظام الدین کروڑی کا تقرر فرمادیا۔ اور یہ تمام عمر بدایوں ہی میں رہے۔ جہاں ان کی اولاد کوکت

اور علم و عمل میں مشہور ہو گئی۔ قاضی ضیاء الدین برنی نے انہیں دیکھا۔ ان کی تعریف کی اور اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا۔

۳۵۔ مولانا تاج الدین کلاہی

» الشیخ العالم الکبیر « — کلاہی مدرس المشہور۔ شہر دہلی میں مسند درس آراستہ فرمائی۔ برنی نے انہیں دیکھا اور اپنی تاریخ میں یہ تذکرہ فرمایا۔

۳۶۔ مولانا تاج الدین المقدم

» الشیخ العالم الکبیر تاج الدین المقدم دہلوی «۔ فقہ و اصول فقہ اور عربی میں فخر اللاتل اور مسند تدریس کے فخرین تھے۔ شیخ محمد یوسف حسینی دہلوی دین گلبرگ نے ان سے بعض درسیات پڑھیں۔ نیز دوسرے حضرات نے برنی نے انہیں دیکھا اور یہ تذکرہ اپنی تاریخ میں فرمایا۔

۳۷۔ مولانا تاج الدین عراقی

(بعد سلطان فیروز شاہ خلجی د سلطان محمد شاہ خلجی) (ہرو)

» الشیخ الفاضل الکبیر « اپنے عہد کے ممتاز مشاہیر میں سے تھے۔ بادشاہ فیروز شاہ ممدوح اور ان کے بعد محمد شاہ کے مقرب تھے۔ بادشاہ نے انہیں لشکر کامیرا و مقرر کر دیا۔ یہ منصب رکھنے والا امرا اور سرداران کے مقدمات کا فیصلہ کرتا ہے۔ جس کا سالانہ اسے پچاس ہزار دینار پیش کیا جاتا ہے۔ بقول برنی نہ تو ان کے معاصرین کے اندر تفنن علوم و اخبار میں کوئی ان کا ہم پلہ تھا۔ اور نہ تقویٰ میں کوئی ان کا مثل! وہ نہایت صالح۔ محتاط۔ دانا اور نصیحت شعار تھے جملہ اقوال و افعال میں۔

۳۸۔ جلال الدین تبریزی

”الشیخ الامام الزاہد“ سن رسیدہ بزرگ، اولیائے مشابیر میں سے ہیں
 طرقت میں ابوسعید بدر الدین تبریزی سے مستفیض، ان کی رحلت کے بعد بغداد شریف
 لے آئے اور شیخ طرقت سہروردیہ حضرت شہاب الدین عمر کے ملازم خدمت رہ کر مرتبہ کمال پر فائز ہوئے
 بغداد سے بمعیت شیخ بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی ہندوستان آکر بدایوں میں کچھ عرصہ قیام کے بعد
 بنگال شریف لے گئے۔ ابن بطوطہ نے ۷۴۷ھ میں اسی نواح میں ان سے ملاقات کی۔ یہ مقام
 کامرہاڑ پر تھا جو شہر دگاول سے ایک مہینے کی مسافت پر تبت کی طرف ہے بقول ابن بطوطہ۔
 ”شیخ جلال الدین اولیائے کبار اور ممتاز افراد سے تھے۔ کرامات ان کے مشہور تھے۔ مرد معمر تھے۔
 انہوں نے مجھے بتایا کہ خلیفہ معتمد باللہ میرے زمانہ قیام میں بغداد کے اندر تمار کے ہاتھوں شہید ہوا۔
 شیخ کی رحلت کے بعد ان کے مریدوں نے ان کی عمر (۱۵۰) سال بتائی۔ اور یہ کہ وہ ۴۰ سال سے
 مسلسل روزہ رکھ رہے تھے۔ جسے دسویں روز اپنی گائے کا دودھ دودھ کر افطار کرتے اور رات بھر قیام
 فرماتے۔ دراز قامت مگر دبے پیسے جسم کے تھے۔ دونوں گال پیچھے ہوئے تھے۔ اس پہاڑ کے رہنے
 والے بے شمار ہندوان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وہاں ان کے قیام کی یہی وجہ تھی۔ وفاقاً
 سے ایک روز پہلے انہوں نے اپنے تمام مریدوں اور نو مسلموں کو جمع کر کے فرمایا کہ ہم تو کل گور میں
 چلے جائیں گے۔ میرے بعد میرا خلیفہ وہ ذات ہوگی جس کا کوئی شریک نہیں۔“

”اے یا لای من اتم بہ حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا! دوسرے روز ظہر کی نیت باندھی اور آخری
 سجدے میں جان بقی ہو گئے۔ مریدوں نے ان کے پلنگ کے پاس تازہ قبر دیکھی جس پر کفن اور وضو
 غسل کے سب لوازمات موجود تھے۔ غسل و کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور لاش سپرد لحد کر دی۔“
 اس کے بعد ابن بطوطہ نے ان کے کئی خوارق بیان کیے ہیں، جن کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔

احمد بن یعقوب ابن الحسین البتی نے خزینۃ الخواہد میں لکھا ہے کہ وہ ابوسعید تبریزی

سے مستفیض ہونے کے بعد ابھی وہیں قیام فرماتے تھے کہ مرشد رحلت فرما گئے اور آپ حضرت سرورِ دی کی خدمت میں بغداد باریاب ہوئے۔ جب جلال الدین ملاح نے حضرت سرورِ دی سے سلوک کے منازل طے کر لیے تو انہوں نے انہیں ارشاد و دعوت اور تربیت کی اجازت مرحمت فرما کر خود داعیِ اہل کو لبیک کہا۔

شیخ جلال الدین کے افادات میں ان کا یہ خط حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کی طرف ہے کہ:

یا اخئی من شرب من بحر مودقہ
میحی حیوۃ لا موت بعدھا! ومن
لم یدق من صافی المحبۃ ینحج
من الدنیا ما لبھا ثم صغر الیدین
وازمات صارت جیفۃ ومات
موتاً لا حیوۃ بعدھا! کما قال اصدق
الصادقین!

ومن کانت فی ہذہ اعمی فهو
فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلاً

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت
کے دن بھی اندھا ہی اٹھے گا۔ اور وہ اپنا
راستہ نہ پاسکے گا۔

۳۹۔ مولانا جلال الدین رومی

(بچہ سلطان فیروز شاہ سلطان)

”ایشیخ الامام العالم الکبیر العلماۃ مشہور و ممتاز مدرسین سے تھے۔ ان کے استاد ہیں

شیخ قطب الدین رازی شارح الشمسیہ، آپ فراغ کے بعد ہندوستان و لہر ہوئے اور سلطان فیروز شاہ نے انہیں دہلی میں مسند تدریس تفویض فرمادی۔ جس میں فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ مفید علوم کا درس فرماتے تھے۔ یہ مدرسہ سلطان محمد جی نے جوہن علاقہ پر تعمیر کرایا۔ جس میں اونچے ستون متعدد گنبد اور صحن تھے۔ بلکہ اس وسعت و مساحت کا کوئی مدرسہ اس سے پہلے اور بعد میں تعمیر نہ ہوا۔ برہمنی نے بلحاظ وسعت و بلندی اور اس کے اندر بہنے والے کلابوں میں نفیس پانی اور تازہ ہوا کی آمد و رفت کے اعتبار سے دنیا کے عجائبات میں شمار کیا ہے۔ جو شخص وہاں پہنچ جائے واپس آنے کے لیے اس کا دل نہیں چاہتا۔

۴۰۔ قاضی جلال الدین اللؤلؤی

۱۔ شیخ العالم الفقیر حنفی۔ سلطان مذکور نے انہیں دہلی میں منصب قضاۃ تفویض فرمادیا۔ جس پر آپ مدلول ممکن رہے۔

محمد بن المبارک الحسینی الکرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق انہیں شہنشاہ دین حضرت نظام الدین کے ساتھ جواز سماع معہ الزامیر سے مناظرہ پر لے آیا اور ان کی نصرت کے لیے شہر کے صدر الصدور اور قضاۃ کو بھی بلا لیا۔ گفتگو کے آغاز ہی میں قاضی جلال الدین آپ سے باہر ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کا حکومت کے غرور میں یہ انداز ہے تو آپ اس منصب سے معزول ہونے کو ہیں۔ اتفاق کی بات کہ قاضی صاحب مجدد ۱۲ روز کے بعد اپنے قضاۃ کے عہدے سے ہٹا دیے گئے۔

۴۱۔ شیخ جلال الدین دہلوی

(بعد سلطان علاء الدین خلجی)

۱۔ شیخ العالم الصالح۔ ابن حسام الدین حنفی دہلوی عالم و واعظ مشہور۔ وعظائیں خوف و وحشت کا رنگ غالب تھا۔ اشعار اور لطائف بیان کرتے وہ بیان سے بہرہ مند اور شیخ رکن الدین کی طرف سے بیعت کے مجاز تھے۔

۴۲۔ جلال الدین اودھی

”الشیخ الفاضل الکبیر“ فقہ و اصول فقہ اور ادب میں ممتاز الفاضل اور طریقت میں حضرت سلطان الاولیاء کے مرید تھے۔ جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ اور مرشد کے حکم سے بحث و مناظرہ ترک کر دیا۔ اپنے دور میں کثیر المدرس و افادہ تھے۔

۴۳۔ قاضی جلال الدین کاشانی

(بعہد سلطان معز الدین کی قباد)

عالم دین تھے۔ سلطان معز الدین نے انہیں عہدۂ قضاۃ عطا فرمایا اور جلال الدین فیروز شاہ غلجی نے ان کا وہلی سے بدایوں کی قضاۃ پر تبادلہ کر دیا۔

۴۴۔ قاضی جلال الدین کرمانی

(بعہد سلطان فیروز شاہ)

”السید الشریف“ — علمی الحسینی الکرمانی۔ اپنے عہد کے ممتاز عالم۔ سلطان فیروز شاہ نے انہیں صدارت تفویض فرمائی۔ منقول و محقول دونوں میں یکساں مہارت تھی۔ برہنہ ان کے علم و فضل کے بڑے مدارج ہیں۔

۴۵۔ شیخ جمال الدین المغربی

”الشیخ الفقیہ الطیب اللدیب“ — المغربی الغرناطی — البجائی المولود متوطن ہندوستان

اپنے والد کے ہمراہ یہاں آ گئے۔ ان کی اولاد اس ملک میں سب سے پہلے ابن بطوطہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ملاقات کی اور کہا کہ "میں نے سلطان ابن جمال الدین کے کوشک محل کو دیکھا۔ تو اوپر کی منزل میں جا پہنچا۔ جس میں میرے لیے بہت عہدت کا سامان تھا۔ اس وقت فقیہ جمال الدین عراقی میرے ہمراہ تھے۔ انہوں نے بآواز بلند یہ شعر پڑھا۔

وَسَلَامٌ عَلَىٰ طِينِهِمْ وَسَلَامٌ عَلَىٰ طِينِهِمْ

فوالرئوس الحظام ص حمارت عظاما
 فقر حجبہ :- ان کے بادشاہوں نے ان کے بدن سے مٹی چلیو کر دی اور ان کے بڑے
 سروں کی صرف بڈیاں باقی رہ گئیں ۔

۴۶۔ شیخ جمال الدین الکونینی

ماہِ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

”الشیخ الفقیہ الزاہد“۔ ابن عبداللہ ابن نظام الدین ابوالموید دہلوی مقیم کوئٹہ (علی گڑھ)
عالم بے بدل تھے۔ بے شمار افراد نے ان سے علوم ظاہر و باطن حاصل کیے۔ آپ بڑے عابد،
متراض اور مجاہد تھے۔ کوئٹہ کے باشندے آپ پر جان چڑکتے۔ یہاں آپ کی اولاد موجود ہے۔
ان کا انتقال ماہ ربیع الاول سن نامعلوم میں دہلی میں ہوا۔ جہاں سے جسد مبارک علی گڑھ لاکر سپرد
لحد کیا گیا ہے۔

۴۶۔ شیخ جمال الدین اچھی

(مرید حضرت کن الدین اچھی)

”اشیخ العالم الکبیر“۔ اسپتہ غمہ کے ممتاز مشایخ طریقت سے تھے۔ یہ کمال انہیں حضرت صدر الدین محمد بن زکریا ملتانی سے حاصل ہوا۔ جن کی خدمت میں مدلول ملازم رہے اور ان شیخ صاحب ہی سے انہیں اُچ میں تدریس و تلقین کے لیے بھجوا یا۔ یہاں سے شمار مخلوق ان سے مستفیض ہوئی۔

علی بن اسعد الحسینی دہلوی نے جامع العلوم میں لکھا ہے ”شیخ جمال الدین حسین بن احمد بخاری فرماتے کہ شیخ جمال الدین اچھی ہمیشہ محفل افادہ و درس جاری رکھتے۔ اور ہدایہ نبوی اور مشارق مشکوٰۃ و عوارف وغیرہ پڑھاتے۔ دوران تدریس اگر کہیں بھول جاتے تو ذرا دیر کے لیے سر نیچا کر کے پھر سنبھل اٹھتے۔ اور وہ مقام حل کر لیتے۔ مجلس تدریس میں بھی اونچی جگہ پر بیٹھنے کے حریص نہ تھے۔

صف نہال میں بھی بیٹھ جاتے لیکن جلالت کا یہ عالم تھا کہ جہاں بیٹھ جاتے ان کی شان سے صدارت کا گمان ہوتا۔ باتیں کرتے وقت مسکرا کر متوجہ ہوتے اور ہر حال میں ذکر خفی بھی جاری رکھتے۔ پوشاک میں موٹا کپڑا استعمال کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کا لباس استعمال فرماتے۔

اوائل عمر میں امرا اور بادشاہوں کے تحائف رو کر دیتے۔ مگر بڑھاپے میں قبول فرمانے لگے۔ کہ لقبول ان کے سلف بھی قبول فرما لیتے۔ بایں ہمہ ذخیرہ کر لے کی بجائے یہ مال تقسیم کر دیتے۔ مدوح (شیخ جلال الدین) نے یہ بھی لکھا ہے ”میں نے مکہ مکرمہ میں شیخ عبداللہ یافعی اور مدنیہ منورہ میں شیخ عبداللہ مطوی سے سنا کہ شیخ جمال الدین اس دور کے فرید العصر ہیں علوم و مقامات میں کوئی ان کا نظیر نہیں۔“ ان کی تاریخ وفات میں ناقابلِ فہم حد تک اختلاف ہے۔

۴۸۔ شیخ جمال الدین اودوی

”الشیخ الفاضل الکبیر۔ ممتاز علماء میں سے تھے۔ فقہ و اصول فقہ میں اور عربی ادب الیٰ کا طرہ امتیاز تھا۔ طریقت میں حضرت سلطان المشائخ دہلوی سے مستفیض تھے۔ جن کی ملازمت میں برہنہ گزارے اور کثرت و تدریس چھوڑ بیٹھے۔“

۴۹۔ منہاج الدین الحسن بیابانی

”الشیخ الصالح۔ سہروردیہ کے مشائخ سے تھے۔ نجم الدین ابراہیم بیابانی اور حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سے مستفیض ہوئے۔“

۵۰۔ نجم الدین حسن بن علاء بخاری

(لجہ غیاث الدین بلبن)

م ۱۱۳۴ھ

الشیخ الفاضل۔ صلاح ورثہ و فضیلت علمی و عملی میں فردِ روزگار تھے۔ برسوں سلطان غیاث الدین بلبن اور ان کے صاحبزادہ محمد کی مصاحبت میں رہے مگر آخر میں خود کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ پیدا کر کے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کی بیعت میں منسلک ہو گئے اور ان کے ملفوظات بعنوان فوائد الفوائد جمع کیے۔ جو عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئے۔ وہ شعر بھی کہتے۔ مردِ صالح خوش باش اور ستودہ صفات ہونے کے ساتھ بات چیت میں

۱۔ سیر الاولیاء (در متن)

۲۔ (منہج الانساب و شجرة الطیبة)

خوش کامی سے بہرہ مند تھے۔ بقول صاحب خفیتہ الاصفیاء "میں نے ان کی مانند کسی اور
فرد کو سلاطین و مشایخ کے واقعات عمدگی سے بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بایں ہمہ لہجہ
صبر و قناعت و عقل و فراست و عقیدہ میں استواری و بجز اسباب حسن معیشت سے بہرہوری
و خیر و آرزو و اجبی پر عمل پیرائی میں کسی کو ان کا ہم مثل نہیں پایا۔

وہ صوفیا کا لباس زیب تن کرتے اور عسرویسری صبر و پناہ کا مرقع نظر آتے۔
تہذیب میں ان کا ایک فارسی دیوان بھی ہے جس کے اشعار محلاوت و برجستگی میں اس
قدر عجیب ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کو سعدیؒ الہند کا لقب دیا گیا۔

ازال جملہ اسے

مشکل سر و کار سے است کہ بروعدہ معشوق

صابر نتوان بود و تقاضا نتوان کرد

من بودم و کنج و حریف و سرویسے

غم را کہ نشان داد بلارا کہ خبر کرد

اے حسن کو بہ آن گئے کردی!

کہ ترا طاقت گناہ نماند!

انھیں کا وطن دیرگیر دولت آباد و کرن تھا۔ جہاں سے بعد سلطان غیاث الدین بلبن
آہرہ عریض دہلی تشریف لے آئے اور یہیں آسودہ لحد ہو گئے۔

۵۱۔ علامہ الدین حسن بہمنی

ماہ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ

۱۱ الملک الموریہ حسن بن علی بہمنی السلطان الصالح جو محمد شاہ تغلق کے امراء میں سے تھا۔ سلطان مذکور نے انہیں سرزمین دکن میں قریہ کوچی اور رائے باغ وغیرہ جاگیر میں عنایت فرمائے لیکن جب محمد شاہ مذکور نے عوام و خاص کی جانیں لینے کا شغل اختیار کر لیا تو اس کے امراء معین میں سے اکثر و بیشتر دہلی سے گجرات چلے آئے۔

بادشاہ نے ان تمام امراء کو دہلی حاضر ہونے کے فرامین بھیجے۔ یہ لوگ سمجھے کہ بادشاہ ہمیں قتل کر دے گا۔ سب کے سب سمٹ کر دولت آباد جمع ہو گئے اور اسماعیل الفتح الافغانی کو اپنا سربراہ تسلیم کر لیا جس نے لشکر جمع کر کے ان امراء کو دکن میں جاگیریں بانٹ دیں۔ اور حسن بہمنی کو موضع حکری ور رائے باغ و مرج اور گلبگ جاگیر میں بخشے۔ جن مواضع میں حسن نے مستقل طور پر لہو و باش اختیار کر لی۔

ادھر جب سلطان نے سنا کہ ان امراء نے اس کے خلاف بغاوت پر کمر باندھ لی ہے تو وہ لشکر جرار لے کر دکن آیا۔ جہاں اسماعیل ڈسٹ کر مقابلہ کر کے بعد قلعہ دولت آباد میں آکر بیٹھ گیا۔

ادھر سے حسن بہمنی گلبگ سے ۲۰ ہزار اسوار لے کر دولت آباد پہنچا اور شاہی لشکر سے مقابلہ کر کے فتح کا علم لہرایا۔ جس پر عوام حسن پر متفق ہو گئے۔ حتیٰ کہ اسماعیل بیابانی نے بھی نوامہ حکومت حسن کے ہاتھ میں دے دی۔

حسن صفت عدل سے آراستہ سخاوت سے بہرہ مند عقل و دین دونوں سے والیہ اور تہذیب و ادب کا اور تھا۔ اس نے سلاطین و افسیہ کے جملہ مفتویہ علاقوں پر قبضہ کر کے علاقہ مہر کے شہروں پر اپنا لشکر تعینات کر دیا جو فتح کر کے ان سے تاوان ہیں و دلا کو دیار اور

بے شمار قیمتی جواہرات اور ہاتھی وصول کر کے لوٹا۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں حسن پہلا بادشاہ ہے جس پر ہندو خصوصاً برہمن فخر کرتے۔

اس نے ۱۱ سال اور ۲ مہینے حکومت کی

۵۲۔ جلال الدین بن حسین بن احمد بخاری

۱۱۸۵ھ
۱۱۸۳ھ

”الشیخ الامام العالم الکبیر العلماۃ“ حسین بن احمد بن حسین بن علی حسینی بخاری اچھی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ۱۱۸۵ھ لیلۃ البراءۃ میں شہر اُچ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پروان چڑھے۔ قاضی بہار الدین اچھی سے ہدایہ تک پڑھا اور قاضی صاحب کی رحلت کے بعد ملتان میں حضرت رکن الدین ابوالفتح کی خدمت میں پہنچے۔ محمود نے انہیں اپنے پوتے مولانا موسیٰ اور مجد الدین کے حلقہ درس میں شامل کر دیا جہاں سے یہ ایک سال یقیہ درسیات پڑھ کر اُچ آگئے اور حرمین روانہ ہوئے۔ یہاں کے شیوخ ہیں۔

۱۔ شیخ عقیف الدین عبد اللہ المطری :- مدنیہ منورہ میں پورے دو سال ان سے استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ عوارف تک ان سے پڑھی۔

اور مصر و عراق میں ان اساتذہ و شیوخ سے مستفیض ہوئے۔
سب سے پہلا خرقہ خلافت انہیں شیخ کبیر الدین احمد بن الحسین اچھی اور ان کے عظیم کرم شیخ صدر الدین محمد بن الحسین بن علی البخاری (دولوں نے) عنایت فرمایا تھا۔
ایک خرقہ خلافت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کی عطا تھا۔
مدنیہ منورہ میں ان کے استاد شیخ عقیف الدین عبد اللہ مطری نے ایک خرقہ عنایت فرمایا۔

پھر ایک ایک فرقہ مندرجہ ذیل شیوخ سے ملا

- ۱۔ شیخ امام الدین گادرونی
 - ۲۔ شیخ شرف الدین محمود بن الحسین قسری المہر (مبعی سن رسیدہ) در ۱۲۸۸ھ
 - ۳۔ شیخ حمید الدین محمد ابن نجیب الحسینی السمرقندی
 - ۴۔ شیخ نصیر الدین محمود ابن یحییٰ الادوی
 - ۵۔ شیخ سمش الدین محمد بن یحییٰ الادوی
 - ۶۔ شیخ قطب الدین المنور بالنسوی
- اور دیگر بے شمار شیوخ

حضرت جلال الدین صاحب تذکرہ علم میں درجہ اجتہاد پر فائز اور عبادت میں نہایت ممتاز تھے۔ فقہ و حدیث پر عبور کامل اور اصول و فروع دونوں میں امام ابو حلیفہ کے مسلک رکھتے۔ وہ اعمال میں جائز رخصت کی بجائے غریت پر عامل تھے۔

اور بعض مسائل میں متفرد بھی تھے مثلاً (۱) امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے (۲) نماز جنازہ غائب پر عمل کرتے۔ کہ وہ جامد نہ تھے۔

ذکاوت میں برتر، تیز فہم، گفتگو میں علالت، اخلاق میں ستودہ تھے۔ شریف الطبع ہونے کے ساتھ نہایت طلیق اللسان۔ قصہ خوان اپنی داستان ان کے پاس لاتے اور ارباب منطق اپنے دفتر۔ طلباء کا جھگڑا لگارتا۔ وہ اپنے زمانے میں اس تاجر کی وجہ سے تمام ہندوستان میں منفر و سمجھے گئے۔

سلطان محمد تغلق نے انہیں سندھ کی مشیخت پر تعینات کر دیا اور فیروز شاہ نے ان

۱۔ جامع العلوم (در متن)

۲۔ خزینۃ الاولیاء (در متن)

کی بیعت کی۔ آخر الذکر کے عہد میں بارہا دہلی تشریف لائے اور ہر مرتبہ نیا خطبہ ارشاد فرمایا جن میں بعض بیہیات و فرائد عجیب ہوتے۔ مثلاً: ان کے افادات میں یہ حروف ہیں۔

۱۔ جہان نورا اللہ تم پر رحم فرمائے کہ ایک رات اور دن میں ایک مسلمان پر ۵۰ فرض ہیں جو قرآن مجید ہی میں بیان کیے گئے ہیں۔ جس کسی نے انہیں یاد رکھا وہ عالم ہے اور جہان سے محروم رہ گیا وہ جاہل و عاصی اور مذموم ہے۔ قیامت کے روز اس کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔

پہلا فرض ہے: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف بمصدق آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ یعنی میں نے جین و انسان کے معنی میں یعرفین (سنتناخت و اعتراف) دوسرا فرض ہے۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار بمطابق آیت وَالْحُكْمُ لِلَّهِ وَالْخُلُوعُ لِلَّهِ الْإِلهِ الْوَاحِدِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تیسرا فرض ہے ایفائے وعدہ و اوفو العہدی اوفو لبعہدکم۔ چوتھا فرض ہے عبادت میں خلوص و ما اھو و الا لیعبدوا اللہ مخلصین کہ الدین۔ پانچواں فرض ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پیروی فتن سمان یوحی القلہ ربہ فلیعقل عبدا صالیا و لا یشرک بعبادۃ ربہ احد۔

۱۔ ہم نے بنی آدم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ عبادت سے مراد معرفت۔

۲۔ اور تمہارا معبود تو ایک اللہ ہی ہے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

۳۔ اسے میرے بند و اقم اپنا یشاق جو میری عبادت کے لیے تھا پورا کرو اور میں اپنا وعدہ جو تمہاری مغفرت کا تھا پورا کروں گا۔

۴۔ ہم نے اپنے بندوں کو تو صرف اپنی عبادت مخلصانہ کا حکم دیا تھا۔

۵۔ اس لیے جو شخص اللہ سے ملاقات کا خواہاں ہے اسے اچھے کام کرنے چاہئیں ازال جملہ یہ کام ہے کہ وہ رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کر دے۔

- ۶۔ وال فرض ہے وعدہ خداوندی کے مطابق امن عام بحسب آیت: وَمَا مِنْ كِتَابَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَيْنَا اللَّهُ رِزْقُهَا يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدِعُهَا كُلُّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝
- ۷۔ وال فرض ہے تقسیم رزاق بحسب روایت نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضِهِمْ دَرَجَاتٍ ۝
- ۸۔ وال فرض ہے صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے محبت کرنا بمطابق آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُولَّوْنَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۝
- ۹۔ وال فرض ہے۔ دوسروں کو غیر شرعی کاموں سے روکنا اور شرعی کاموں کی تاکید کرنا۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۝
- ۱۰۔ وال فرض ہے۔ اپنے نفس کی معرفت، فرمایا ان النفس الامارة بالسوء ۝
- ۱۱۔ وال فرض ہے شیطان سے محاربت بقولہ تعالیٰ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ فَاتَّخِذُوا عَدُوًّا لِلَّهِ

۱۲۔ زمین پر جس قدر جہان دار ہیں سب کا روزی رسال اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ان کا آخر مستقر اور قبر کی جگہ سے بھی آگاہ ہے۔ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں قلم بند ہے۔

۱۳۔ ہم ہی ذات اللہ نے انسانوں کے ارزاق کی تقسیم کر کے کسی کو کچھ زیادہ اور کسی کو کچھ کم دیا جانا مقدر کر دیا۔

۱۴۔ جو لوگ اللہ پر اور ایم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا فرد نہیں جو خدا اور اس کے رسول سے لے کر بعض رکھنے والے کا محب ہو۔

۱۵۔ مومن مرد اور مومن عورت باہم محب اور دوست ہیں۔

۱۶۔ انسان کو اس کا نفس بھی برائی کی تلقین کرتا ہے۔

۱۷۔ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اس کو دشمن ہی سمجھتے رہو۔

۱۲ وال فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا اور خوف رکھنے پر متوجہ رہنا۔ بطلانِ آیت
لِیَسْتَفْهِیْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ ۚ وَ ۛ اِنَّمَا اَذَلَّکُمُ الشَّیْطَانُ بُحُوثَ اَوْلِیَآءِہٖ فَلَا
تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْا اللّٰہَ کَنتُمْ مَوْضِعَہٗ ۚ

۱۳ وال فرض ہے اللہ کے حضور میں دعا کرنا: یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا فِی رَحْمَۃِہٖ
۱۴ وال فرض ہے اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے خائف رہنا۔ فَلَا یَاْمَنُ مَنِ اَلَّہٗ اِلَّا
بِالْقُوْمِ الْاَخَاسِرِ ۚ

۱۵ وال فرض ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰهِ
اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذَّنۜوۡبَ جَمِیۜعًا

۱۶ وال فرض ہے لباس میں ستر پوشی: یَا بَنِی آدَمَ خُذُوْا زِیۡنَتَکُمُ
عِنۡدَ مَکَلِ مَیۡمَدَہٗ ۙ

۱۷ وال فرض ہے۔ طلب علم ہے: فَاسْأَلُوْا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنۡ کُنۡتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ۙ

۱۸ شیطان تو اللہ کے دوستوں کو نیکیوں سے ڈراتا رہتا ہے۔ ہم شیطان کی باتوں میں نہ
آؤ بلکہ اللہ سے ڈرو اگر تم با ایمان ہو

۱۹ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی مہربانی کے امیدوار اور جو کچھ ہم نے انہیں دے
رکھا ہے اسے دوسرے کی بھلائی میں خرچ کرتے ہیں

۲۰ اللہ ان کے ساتھ ہے وہ اس سے ڈرتے اور ڈرنے پر مائل رہتے ہیں

۲۱ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخشنے پر قادر ہے

۲۲ اے ابن آدم! ہر مسجد کے اندر جہلتے ہوئے لباس میں زیب و زین کے پابند ہو

۲۳ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کر لیا کرو!

۱۸ وال فرض ہے وضو میں احتیاط۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّي أَقَمْتُ الْحُلَّ**
الصَّلَاةَ فَأَغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۱۸

۱۹ وال فرض ہے غسل جنابت :- **وَأَن كُنْتُمْ حَيًّا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ** ۱۹

۲۰ وال فرض ہے تیمم : **فَيَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ**
 ۲۱ وال فرض ہے نماز بروقت پڑھنا۔ **إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ**
كِتَابًا مُّوقُوتًا ۲۱

۲۲ وال فرض ہے ذکر اللہ بکثرت کرنا :- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذُكِّرُوا بِاللَّهِ كَثِيرًا**
وَسُبُّوهُ بَكْرَةً وَأَصِيلًا ۲۲

۲۳ وال فرض ہے اوائے امانت بمقدار آیت :- **إِنَّ اللَّهَ يَأْخُذُ كَيْدَاتِ لِقُودِ**
الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ۲۳

۱۸ اے مومنین! نماز کے لیے اپنا منہ اور دونوں ہاتھ کہنی تک دھو کر اپنے سر کا مسح
 کرو اور دونوں پیر بھی دھوؤ۔

۱۹ اگر تم جنبتی ہو جاؤ تو پاک ہونے کے لیے غسل کر لیا کرو۔

۲۰ اور تیمم کے لیے پاک مٹی سے کام لو!

۲۱ مومنوں کے لیے نماز اپنے اپنے وقت پر فرض ہے۔

۲۲ اے مومنین! اللہ کا ذکر بکثرت کرتے رہو اور سبحان اللہ تو صبح و شام پڑھا کرو۔

۲۳ بلاشبہ اللہ نے تمہیں اوائے امانت کا حکم دیا۔

۲۲ وال فرض ہے نقصان پر افسوس نہ کرنا۔ لکیلا تا سوا علی ما خاتکم یٰۤاَہلَ الْاٰثَرِ

۲۵ وال فرض ہے دنیا کی نعمتوں پر بے جا خوشی منع ہے بطلان آیت۔ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمۡ ۚ

۲۶ وال فرض ہے صفت عالم پر غور و فکر کرنا۔ وَتَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

۲۷ وال فرض ہے مخلوقات کا خدائی احکام اور مقدرات پر رضامندی۔ فَاَعْتَبُوا اَيَّٰی اُولٰٓئِیۡكَ الْاَلْبٰصٰرِ ۚ

۲۸ وال فرض ہے نفس کی ترغیب سے خود کو بچانا۔ بطلان آیت۔ وَخَفِيَ النَّفْسُ مِنَ الْهَوٰی ۚ

۲۹ وال فرض ہے۔ اپنے ایمان پر اللہ کا احسان سمجھنا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَلَا تَتَّقُوۡا ۚ

۳۰ وال فرض ہے یہ کہ تو تو اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ سمجھتا ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ بِیۡنِیۡهِ وَنَحْنُ اَعْلَمُ ۚ

۲۲ تاکہ تم اپنے نقصانات پر ہاتھ نہ ملو

۲۵ اپنے منافع و نیوی پر بے جا خوشی مت کرو۔

۲۶ اور مخلوقات کو دیکھ دیکھ کر اللہ کی صفت پر غور و فکر کرتے ہیں۔

۲۷ اسے دانش و رداعت حاصل کرو۔

۲۸ اور اس نے خود اپنے نفس کی ترغیب سے روکے رکھا۔

۲۹ ان سے کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ کرو۔

۳۰ اور ہم (اللہ تعالیٰ) ان کی شرک سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

۳۱ وال فرض ہے۔ منع تکبیر تلک الدار الاخرۃ یجعلہا للذین لا یریدون علوا
فی الارض والارضاء والماقبۃ للمتقین۔

۳۲ وال فرض ہے۔ صدق مقال واذا تلتم فاعدوا اولو سکان۔

۳۳ وال فرض ہے۔ حلال روزی بکلاؤمین طیبات مازناکم۔

۳۴ وال فرض ہے۔ حفاظت شرم گاہ: ویحفظوا فروجہم۔

۳۵ وال فرض ہے۔ کان اور آنکھ کی حفاظت ان السمع والبصر والفؤاد کل

اولئک مکان عند مسئو لا۔

۳۶ وال فرض ہے۔ عورتوں کے ساتھ ان کی مہواری میں جماع سے اجتناب:-

فاعتزلوا النساء فی الحيض

۳۷ وال فرض ہے غیبت اور لوگوں کی نجی زندگی کی تفتیش سے یک طرف رہنا۔ والاحتسوا

ولا یغتب بعضکم بعضا یحب احداکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکروہتموہ۔

۱۔ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں تکبر نہیں کرتے اور خود کو فساد سے دور رکھتے اور پارسا بھی ہیں۔

۲۔ جب کسی کے بارے میں کچھ کہو تو عدل کی بات کرو خواہ تمہارا رشتہ دار ہی ہو۔

۳۔ وہ چیزیں کھاؤ جو ہم (اللہ) نے تمہارے خور و نوش کے لیے از قسم پاکیزہ پیدا کی ہیں۔

۴۔ مومنین اپنی شرم گاہ کو ناجائز استعمال نہیں کرتے

۵۔ وقتی کان۔ آنکھ اور دل ہر ایک سے پوچھا جائے گا۔

۶۔ عورتوں کی جماعت میں ان کے ایام کے دوران میں اجتناب رکھو۔

۷۔ دوسروں کے مصائب کی تلاش مت کرو۔ کیا تم ان کی دوسرے بھائی کا کچا گوشت کھانا

پسند کرو گے تم تو اس سے کراہت کرتے ہو مگر غیبت سے کراہت نہیں کرتے۔

۳۸ وال فرض ہے۔ دوسروں کا تسخر اڑانا منع ہے۔ (یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یشکروا خیراً من ہم ولا لیساء عسی ان یشکروا خیراً منہم)۔

۳۹ وال فرض ہے۔ ترک چغلی و طعن اور برے القاب سے اجتناب ہے۔ ولا تلمذوا و الفسک و لا متابزو بالالقاب یس الا سماً الفسوق لجد الایمان و من لم یتب فاولئک ہم الظالمون۔

۴۰ وال فرض ہے اللہ پاک پر توکل۔ فتوکلوا ان یشکر مومنین۔
 ۴۱ وال فرض ہے ترک بدگمانی۔ اجتناب اکثریاء من الظن ان بعض الظن اثم۔
 ۴۲ وال فرض ہے اللہ تعالیٰ کے مفیدوں پر رضا مندی۔ بحکم آیت ہے۔ فاصبر

بحکم ربک۔

۴۳ وال فرض ہے صبر اور تقویٰ ہے۔ اصبروا و صابروا و الطوا و القواللہ لعلکم تفلحون۔

۳۸ دوسرے کا تسخر نہیں اڑانا چاہیے

۳۹ اپنے مومن بھائیوں کی چغلی مت کرو! نہ ایک دوسرے کو برے لقبوں سے موسوم کرو یہ تو ایمان لانے کے بعد شوق کرنا ہے۔ جو شخص اس بارے میں اجتناب کرے وہ ظالم کے گروہ سے ہے۔

۴۰ اللہ پاک پر بھروسہ رکھو اگر تم اس پر ایمان لے آگے ہو۔

۴۱ ایک دوسرے پر بدگمانی مت کرو کہ بعض ایسے گمان گنہ میں شامل ہیں۔

۴۲ اللہ کے حکموں کی پیروی میں ضبط و تحمل سے رہو۔

۴۳ خود صبر کرو دوسروں کو صبر دلاؤ اور اس پر ثابت رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ!

- ۴۴ وال فرض یہ ہے کہ اوائے شکر :- اِنْ اَشْكُرْ لِي وَلَوْ اَلَدَيْكَ وَإِلَى الْمَصِيرِ ۴۴
- ۴۵ وال فرض ہے خرید و فروخت میں رہن :- فَوَيْلٌ لَّكَ مَقْبُوضَةً ۴۵
- ۴۶ وال فرض ہے ترک سود :- وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بَاطِلًا ۴۶
- ۴۷ وال فرض ہے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا خوف :- وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۴۷
- ۴۸ وال فرض ہے دلیل کے ساتھ بات کرنا :- قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۴۸
- ۴۹ وال فرض ہے دعا کرنا :- اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۴۹
- ۵۰ وال فرض ہے استغفار کرنا :- اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۵۰

- ۴۴ مجھ ر اللہ کا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔ آخر تمہیں میرے پاس آنا ہے۔
- ۴۵ لیکن دین کے موقع پر قرض کی کوئی شے رہن کر لو۔
- ۴۶ اونے پونے کا سود مت لو۔
- ۴۷ عاقبت کے لیے اپنے اعمال کا گوشہ بھینچو اور بہتر گوشہ تقویٰ ہے۔
- ۴۸ اگر تم سچے ہو تو اس پر دلیل پیش کرو۔
- ۴۹ مجھ ر اللہ سے مانگو میں دوں گا۔
- ۵۰ اپنے رب سے بخشش مانگو۔

بعض آیتوں کی تفسیر

فَرَحًا يَأْتِيَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ (اللہ تعالیٰ مومنین کو ان کی نزع کے وقت بھی ایمان پر ثابت رکھے گا اور آخرت میں بھی)

اللہ تعالیٰ جس عہد کو اس کے معاملہ میں ثابت قدم رکھنا چاہتا ہے اور اسے ہر کام پر کامیاب رکھنا مقصود ہوتا ہے تو ایسے شخص کے لیے یہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

۱۔ حسن احوال

۲۔ یقین

۳۔ صدق الاعتبار

۴۔ صدق الافتقار

صدق الاعتبار یہ ہے کہ ہر کام اور قول میں پہلے اللہ سے ملتی ہو اور اس سے امداد طلب کرے۔ اس بارے میں معمولی عمل ہو یا اہم ہو۔ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے التجا اور استعانت کرے اور کسی قول یا فعل میں یہ نہ سمجھے کہ وہ اللہ کے سامنے اس عمل اور فعل کی صحت کا جواب دہ نہیں

مرحوم کے ہاں ۲ حرم تھے۔ ایک حرم ان کے عم نزر گوار محمد کی صاحب زاوی، ان کے لطف سے ناصر الدین محمود متولد ہوئے

دوسرے حرم دہلی کے ایک سادات خاندان کی عقیقہ تھی۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ تھے۔ تیسرے حرم ایک رومی قبیلہ کی صالحہ تھیں ان کے لخت جگر علی الاکبر تھے۔

۱۔ تذکرہ سادات البخاریہ (دو جلدیں)

۵۳۔ حسین بن محمد الکرمانی

م ۴۵۲ھ
۱۳۵۱ء

الشیخ الصالح " ملقب بہ قطب الدین - علم و کمال میں ممتاز - مولانا فخر الدین زراوی سے پڑھا اور طریقت میں حضرت شہنشاہ دین سید نظام الدین دہلوی کی خدمت میں مسترسنی سے لے کر پڑھا پے تک ملازم رہے - ان کے خادم بھی تھے اور محرر بھی - بادشاہ محمد تغلق نے انہیں ۴۳۲ھ میں دولت آباد منتقل کرا دیا - جہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد دہلی لوٹ آئے - فالج کے شکار ہوئے اور دہلی میں آسودہٗ لحد ہو گئے۔

۵۴۔ حسین بن عمر غیاث پوری

م ۴۹۸ھ
۱۳۹۹ء

غیاث پور دہلی ہی کی بخل میں سلطان غیاث الدین تغلق نے آباد کیا - آپ فرقہ چشتیہ کے سرگروہ تھے - یہ طریقہ شہنشاہ دین حضرت نظام الدین دہلوی سے حاصل کیا - آپ دہلی ہی میں ۴۹۸ھ میں تین گزرات منتقل ہو گئے - ۱۳ سال کے قریب زندہ رہے۔

۵۵۔ مولانا حجۃ الدین ملتانی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

"الشیخ العالم الکبیر علامہ فخر الامثال خصوصاً نحو و عربی و فقہ و اصول میں ممتاز تھے سلطان

۱۔ سیر اللالیاء (درتین)

۲۔ مرآۃ احمدی اور گلزار ابرار (درتین)

ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر مسند تدریس آراستہ کر رکھی تھی۔ امام المجاہد حضرت سلطان الشایخ سے طریقت حاصل کی۔ اور مشایخ چشتیہ کے اسمائے گرامی پر عربی میں منظوم لکھا۔

۵۶۔ مولانا حسام الدین ساوی

(بہار سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی دہلی)

مشہور اساتذہ سے ہیں۔ سلطان ممدوح کے عہد میں دہلی کے اندر آپ کی مسند تدریس آراستہ تھی۔ برنی نے ان کا تذکرہ نہایت عمدہ انداز سے قلم بند کیا ہے۔

۵۷۔ مولانا حسام الدین سرخ

(بہار سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی)

۷ العالم الکبیر فقہ و اصولی فقہ و عربیت میں ممتاز اور دہلی میں ان کا درس جاری تھا۔

۵۸۔ مولانا حماد الدین کاشانی

۷ العالم الفقیہ حماد الدین ابن عماد الدین خنقی صوفی۔ مشایخ چشتیہ سے ہیں۔ علوم شیخ زین الدین داؤد بن حسین شیرازی سے پڑھے اور فیض طریقت شیخ برہان الدین محمد بن ناصر النسوی سے حاصل ہوا جن کے ماتحت ملازم خدمت رہے۔ اور ان کے ملفوظات احسن الاقوال مرتب کیے۔ اور ان سے ۷۳۸ھ میں فارغ ہوئے۔ دولت آباد میں سفر آخرت فرمایا۔ سن وفات قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ الایہ ماہ صفر کی ۱۳ اوں کو انتقال ہوا۔

۲۔ برنی (در متن)

۱۔ سیر الاولیاء (در متن)

۳۔ برنی (در متن)

۵۹۔ مولانا حمید الدین دہلوی

(لجہ سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی)

» الشیخ الفاضل الکبیر اپنے عہد میں برسرِ روزگار تھے، اور دہلی کے اندر سند

تدریس آراستہ تھی۔

۶۰۔ شیخ حمید الدین قلندر دہلوی

م ۷۹۸ھ
۱۳۹۹ھ

» الشیخ الفاضل حضرت نظام المشایخ سے لجہ بیعتہ اخذ طریقہ کیا۔ اور ان کی رحلت کے بعد شیخ برہان الدین محمد بن ناصر السنوی کی خدمت میں ملازم ہو کر ان کے ملفوظات قلم بند کیے۔ لجہ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے حضور باریاب ہوئے۔ اور ان کے ملفوظات خیر المجالس کے نام سے مرتب کیے۔ جو متداول ہیں۔ یہ کام ۷۹۸ھ میں سرانجام دیا اور وفات ۷۹۸ھ میں ہوئی۔

۶۱۔ شیخ حمید الدین ہنکاری

م ۷۳۷ھ
۱۳۳۴ھ

» الشیخ الصالح البرہاکم بن بہاء الدین الحارثی القزہنی البہاسمی ہنکاری حضرت ابو نعیم ابن حارث بن عبد المطلب کی نسل سے ہیں۔ طریقت میں جناب ابوالفتح رکن الدین سہروردی ملتانی

۱۔ برہنی (درمتن)

۲۔ خزینۃ الاصفیاء۔ (درمتن)

سے مستفیض۔ جن کی خدمت میں مدتوں رہے۔ بڑے "صالح پارسا اور زاہد" تھے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے فیضانِ طریقت حاصل کیا۔

۴۲۔ حضرت امیر خیر ابن سیف الدین

از ۱۲۵۳ھ تا ۸ شوال ۷۲۵ھ

مولد قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ ہے۔ مگر دہلی رہ کر شہنشاہِ دین حضرت سید نظام الدین اولیاء کی بیعت سے جو بہرہ مند ہوئے تو کچھ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نہایت متواضع صوفی شاعر بلند مرتبہ اور اعلیٰ پایے کے موسیقار بھی تھے۔ انہوں نے قدیم ہندی دھنوں کے سوا اپنی طرف سے بھی بے شمار دھنیں نکالیں جن میں سے کچھ راج ہو گئیں اور کچھ صرف کتابوں میں رہ گئیں۔ علوم ظاہری میں بھی کمال حاصل تھا۔

الشیخ الامام الفاضل خیر ابن سیف الدین محمد البخاری الدہلوی۔ ہندوستان کے ایسے مشہور شاعر جن کی نظیر علم و معرفت الہی اور شاعری و موسیقی وغیرہ فنون میں ان کے دور میں اور ان کے زمانے کے بعد بھی ناپید ہے۔ مولد قصبہ پٹیالی جو اس زمانے میں بڑا آباد شہر تھا۔ مگر آج وہ سمٹ کر ایک قریہ سا ہو کر رہ گیا ہے، انہوں نے دہلی میں پرورش پائی۔ سلطان عیناٹ الدین بلبن کے عہد میں بالغ ہوئے اور ہمیشہ تفصیل علوم و کمالات میں جدوجہد جاری رکھی۔ یہاں تک کہ شعر گوئی اور موسیقی و بلاغت میں درجہ اجہتا تک آ پہنچے۔

اب آپ کا میلان تصوف کی طرف ہوا اور حضرت نظام المشائخ کی بیعت کا رقبہ گردن میں جمائل کیا۔ دوسری طرف امر لے وقت اور بادشاہوں کا تقرب حاصل ہوا۔ جن سے آئے دن پیش بہا ایسے الغامات ملتے رہے اور ایسے عطایا کہ ان کوئی اور فرد کبھی سرفراز ہوا۔ نہ آپ نے یہ

سنا ہو گا کہ ان سے بدلیات اور بلاغت میں کوئی اور شخص ان کا ہم پلہ نہ رہا۔

اسیر خسرو نے کئی الفاظ ایجاد کیے مثلاً ایک لفظ ہے "البوقلمون" جس کے لغت میں معنی نہیں رومی کی پڑا جس پر کئی رنگ ہوں۔ مگر اصطلاح میں اس کے اس سے زیادہ معنی ہیں جو مختلف زبانوں میں "تور یہ پرواں" ہیں۔ یہ البوقلمون سید غلام علی بلگرامی مؤلف کتاب بسمۃ المرجان کے بدلیات سے ہے۔

اسی طرح لفظ ذوالجہین ہے۔ یہ کہ بات کر لے میں ایک ہی لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں فارسی میں یا عربی میں۔ کلب، اللسانین۔ متکلم عربی کا لفظ بولے یا فارسی کا۔ مگر حجب اسے پٹا جائے تو عربی لفظ فارسی اور یہ لفظ عربی ہو جائے اور معنی میں فرق نہ آئے۔

راکھنے میں حضرت خسرو کے ایجاوات اکثر و بیشتر ہیں۔ مثلاً قول، ترانہ، خیال، نقش نگار، البسیط، تلانہ، سؤلہ اور قدیم راگنی میں بھی انہوں نے بہت کچھ اضافے کیے۔ جن کی تفصیل ان مختصر اوراق میں نہیں سما سکتی۔

مضامین

- ۱۔ الاعجاز الخسروی (فی البدایع)
- ۲۔ محسنات الکلام تہذیبیہ (جن کی تالیف سے ۱۳۱۲ھ میں فارغ ہوئے)
- ۳۔ افضل الفوائد (حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات پر)
- ۴۔ دواوین فارسی (ایچ نہیں)
- ۵۔ تحفۃ الصفر
- ۶۔ وسط الحیوة
- ۷۔ غرة الکمال
- ۸۔ لقیۃ النقیبہ

۱ - نہایت الکمال

فارسی سے مشنویات اور یہ بھی پانچ ہیں۔ جن میں حضرت نظامی گنجوی کے جمنہ کا جواب

بھی ہے۔

۱ - مطلع اللالوار

۲ - شیرین خسرو

۳ - لیلیٰ معنوں

۴ - آئینہ اسکندری

۵ - ہشت بہشت اس میں ۸ ہزار اشعار ہیں۔

۶ - مشنوی قرآن السعیدین (یہ ۷۸۸) میں لکھی جب سلطان کے کتیبا و اوران کے باپ

بغرا خاں سے ملاقات ہوئی۔

۷ - مشنوی تاج الفتوح (مستمل برجنگ ہائے سلطان عبداللہ الدین غلجی)

۸ - مشنوی خزائن الفتوح (" " " " " علاء الدین ")

۹ - مشنوی نہ سپر (سلطان قطب الدین مبارک غلجی کے لیے لکھے)

۱۰ - " دیول رانی و خضر خاں (در معاشقہ خضر خاں سپر علاء الدین غلجی و مستیامہ دیول دیوی)

۱۱ - " تعلق نامہ (در جنگ ہائے غیاث الدین تغلق مستمل در ۴ لاکھ اشعار بہ حسب

روایت مرآۃ الجنال)

حضرت خسرو شعر و ادب میں منفرد تھے ان کی شہرت ہندوستان سے نکل کر عراق عجم

تک جا پہنچی۔ اور ان کے قصائف سوداگر لوگ وہاں لے پہنچے۔

ایک مرتبہ ان کی زندگی ہی میں سلطان محمد ابن غیاث الدین شہید لے حضرت سعدی شیرازی

کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تو انہوں نے اپنی کبر سنی کی معذرت کے ساتھ لکھا کہ وہاں

امیر خسرو اپنے حسن کلام سے ترشح فرما رہے ہیں۔ پھر وہ صاحبِ دل بھی ہیں۔ آپ ان کی خدمت کا

خیال رکھیے۔

قاضی ضیاء الدین برنی اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ امیر خسرو تاجداران سخن کے شہنشاہ تھے۔ باوجودیکہ بعض شعرا حسن کلام میں متفرد اور دو ایک فنون میں ممتاز تھے مگر خسرو تمام شعری فنون میں متمیز اور نغزل لائل تھے۔ اس کے ساتھ باہوش فقراء کی صفت اول میں تھے۔ بیشتر اوقات صیام و قیام اور تلاوت میں مصروف کرتے۔ صاحب مال و وجہ اور علم و سیف کے باہر عامل تھے۔

عربی میں ان کے یہ اشعار لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ قاب الفؤاد وصال من عینی الدم

و حکى الدولة مع كل ما انا كنت

۲۔ واذا ابحت لدى الوری کرب النوی

تبی الا حجة والاعای مترجم!

۳۔ یا عاذل العشاق دعنی باکیا!

ان السکون علی المحب محرم!

۴۔ من بات مثلی فهو یدری حالتی

طول اللیالی کیف باست متیم!

ترجمہ ۱۔ دل غم سے پگھل گیا اور آنکھوں سے خون بہنے لگا۔ خون کے آنسوؤں نے میرا

دلی راز کھول دیا۔

۲۔ جب مصائب نے مجھے گھیر لیا تو احباب گھبرا اٹھے اور دشمنوں کے دل میں رحم آگیا۔

۳۔ اے عاشقوں کو ملازمت کرنے والے ان کے لیے سکون خرام ہے۔

۴۔ جو شخص میری طرح رات گزارے اور وہ میری اس حالت سے بھی واقف ہو کہ طویل

راتیں کس طرح کاٹی جاتی ہیں۔

فلانی میں

ایوان مراد بس بلند است
آل بابہ بوس رسیدتوای
ایں شربت عاشقی است خسرو
بے خون جگر چشیدتوای
انہیں اپنے مرشد حضرت نظام المشایخ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

۶۳۔ سید خضر رومی

۴۵۰
۱۲۴۹ھ

سید خضر رومی المتمر ۲۵ سال کی عمر پائی۔

طائفہ قلندریہ کے امام تھے یہ طریقی انہوں نے مشہور ہے۔ عید اللہ علم بردار مکی معمر سے حاصل کیا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعد میں ۴۰۰ سال تک زندہ رہے۔ دنیا میں گھومتے ہوئے ہندوستان وارد ہوئے اور پیر چشتیہ خواجہ قطب الدین بختیار کھکی (کاکلی) دہلوی سے بیعت کر لے کے بعد پھر سیاحت شروع کر دی۔ حسین قلندر نے اپنی کتاب غوثیہ میں لکھا ہے کہ وہ برسوں دنیا میں گھومنے پھرنے کے بعد پھر دہلی تشریف لے آئے اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی بیعت سے نجم الدین القلندریں نظام الدین حسینی دہلوی مشہور ہوئے۔ عمر ان کی ۹۰ سال ہے۔ اور فضوں مسعودیہ میں تین سو پچاس سال لکھی ہے۔ سنہ ۷۵۰ھ میں رحلت فرمائی۔

۶۴۔ خواجہ خطیر بن اشرف خشتی

«السید الشریف» ابن اسد اللہ ابن عبد اللہ ابن — شیخ قطب الدین محمود الحسینی خشتی صلاح و تقویٰ میں ممتاز۔ عیادت الدین بلہن کے عہد میں سلطان معز الدین کی قیادت میں انہیں اپنا وزیر نامزد کر لیا۔ تو ان کے مصاحب نظام الدین دہلی درنے کے کچھ سرو کی طرف داری میں مہتمم کر دیا۔ تو کی قیادت میں انہیں گدھے پر بٹاکر وہاں سے بدر کر دیا۔ کی قیادت کے بعد حبيب

سلطان جلال الدین بن فیروز شاہ غلجی سربراہ آئے شہابی ہوا تو انہیں وزارت پر سرفراز فرمایا۔
جن کے بعد ان کے برادر زادہ علاء الدین محمد شاہ غلجی نے بھی انہیں منصب وزارت پر ممتاز فرمایا۔
حتیٰ کہ آپ مسلسل ۱۲ سال تک اس عہدہ پر متمکن رہے۔

سلطان غیاث الدین تغلق خواجہ خطیر الدین صاحب کی بے حد تعظیم فرماتے۔ دربار میں
اپنے پاس سبکدوش کر کے کرآن امور سلطنت میں مشورہ لیتے۔

۴۵۔ شیخ دانیال بن حسن سترکی

م ۴۹۸
۱۳۲۷ھ

۱۰ الشیخ العالم الصالح حضرت عبداللہ بن عباس علوی سترکی کی نسل سے ہیں۔ فقہ
واصولی فقہ اور ادب عربی پر احاطہ تھا۔ اودھ کے مشہور قصبہ سترکہ (سکون مقام) لاجپور میں پیدا
ہوئے۔ بلوغ پر بیانہ تشریف لے گئے۔ یہاں تھانی عبداللہ نیشاپوری سے پڑھا اور ان کی
صاحبزادی کے عقد سے مختار ہوئے۔ بیانہ سے واپس آکر شیخ نصیر الدین اودھی کی بیعت کی اور
برسوں ان کی خدمت میں رہے۔ ان سے مزید علم کے ساتھ معرفت حاصل کر کے پھر بیانہ لوٹ
آئے۔ اور اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر اپنے وطن سترکہ روانہ ہوئے۔ مگر حبیب اپنی بستی کے قریب
پہنچے تو ڈاکوؤں نے شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۸۷۱ھ میں رونما ہوا اور ان کی لاش بستی میں لاکر سپرد
خاک کی گئی۔

۱۱۔ الحمد للہ

۶۶۔ داؤد بن حسین شیرازی

از ۱۳۰۱ تا ۱۳۴۹ھ

۱۔ الشیخ العارف الکبیر الزاہد داؤد بن الدین مشہور باب ولایت سے ہیں۔ ان کا مولد شیرازی ہے۔ کم سنی ہی میں تعلیم کی طرف راجح ہو گئے۔ بلوغت پر حرمین حاضر ہوئے۔ حج اور زیارت نوضہ نبی صلعم دونوں سے مشرف ہوئے۔

وہاں سے ہندوستان ہو کر شیخ کمال الدین سالٹوی (برہمت) کے حضور زانوئے تلمذہ کیا۔ حفظ قرآن کے ساتھ فقہ و اصول فقہ اور عربی ادب میں فوقیت کے بعد اپنے استاد کے ہم کاب دولت آباد کن تشریف لے گئے۔ اور تدریس شروع کر دی۔ وہ صوفیہ کے خلاف بڑے متشدد تھے۔ سماع اور وجد سب پر طعن کرتے۔ حتیٰ کہ شیخ برہان الدین ہانسوی کو بھی نہ بخشے۔ یہ سن کر شیخ رکن الدین کاشانی (دری ۹۸) مصنف کتاب لافالسوے الفاسوے نے انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور ان سے کچھ سوالات کیے جن کے جوابات حضرت برہان الدین نے نہایت شافی دیے۔ اس پر شیرازی صاحب نے ان کی بیعت کا رقبہ گلے میں جمائل کر لیا۔ یہ واقعہ ۷۳۶ھ کا ہے۔ شیرازی صاحب شیخ ممدوح کے ملازم خدمت ہو گئے۔ ان پر معرفت کے دروازے کھل گئے۔ یہ دیکھ کر مرشد نے ۷۳۸ھ میں انہیں اپنی خلافت تفویض فرادی۔ جس کے ساتھ انہوں نے اعمال شریعت بیک قلم ترک کر دیے۔ اب انہوں نے مخلوق کو تلقین کے لیے متوجہ کیا تو بے شمار افراد حتیٰ کہ بادشاہ وقت تک ان کی تلقین سے متاثر ہوئے۔ شہر مصر (خاندیس) کے بادشاہ لضر خاں فاروقی ساکن زین آباد اور ان کے شیخ کے ہم نام شہر برہان پور کے بادشاہ (ممدوح) تک! وہ اپنے مرشد کے مزار کے پاس آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی قبر زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

۱۔ روضۃ الاولیاء سید غلام علی بلگرامی (درتین)

۶۷۔ قاضی رکن الدین کوشی

”السید الشریف“ قاضی رکن الدین بن نظام الدین لقب قطب الدین (المحسنی الحسینی) اپنے عہد کے ائمہ میں سے تھے۔ اور اس تبحر پر خود ان کو بھی فخر تھا۔ ان کے والد ان کی کم سنی میں انہیں چھوڑ کر دارالبقا کی طرف سدھار گئے۔ علوم انہوں نے اپنے بزرگوار حضرت قوام الدین محمود دہلوی سے پڑھے اور اپنے چچا تاج الدین کے عزل پر شہر کرٹہ کے قاضی مقرر ہو گئے۔ مگر جلد ہی ہی بدایوں منتقل ہو گئے۔ بڑے متین اور جلیل المنزلت تھے۔ امر بالاعرف اور نہی عن النکر میں مصروف رہتے۔ خواجہ کرک الدہلوی انہیں اس شغل سے منع کرتے اور یہ ان کی شریعت پر کرتے رہتے۔ (کیوں کہ کرک الدہلوی انہیں اس شغل سے منع کرتے اور یہ ان کی شریعت پر کرتے رہتے۔) کیوں کہ کرک الدہلوی انہیں اس شغل سے منع کرتے اور یہ ان کی شریعت پر کرتے رہتے۔

قاضی ضیاء الدین برنی نے انہیں جامع الفضائل اور صاحب وجد و حال اور حامل کشف کرامات کے ساتھ ان صفات میں بے مثل لکھا ہے۔ برنی نے ان کے دونوں قدموں کے لیے اور ان کے مواظب علی السنۃ اور بارعب ہونے کا اعتراف فرمایا۔

۶۸۔ شیخ رکن الدین کاشانی

”الشیخ الفاضل“ رکن الدین بن عماد الدین کاشانی۔ اپنے دور کے ممتاز مشائخ سے ہیں۔ ان سے شیخ زین الدین داؤد بن المحسن شیرازی (ربیع ۶۶۱) نے پڑھا۔ اور انہوں نے درس طریقت شیخ برہان الدین ہالنوی سے لے کر ان کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ تصانیف میں ان کی دو کتابیں ہیں۔

۱۔ نفاس فی الافاس

جس میں ان کے پیر طریقت برہان الدین موصوف کے ملفوظات ہیں۔

۲۔ شمائل الالقیاء جو چار ابواب پر منقسم ہے۔

اول :- در بیان افعال اصحاب طریقت۔

دوم :- احوال ارباب الحقیقہ

سوم :- رب العالمین کی تعریفیں اور

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی۔

چہارم :- مختلف عقائد غوامض کی وضاحت

اس حصے کے کتاب کا سرفہرست اول ہے :-

”ستائش :- یہ سنانہ شمیم و شمائل الخ“

اور مرقدان کا دولت آباد کن میں ہے

۴۹۔ قاضی رکن الدین کاشانی

والد کا نام جلال الدین بن قطب الدین کاشانی ملتانی ہے۔ فقہائے حنفیہ میں اکابر

روزگار سے تھے۔

شہر کوٹلی (علی گڑھ) کی قضاۃ پر فائز رہے۔ یہ منصب تا استوار حکومت اسلامیہ ان کی

اولاد در اولاد میں بھی منتقل ہوتا رہا۔

۵۰۔ مولانا رکن الدین سنائی

(بچہ سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی)

فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں ممتاز اور تدریس مشغول تھے

۱۔ مولانا رکن الدین اندرپٹی

» الشیخ الفاضل الکبیر علمائے اکابر سے تھے۔ شیخ فخر الدین زراوی اور شیخ محمد بن المبارک الحسین کربانی اور شیخ سراج الدین عثمان اودی اور دوسرے بے شمار افسرانے ان سے پڑھایا۔

۲۔ شیخ رکن الدین ملتانی ظفر آبادی

۱۱ محرم ۷۹۶ھ

» الشیخ الصالح الفقیہ رکن الدین ابن صدر الدین ابو الفتح القرشی ملتانی ظفر آبادی فقہ و اصول اور تصوف میں اس قدر ملکہ تھا کہ ان فنون کے مختلف مقامات میں حل کئے لیے ان کی طرف رجوع کیا جاتا۔ ان کے درس میں حقائق تو سید و معرفت کا رنگ غالب تھا۔ برسوں درس کی مسند آراستہ رکھی۔ آخر میں محبت و مناظرہ چھوڑ کر طریقہ سہروردی پر مائل ہو گئے۔ جس کے لیے اپنے والد کا واسن پکڑا۔ مدثری ان کے حضور ملازمت کی اور ان کی رحلت کے بعد اس سلسلہ کی قیادت سنبھال لی۔ قبر بھی اپنے والد کے پاس ہی۔ (الانمقذح)

۳۔ مولانا رکن الدین بدایونی

» الشیخ الامام العالم الکبیر فقہ و اصول و ادب عربی میں فخر الامثال۔ مندرجہ ذیل شیوخ سے اکتساب فرمایا۔ ابوالقاسم ترمذی جو شاگرد تھے حمید الدین نابینا اور علی کردی نابینا سے۔ آخر الذکر نے صاحب بابائے پڑھا اور ان سے سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحاق بن احمد غزالی نے پڑھایا۔

۷۴۔ مولانا رکن الدین بہاری

«الشیخ الصالح» علوم ظاہری اور طریقت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری سے حاصل کرنے کے بعد حج و زیارت کے لیے شہرِ حلال فرمایا۔ بعد میں ہندوستان لوٹ آئے۔ اور شرف الدین نے ان کے ارشاد پر حقائق میں ایک مسموط رسالہ الفوائد الکوئیدہ لکھا۔

۷۵۔ زاہد بن محمد بہاری

«الشیخ الصالح» از اکابر طریقت۔ یہ تلقین انہیں شیخ شرف الدین منیری سے حاصل ہوئی۔ جن کی خدمت میں کچھ مدت ملازم رہے۔ ممدوح سے جو سوالات کیے ان کے جواب ایک مختصر سے کتابچہ میں اجوبہ کے عنوان سے قلم بند کیے۔

۷۶۔ مولانا زین الدین دیوبی

«الشیخ الفاضل» عالم فقہ و حدیث۔ حضرت شرف الدین احمد منیری کی خدمت میں قصبہ بہار میں حاضر ہوئے اور ان سے صحیح مسلم سبقا پڑھی۔

۷۷۔ شیخ زین الدین الاودھی

«الشیخ العالم الفقیہ»۔ شیخ نصیر الدین محمود اودھی کے ہمیشہ زاد۔ اودھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے اصحاب تدریس سے پڑھا۔ طریقت میں اپنے ماموں ممدوح سے مستفیض

۱۔ (سیرۃ الشرف) در متن

۲۔ (سیرۃ الشرف) در متن

ہوئے۔ قصبہ امینہ میں ان کے اخلاف بے شمار ہیں۔

۷۸۔ قاضی زین الدین دہلوی

(بعد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ فاضل الکبیر“۔ الناقلۃ المحفی۔ دہلی کے اندر ممتاز اساتذہ میں سے تھے۔

۷۹۔ قاضی زین الدین گوالیاری

(بعد سلطان قطب الدین گوالیری)

”الشیخ الفقیہ“ مشہر گوالیار میں قاضی تھے۔ سیاح ابن بطوطہ ان کی ملاقات سے مرعوب ہوا اور اپنے سفر نامہ میں ان کا ذکر کیا۔

۸۰۔ خواجہ زکی الدین مقری

”الشیخ العالم القامی دہلی کے مشہور اساتذہ قرآن و تجوید سے ہیں۔ وزیر حسن بن ابوالحسن بھری کے ہمیشہ زاد ہیں۔“

۸۱۔ سیف الدین امیر عرب شام

(بعد سلطان محمد تغلق)

سلطان محمد تغلق کے عہد میں ہندوستان وارد ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی بے حد تعظیم

کی۔ اور قیام کے لیے سلطان جلال الدین خلجی کے محل واقعہ دہلی میں اجازت دی، ان کے لیے عطیات کا دروازہ کھول دیا۔ پہلی مرتبہ دس عربی گھوڑے اور دوسری مرتبہ بھی دس گھوڑے ہی دیے مگر ان کی زین سونے سے منڈھی ہوئی اور لگام بھی سنہری ہی تھیں۔ بعد ازاں اپنی حقیقی ہمیشہ فیروز خاتون ان کے جہانہ عقد میں دے دی۔

سہ ماہی

عقد اور زفاف کے ۲۰۔ دس روز عرب صاحب حسب معمول اپنے محل کی طرف گئے تو دربان نے انہیں روک دیا۔ مگر یہ کس کو خاطر میں لائے والے تھے۔ آویزش ہو گئی۔ دربان نے ان کا شانہ پکڑ لیا اور انہوں نے اسے لاٹھی دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ دربان امرائے سلطنت میں سے تھا۔ اس کا باپ غزنہ کا قاضی رہ چکا تھا۔ اپنے باپ کی نسبت سے پہچانا جاتا۔ اور سلطان محمود غزنوی کے اخلاف سے بھی تھا۔ سلطان اس دربان کو باپ اور اس کے بیٹے کو اپنا بھائی کہہ کر پکارتا۔

مضروب سلطان کے پاس فریاد لے کر آیا، اس نے مقدمہ قاضی کو سونپ دیا۔ مضروب کے والد نے صلح کرانا چاہی مگر عرب صاحب اس پر متفق نہ ہوئے۔ پیشی پر قاضی صاحب نے عرب سے کہا، تم نے اسے مارا؟ یا کو نہیں مارا؟ گویا قاضی صاحب عرب کو ان کی بریت کا راستہ بتا رہے تھے۔ کہ اگر وہ کہے میں نے نہیں مارا تو یا بخیر و شالسلامت! مگر عرب صاحب نے فرمایا میں نے اسے مارا ہے۔ قاضی نے عرب کو مجلس میں بھجوا دیا اور دوسرے روز ظہر کے قریب اسے رہا کر دیا۔ بادشاہ نے یہ سنا کم سمجھی اور اس کی جلا وطنی کا حکم نافذ کر دیا۔ شاہی عمال انہیں شہر سے نکالنے کے لیے آئے تو عرب صاحب نے اپنے اہل و عیال کی آخری ملاقات کے لیے محل کا رخ کر لیا مگر عمال نے انہیں اندر جانے سے روک دیا جس لمحہ میں یہ رو دیے۔ اتنے میں ابن بطوطہ آ پہنچے اور یہیں سوجھانے کے لیے لیٹ گئے۔ ان سے ایک امیر نے اس کی وجہ

(ابن بطوطہ سے) دریافت کی تو فرمایا کہ میں عرب صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ ان کے اخراج کا فیصلہ منسوخ کر دیا جائے۔ امیر ممدوح نے کہا کہ یہ حکم منسوخ نہ ہوگا۔ ابن بطوطہ نے کہا کہ اگر مجھے ایک سورتیں بھی اس طرح گزارنا پڑیں تو میں گر گزروں گا۔ بادشاہ نے یہ سنا تو اپنا پہلا حکم منسوخ کر دیا اور عرب صاحب کو امیر قبولہ لاہوری کے پاس کچھ مدت رہنے کا حکم دیا۔ عرب قبولہ کے پاس چار سال رہے۔ سیر و گشت کے لیے ان کے سواروں کے ہمراہ اپنے گھوڑے پر جاتے۔ سفر میں بھی ان کے ساتھ رہتے۔ یہاں تک کہ ان کا مزاج درست ہو گیا۔ تب بادشاہ نے ان کے پہلے اعزازات سے سرفراز فرما کر چند مواضع جاگیر میں دیے اور لشکر کا سربراہ مقرر کر دیا۔

۸۲۔ مولانا سعد الدین دہلوی

«الشیخ الفاضل الکبیر الحلانہ» منطق و فلسفہ میں فخر الامثال تھے۔ بادشاہ جلال الدین فیروز

شاہ غلجی نے انہیں اپنی خاص مصاحبت کے لیے پسند کر لیا۔ اور عہدہ امارت سے سرفراز فرما کر ایک ایسا قطعہ اراضی ہاگیر میں عنایت فرما دیا جس پر سرکاری لگان عائد ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ علم اور تقارہ کی اجازت بھی دی گئی۔ اور قوریگی منصب پر کر دیا۔ بادشاہ کے ندیم بھی قرار پائے۔

بادشاہ مذکور کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق اور ان کی رحلت کے بعد ان کے اپنے بیٹے سلطان محمد تغلق کے مقربین میں رہے۔ سلطان محمد تغلق ان کے علمی تبحر کا تذکرہ دربار میں بھی کرتا تھا۔

۱۔ سفرنامہ ابن بطوطہ

۲۔ تاریخ الاولیاء (در متن)

۸۳۔ قاضی سہال الدین دہلوی

«الشیخ العالم الفقیہ» مشہور عالم اور مجدد سلطان غیاث الدین تغلق دہلی کے قاضی تھے۔

۸۴۔ مولانا سراج الدین

«الشیخ الامام العالی» فقہ و اصول فقہ اور عربی میں بیکہ تاز۔ ان کے اساتذہ ہیں شیخ ابوالقاسم تنوچی جو شاگرد ہیں حمید الدین نابینا کے اور یہ شاگرد ہیں علی کروری نابینا کے جنہوں نے صاحب ہدایہ سے اکتساب فرمایا۔ اور ان سے سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحاق بن احمد غزنوی سے پڑھا۔

۸۵۔ شیخ سعید الدین قندھاری

م ۷۴۳۹
۱۲۳۵ھ

«الشیخ العالم الفقیہ الزائد» — نسب حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی قندھاری تک پہنچتا ہے علم و اصلاح حال دونوں میں معروف تھے۔

اساتذہ

انصے کے والد حضرت نجم الدین ہیں جنہوں نے ان حضرات سے اکتساب فرمایا۔ سیف الدین علی جو شاگرد ہیں شمس الدین شاگرد نجم الدین عبدالرحیم کے اور یہ تلمیذ ہیں اپنے والد تاج الدین محمد کے۔ جنہوں نے اپنے ماموں نجم الدین احمد بن علی سے پڑھا تا بہ حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی۔

ہندوستان سے وارد ہوئے تو ناندرکن کے ملحقہ قریہ قندھار میں اقامت فرمائی، اور یہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۸۶۔ شیخ سلیمان بن احمد طسانی

(بعد سلطان غیاث الدین تغلق)

«الشیخ الفاضل الکبیر الحلواتی» سلیمان ابن زکریا قرشی الامام کہ دین کے سر بلند علم تھے ملتان ان کا وطن بھی ہے اور مولد بھی۔ فقہ و حدیث اور عربی ادب میں سر بر آوردہ علامہ سے تھے سن رشد میں قدس و بغداد اور عراق کے شہروں میں ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کیا اور زیارت سے مستفیض ہوئے۔ تذکرۃ الصدور شہروں میں مختلف اساتذہ سے پڑھا۔ ہندوستان وارد ہوئے تو سلطان غیاث الدین تغلق نے انہیں اور قاضی حبل اللہ الدین اللوہی کو اپنے اور شہنشاہ دین سید نظام الدین شاہ صاحب کے درمیان حکم مقرر کیا سماع کے جواز و منع پر جس پر شیخ سلیمان سماع کی اباحت میں ایک رسالچہ تالیف فرمادیا۔ اس رسالہ کے سوا انہوں نے فضل ازکار پر بھی ایک کتاب لکھی۔

۸۷۔ قاضی سہا الدین بجنوری

۲۲ ربیع الاول ۷۷۶ھ

«الشیخ الصالح الفقیہ» سہا الدین ابن فخر الدین بن رکن الدین الصدیقی البجنوری مولد بجنور۔ یہیں کتابیں پڑھیں اور یہیں مشیخت سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ لہنت انہیں زین الدین ہمشیر زادہ

۱۔ مہر جہاں تکب (در متن)

۲۔ سیر الادبیات اور خزینۃ الاصفیاء (در متن)

نصیر الدین محمود اودھی سے حاصل ہوئی۔ خرقہ شیخ جلال الدین حسین بن احمد الحسینی البخاری الملاحی نے پہنایا۔ قاضی صاحب وجد و حال تھے۔ ایک سماع میں جو ان پر غشی طاری ہوئی تو اس عالم میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ لکھنؤ میں رونما ہوا اور یہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۸۸۔ شاہ مرزا کشمیری

م ۱۲۸۸ھ
۱۸۷۷ء

”الملك المودع شیخ شمس الدین شاہ مرزا ابن طاہر کشمیری“ جو خطہ کشمیر میں اسلامی حکومت کے اولین بانی تھے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ ارجن کی نسل سے تھے۔ کسی اثر سے تنہا گھر سے نکل کر خراسان جا پہنچے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ پھر ہندوستان لوٹے اور ۱۵۷۷ء میں کشمیر میں وارد ہوئے۔ یہ زمانہ راجہ سیہ دیو کی حکومت کا تھا۔ مرزا نے ان کی برہمنوں خدمت کی اور راجہ کی رحلت کے بعد ان کے فرزند بھجن دیو نے انہیں اپنا وزیر بنا کر اپنے بیٹے چندر کا اتالیق مقرر کر دیا۔ بھجن کی وفات کے بعد اودن دیو نے گدی سنبھالی۔ یہ مرزا کا قرابت دار بھی تھا اس نے مرزا کو وزیر مقرر کر کے پوری سلطنت کا وکیل و مختار بنادیا۔ اور مرزا کے بیٹوں کو مختلف مقامات باگیر میں عنایت کر دیے۔ جب بہراکپ اپنی اپنی جاگیر میں بس گیا اور اودن دیو ان کی آزادی اور استقلال دیکھ کر گھبرا اٹھا اور ان سب کو اپنے پاس آنے سے منع کر دیا۔ مرزا اور اس کے بیٹے اپنے اپنے علاقے میں رہنے لگے اور اپنی ثروت اور قوت بڑھانا شروع کر دی۔ اسی دوران میں اودن دیو کا انتقال ہو گیا۔ اور گدی پر اس کی رانی بیٹھ گئی جس نے مسلمان ہو کر شاہ مرزا سے مناکحت کر لی۔ مگر یہ اس کا حیلہ تھا مرزا نے گلو خلاصی کے لیے

شاہ مرزا نے رانی کا یہ رخ بچھانا تو اسے گرفتار کر کے قید خانے میں بند کر دیا۔ اب

اس نے خطبے میں اپنے لقب شمس الدین کے نام کا اعلان کرایا۔ یہ واقعہ ۱۲۴۲ھ کا ہے۔

الغرض مرزا نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ وہ رعیت کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کرتا۔ نئے نئے شہر آباد کیے اور کاشت کاروں کے لیے بڑی جدوجہد جاری رکھتا تھا۔ لوگوں سے جو قریب کیے گئے تھے ان کی تلافی میں لگتا رہتا۔ پیداوار میں سے پانچواں حصہ لگان عائد کر دیا۔ وہ بڑا سخی۔ منصف اہل علم کا قدر دان اور عوام کا محسن تھا۔ صاحب فرست ہونے کے ساتھ دین اور سیاست اور دوستوں کی حفاظت اور مسندوں کا استیصال اس کا طرہ امتیاز تھا۔ اس کی سلطنت اس کا گوارہ تھی۔

اب وہ بوڑھا ہو گیا اور اس نے ۱۲۴۶ھ میں اپنا قائم مقام اپنے بیٹے جمشید کو کر دیا۔ اس کی بادشاہت تین سال ۵ ماہ تک رہی۔

۱۹۔ شیخ شرف الدین کشمیری

۱۲۴۶ھ

”الشیخ الصالح شرف الدین الحسینی الکشمیری۔ ممتاز عالم اور ارباب اصلاح و رشد سے ہیں۔ ۱۲۴۵ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ پر راجہ کشمیر بھون دیو مسلمان ہوئے۔ اسی دوران میں مولانا صدر الدین سے ملاقات ہو گئی۔ شرف الدین کے ہاتھ پر بے شمار کشمیری ہندو مسلمان ہوئے۔ صدر الدین نے ان کے لیے دریائے بہت کے کنارے پر خالقہ تعمیر کرائی۔ آنے والوں کے لیے ایک رباط (سرایے) نماز کے لیے مسجد اور کئی مواضع ان جگہوں کے لیے وقف کر دیے۔ کشمیر میں ہی آسودہ لحد ہوئے۔“

۹۰۔ قاضی شرف الدین دہلوی

(بہار سلطانی علاء الدین خلجی)

”الشیخ القاضی العلامة شرف الدین السہاوی الدہلوی فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں ممتاز الاقران تھے اور دہلی کے اندر مسند تدریس پر فائز رہے۔“

۹۱۔ شیخ شرف الدین الحسینی امروہوی

۱۲۸۱ھ ۲۱ رجب ۷۸۳ھ

”الشیخ الکبیر شرف الدین ابن علی بن مرتضیٰ ابن ابوالمعالی بن ابوالفرج الصیداوی الرازی ابن داؤد بن الحسین بن علی بن ہارون ابن جعفر المشہور بہ کذاب الحسینی نقوی امروہوی۔ مشہور اولیاء میں سے تھے۔ مولد قصبہ سودہ (ضلع گوجرانوالہ) ہے۔ تحصیل علم کے لیے گھر سے نکلے۔ کئی مشایخ کی خدمت میں مدتوں ملازم رہے۔ آخر امروہہ پہنچے اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔“

بہت زیادہ عمر پائی۔ مجاہد اور متراض ہے۔ ان کے کشف اور کرامات مشہور ہیں۔ انہوں میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی قبر زیارت گاہ عوام ہے۔ یہ

۹۲۔ شیخ شمس الدین ترکمانی

جمادی الاخریٰ ۷۱۶ھ ۱۳۱۵ء

۱۔ بنی دہرمتن

۲۔ منتخبہ التواریخ (در متن)

اشیخ الکبیر شمس الدین بن احمد بن عبد المؤمن ترکمانی پانی پتی۔ خواجہ احمد علوی لیسوی کی اولاد سے تھے۔ جن کا سلسلہ نسب امام محمد بن الحنفیہ سے ملتا ہے۔

ترکستانی ہی میں اپنے قرابت داروں سے علوم پڑھنے کے بعد سیر و گشت کے لیے گھر سے نکلے۔ اور ماوراء النہر کے مشایخ کبار سے استفادہ کیا۔ تب ہندوستان وارو ہوئے۔ یہاں حضرت علاء الدین صابر کلیری کی خدمت میں ملازم ہوئے۔ مدتوں ان سے استفادہ کیا۔ شیخ نے انہیں وصیت کی کہ میری رحلت کے بعد پانی پت جا کر رہائش کرنا۔ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ اس شہر کی بے شمار مخلوق نے ان سے فیض حاصل کیا۔ جلال الدین محمد عثمانی نے ان سے طریقت حاصل کی۔

۹۳۔ شمس الدین کوٹلی

» اشیخ الصالح مشہور زاہد و عابد۔ ابن بطوطہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ وہ بہت بڑے صاحب منزلت تھے۔ کہ جب سلطان محمد شاہ تغلق علی گڑھ آیا۔ تو اس نے شیخ کو ملاقات کے لیے بلایا۔ مگر انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر سلطان خود ان کی ملاقات کے لیے گیا۔ مگر ان کے دولت کدہ سے قریب جا کر واپس لوٹا۔

اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رئیس سلطان کے خلاف بغاوت کے لیے نکلا تو لوگوں نے بھی اس رئیس کی بیعت کر لی۔ سلطان کی مجلس میں یہ ذکر آگیا اور شیخ شمس الدین کی مجلس میں اس رئیس کی حکایت پر شیخ نے اس رئیس کی تعریف میں دو ایک جملے کہہ دیے۔ یہاں تک کہ اس رئیس کو سلطانی کے لیے سراہا گیا۔ پھر تغلق نے یہ روئداد سنی تو شیخ کو طلب کر کے مجلس میں بجا دیا۔ قاضی شہر اور کوتوال کو بھی کیونکہ شیخ کی اس مجلس میں یہ دونوں بھی موجود تھے۔ اور تغلق نے ان دونوں کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیرا دی۔ اتنے میں شیخ صاحب نے مجلس میں جان دے دی اور قاضی و کوتوال دونوں دوسرے قیدیوں کے ساتھ مجلس سے

نکلے تو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اس پر تعلق نے پھر دونوں کو حبس میں بھجوا دیا۔
شیخ کے ساتھ ان کے بیٹے بھی قید خانے میں تھے اور وہ کفار کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے
تھے۔ شیخ کی رحلت کے بعد بادشاہ نے انہیں طلب کر کے کہا۔ تم آزاد ہو۔ مگر آئندہ کفار کے
ساتھ نشست نہ رکھنا۔ انہوں نے اتنا سا لفظ جو کہا پہلے بھی ان سے واسطہ نہ تھا تو یہ بھی غضب ہو
گیا اور اسی پر تعلق نے انہیں قتل کرا دیا۔

تعلق کی بڑی کا عجیب واقعہ

پھر اس نے قاضی کو طلب کر کے شیخ کے دونوں مقتول لڑکوں کے واقعہ پر رائے
طلب کی اور فرمایا کہ اگر جس نے بھی یہ حرکت کی۔ اس کا یہی انجام ہوگا۔ اس پر قاضی نے شہر کے
ہبت سے ایسے ہندوؤں کے نام لکھائے جو مقتولوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔ بادشاہ نے یہ
فہرست دیکھ کر کہا۔ خوب! قاضی چاہتا ہے کہ تمام شہر برباد ہو جائے اور قاضی کو قتل کرا دیا۔

۹۴۔ مولانا سمش الدین باختری

(بعہد سلطان فیروز شاہ)

”اشیخ الفاضل الکبیر“ فقہ و اصول اور عربی ادب میں خروزرگار تھے۔ دہلی میں بعہد سلطان
فیروز شاہ ان کا درس جاری تھا۔

۹۵۔ مولانا سمش الدین گادرونی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

ممتاز اساتذہ سے تھے۔

۹۶- مولانا شمس الدین دمشقی

«الشیخ الفاضل» فقہ و اصول فقہ اور تصوف میں فخر الاکابر۔ حضرت منیری (شرف الدین) کے رقبہ بیعت سے سرفراز۔ شیخ نے ان کی طرف چند تحریریں حقائق و وجدان پر لکھیں، اور انہیں قصبہ بہار میں تعینات فرمایا۔ جہاں انہیں شہر کی قضاۃ بھی تفویض ہوئی۔ اور اس پر دلوں فائز رہے۔

۹۷- شیخ شمس الدین دہلوی

م ۷۳۲ھ
۱۳۳۱ھ

«الشیخ الفاضل» علوم ظاہری اور طریقت ہر دو میں نخبۃ الامل۔ حضرت سدا ان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی کے رقبہ بیعت سے مفتخر! دلیگیر (دولت آباد) دکن میں آسودہ لحد ہوئے۔

۹۸- مولانا شمس الدین حکیم دہلوی

(بہار سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

«الشیخ الفاضل العلّامہ» دہلی کے اندران کی سند تدریس آراستہ تھی اپنے عہد کے مشہور علما میں سے تھے۔

۱- سیرۃ الشرف (دہلی)

۲- مہر جہاں تاب (دہلی)

۳- برنی (دہلی)

۹۹- مولانا شمس الدین سنائی

م ۱۳۰۴ھ

(لجہد سلطان ناصر الدین محمود ایتیش)

«الشیخ الفاضل الدبیر» - التماس میں برسر عنوان اور نقد شعر و سخن میں بلند پایہ۔
 کتاب اللوائح قاضی حمید الدین ناگوری سے پڑھی اور درسی طریقت میں بابا شکر گنج —
 (فرید الدین مسعود) سے مستفیض ہوئے۔ سلطان محمود صدر کی مدح میں ان کے قصائد میں۔
 اور جب سلطان غیاث الدین بلبن نے زمام حکومت ہاتھ میں لی تو انہیں اپنے فرزند
 شہزادہ لنگر خاں کے ساتھ بنگال میں عہدہ میرمنشی پر مقرر کر کے بھجوا دیا۔ ان کی شاعری کا اعتراف
 حضرت امیر خسرو نے اپنی کتاب غنۃ الکمال کے افتتاحیہ اور بہشت بہشت کے خاتمہ میں
 فرمایا ہے۔ جس پر مولانا سنائی صاحب تذکرہ کو بھی فخر تھا۔ نمونہ کلام ہے: —
 ایں ہمہ کار و لم از تو بہن ادائی خام

دارۂ دوش مرا وعدہ مہلتی خام!

پختہ کردم ہمہ شب چشم و ندانستم کال!

طمعی بعد از ال گو نہ کہ میبدائی خام

ست میدام و بہر حین قومی میکندم

رسمانی است زمین تا بہ پریشانی خام

گفتمش بچ مسلمان نہ خورد خام باین

عزم قومی خوردم ایں است مسلمانی خام

۱۰۰۔ مولانا شمس الدین دہلوی

م ۴۲۲
۱۳۲۱ھ

• الشیخ الفاضل "امیر خسرو" کے بھانجے ہیں۔ طریقت میں حضرت نظام المشائخ سے مستفیض جن کی خدمت میں برسوں ملازمت کی۔ عرصہ وقوفی اور شعر و انشاء کے علاوہ کئی اور علوم پر احاطہ تھا۔

دہلی میں رحلت فرمائی اور اپنے مرشد حضرت شہنشاہ دین کی پائنتی آسودہ لحد ہوئے۔

۱۰۱۔ مولانا شمس الدین الدہار اسیونی

(الدہار ماوہ میں ادا سیون دکن میں ہے)

الشیخ العالم الفقیہ شمس الدین ابن عبدالرحمن خراسانی الہندی۔ ہندوستان کے مشہور علما سے ہیں۔ خراسان کے ملحقہ قریہ دوہون میں پیدا ہوئے۔ عمر کے ۱۸ ویں سال میں پنچے توان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور یہ ہندوستان تشریف لے آئے۔ یہاں انہوں نے خطوط النوسی کی مشق بہم پہنچائی۔

حضرت سلطان المشائخ سے مستفیض ہونے کے بعد حجاز گئے اور حج زیارت سفر فراز ہو کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ مالوہ کے قریہ دہار میں اقامت کریں ہوئے۔ اسیون دکن میں بھی کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ صاحب کرامات و مقامات تھے۔ ان کے کانرار قریہ دہار میں ہے جہاں زیارت و تبرک کے لیے آلے والوں کا تائبندھا رہتا ہے۔

۱۔ گلزار الابرار (دہلی) ۲۔ خزینۃ الاصفیاء ۳۔ مہر جہاں تاب

نے انہیں ایک بخر قطعہ اراضی آباد کرنے کا حکم دیا۔ جو دہلی سے چھ روز کی مسافت پر تھا۔ شیخ صاحب نے اس قطعہ میں ایک بڑا گڑھا کھدوا کر اس میں کچھ مکان بنوائے۔ کوٹھار تعمیر کرائیں۔ اور حمام بنوائے۔ دریائے جمنا سے پانی کے کلابے نکلائے اور اس خطہ میں رہنے لگے۔ انہوں نے بہت سال اور غلہ جمع کر لیا، کیوں کہ یہ دو ایک سال قحط کے سال تھے۔ ابھی انہیں یہاں قیام کرتے ہوئے ڈھائی سال گزرے تھے۔

شیخ کے غلام اس خطے میں دن بھر دریا سے پانی کی روانی کا انتظام کرتے اور رات میں فار کے اندر آکر دروازے بند کر کے سو جاتے۔ اپنے مولشی حفاظت کی جگہ ہیں باندھ دیتے، کیونکہ گرد و لواج کے بہت روڑے چور تھے، جو قریب ہی ایک سر بلند پہاڑی میں آباد تھے

سلطان کی آمد

ایک روز سلطان تغلق شیخ کی ملاقات کے لیے آیا تو شیخ استقبال کے لیے سات میل آگے بڑھا۔ سلطان نے شیخ کی تعظیم کے لیے ان سے معاف کر لیا۔ اور واپس لوٹ گیا۔ شیخ غار میں چلے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد تغلق نے شیخ کو اپنے ہاں ملاقات کے لیے طلب کیا۔ تو انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر بادشاہ نے ایک وفادار ندیم محاصرہ الملک ندر باری کو شیخ کے پاس روانہ کیا۔ جس نے شیخ سے بہت سیٹھی میٹھی باتیں کیں اور بادشاہ کے غضب سے ڈرایا۔ شیخ نے کہا میں کبھی ظالم کے ہاں نہ جاؤں گا۔ محاصرہ الملک نے واپس لوٹ کر بادشاہ کو تمام باتوں کا پتھرنا دیا۔ تو بادشاہ نے شیخ کو گرفتار کر کے بلوایا اور نہ آنے کا سبب پوچھا کہ تو نے کہا تھا کہ میں ظالم ہوں؟ شیخ نے کہا۔ بیشک تو ظالم ہے اور تیرے مظالم میں یہ اور یہ واقعات ہیں! ازاں جملہ تو نے دہلی کو برباد کر دیا۔ اور یہاں کے باشندوں کو ان کے شہر سے باہر لے گیا۔ اس لمحہ بادشاہ نے اپنی تلوار قاضی کمال الدین کے ہاتھ میں دے دی اور کہا اگر شیخ نے سچ کہا ہے تو اسی تلوار سے میری

گردن اڑادی جائے۔ شیخ نے کہا جو شخص اس کام کے لیے تلوار ہاتھ میں لے گا وہ خود قتل کر دیا جائے گا۔

لیکن اے بادشاہ! تو اپنے مظالم سے خود بھی واقف ہے۔

بادشاہ نے شیخ کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر حبس میں بھجوا دیا۔ اور ۱۴ روز تک مسلسل روزانہ بادشاہ شیخ کے پاس محبس میں آتا رہا۔ وہ اپنے ہمراہ فقہا اور شیخ کو بھی لاتا۔ جو شیخ کو ان کے قول سے رجوع کراتے۔ مگر نہ تو شیخ نے اپنے قول سے رجوع کیا اور نہ اس طرح سے میں دانہ پانی حلق میں جانے دیا۔ ۱۴ ویں روز بادشاہ نے شیخ کے لیے کھانا بھیجا تو انہوں نے یہ کہہ کر خوالا لوٹا دیا کہ دنیا سے میرا رزق ماٹھ گیا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے حلق میں غلیظ کے پاخانے لٹکے ٹھونسے جائیں۔ ایسے شہیاد کے لیے متعلق نے کچھ بندو کناس مقرر کر رکھے تھے۔ وہ شیخ کو اوندھے منہ زمین پر گر کر ان کی پشت پر بیٹھ گئے اور غلیظ جو پہلے سے پانی میں حل کر رکھا تھا شیخ کے منہ میں گھول کر ان کے حلق میں اتار دیے۔

بعد ازاں شیخ صاحب کو قاضی کی عدالت میں لایا گیا۔ فقہا اور مشایخ جمع ہوئے۔ ان میں امر بھی تھے سب نے مل کر شیخ سے کہا آپ اپنے قول سے رجوع کر لیجئے مگر انہوں نے منظور نہ لیا۔ آخر کار ان کی گردن اڑادی گئی۔

۱۰۳۔ مولانا شہاب الدین دہلوی

(بعد سلطان علاء الدین محمد شاہ غلی)

”الشیخ العالم المصالح“ علوم کے ساتھ وعظ گوئی میں بھی ماہر تھے۔ انہوں نے دہلی کے اندر متواتر دس سال تک اپنی گرم گفتاری سے عوام کو متاثر کیا۔ ان کے وعظ میں خشیت

اور خوفِ الہی کا عنصر تھا۔ اور آیات قرآنی کے معانی و مفہوم میں یدِ طولیٰ۔ حسبِ موقعہ اشعار پڑھتے اور مناسب حال امرائے ربانی کا تذکرہ کرتے۔ غلط بات ان کی زبان پر نہ آتی۔ سننے والے ڈھارس مار مار کر روتے۔

۱۰۴۔ شیخ شہاب الدین دہلوی

(عہد سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی)

”الشیخ العالم الفقیہ الزاہد الصوفی“۔ مشایخِ چشتیہ سے تھے اور طریقت میں حضرت سلطان المشایخ کی بیعت سے بہرہ مند تھے۔ برسوں اپنے مرشد کے ملازمِ خدمت رہے۔ قرآن مجید الرحمن داور کی سے مفتخر تھے۔ ان کے لہجے سے قرآن دل میں اترتا۔ اسی لیے حضرت مجدد نے انہیں اپنا امامِ حازم قرار دیا تھا۔

مرشد کی رحلت کے بعد آپ دہلی سے دولت آباد (دکن) تشریف لے گئے۔ یہاں برسوں رہے اور بے شمار مخلوق نے آپ سے استفادہ کیا جن میں آپ کے فرزندِ رکن الدین بھی ہیں۔ آخر میں دہلی واپس تشریف لائے اور یہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

۱۰۵۔ مولانا شہاب الدین ملتانی

(عہد سلطان علاء الدین غلجی)

”الشیخ العالم الکبیر العلما“ فقہ و اصول اور ادبِ عربی میں فخرِ الامثال تھے۔ بے برنی نے لکھا ہے کہ آپ عہدِ علاء الدین غلجی میں دہلی کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے۔ ان کا درس ہمیشہ ہماری

رہتا۔ سلطان محمد تغلق نے جب شہنشاہ دین حضرت سلطان المشائخ کو اپنے دربار میں سماع و مزامیر پر مباحثہ کے لیے طلب کیا تو مولانا مذکور بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ لیکن دوسرے حضار مجلس کی طرح آپ نے حضرت سے کوئی بات نہ کہی۔

۱۰۶۔ شیخ شہاب الدین گادرونی

”الشیخ الصالح“ کالی کٹ مدارس ملیبار میں شیخ خالقاہ تھے۔ ان کے لیے اہائی بند اور اہل چین و ہی نذرانے پیش کرتے جو ان سے پہلے شیخ ابواسحاق گادرونی کی خدمت میں گزارتے شیخ شہاب الدین کے بعد ان کے بیٹے فخر الدین کو لمبستی میں شیخ زاویہ کے منصب پر فائز ہوئے جن سے مشہور سیاح ابن بطوطہ کی ملاقات ہوئی۔ اور وہ شیخ کے پاس کو لمب کی خالقاہ میں اترے۔

۱۰۷۔ شیخ شہاب الدین ناگوری

”الشیخ الصالح“ ممتاز الافاضل اور طریقت میں مشہور تھے۔ یہ نعمت انہیں حضرت شیخ شرف الدین منیری کی خدمت میں مدتوں ملازم رہنے سے حاصل ہوئی۔ اور ان کی وفات کے بعد رحلت فرمائی۔

۱۰۸۔ شیخ شہاب الدین دہلوی

”الشیخ الصالح“ المشہور بہ عاشق، فرقہ چشتیہ کے مشائخ کبار سے تھے۔ یہ فیضان انہیں شیخ امام الدین چشتی سے بواسطہ شیخ بدر الدین غزنوی اور عماد الدین سے حاصل ہوا۔

۱۰۹۔ شہاب الدین شاہ کشمیری

”الملك المريد“ بادشاہ شہاب الدین شمس الدین۔ اپنے بھائی علاء الدین کے بعد زمام حکومت ہاتھ میں لی اور عقل و تدبیر سے فتوحات حاصل کیں۔ وہ عدل گستری مجاہد اور بہادر بادشاہ تھے متعدد قلعے اور شہر فتح کیے۔ تبت صغیر کے بادشاہوں اور شہر لکھمی نگر و شہر شہاب پور کے باشندوں سے خراج وصول کیا۔ ۲۰ سال تک داد حکومت دی جس روز گرد و لواح کے ماتحتی کا عرضہ ان تک نہ آتا وہ اس دن کو اپنی عمر کے حساب سے خراج سمجھتے اور اس پر سدا انصاف کرتے رہے۔

۱۱۰۔ شیخ شہاب الدین الزاہدی

(بجہد محمد متخلن)

”الشيخ العالم الفقيه“ اپنے دور کے ممتاز مشائخ میں سے تھے۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں ملازم رہے اور جو کچھ حاصل ہوا ان ہی سے حاصل ہوا۔ میرٹھ سے دہلی تشریف لائے تو متخلن کو ایک تازہ شکار مل گیا۔ اس دور میں بادشاہ مذکور خود کو نبوت کے ادعا کے لیے طیار کر رہا تھا۔ انہیں طلب کر کے اپنا یہ روگ ان کے سامنے بیان کیا۔ یہ تو حق گو ہی تھے سن کر حجاب کھٹے اور جو تان کر ان کے منہ پر رسید کیا متخلن نے انہیں خندق میں پھینکوا دیا۔ مگر یہ زندہ رہے۔ دوبارہ قلعہ پر سے پھینکوا دیا۔ تب بھی زندہ رہے۔ تیسری مرتبہ روح نے قفس عنصری سے پرواز کیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل و کرم کرے اور ان کی برکات سے ہمیں بہرہ انداز کرے۔

۱۱۱۔ مولانا صدر الدین حکیم دہلوی

(بجہد سلطان علاء الدین خلجی)

طیب مزاج اور طب کے ساتھ جملہ علوم الیہ و عالیہ پر حاوی تھے۔ دس طب اور معالجہ دروں کا احترام تھا۔ نہایت زکی الحسن اور نبین شناسی کے ساتھ معالجہ میں دستور سببائی سے فیض یاب برص ان کے علاج سے

۱۲۔ گلزار الابرار (در متن)

۱۳۔ تاریخ فرشتہ (در متن)

بہت جلد ہی شفا حاصل کرتا یہی تخصیص انکے والد حکیم حسام الدین کی ذات میں تھی۔ جو علم و عمل میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

۱۱۲۔ شیخ صدر الدین دہلوی

الشیخ الصالح العابد ابن بطوطہ نے ان کا یہ تذکرہ اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ "صائم الدہر اور شب نوزدہ دار ہونے کے ساتھ دنیا کی ہر شے پر فاتح پڑ چکے تھے۔ تن پوشی کے لیے صرف ایک عبا تھی اور بس! امرا اور بادشاہ حاضر ہوتے تو اکثر ان سے چھپ جاتے۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے فقرا اور مسافروں کے لیے جاگیر پیش کر لے کہا اظہار کیا۔ تو انکار کر دیا اور دوسری مرتبہ سلطان نے دس ہزار دینار پیش کیے تو واپس کر دیے۔

خدا سم نے بادشاہ سے کہا کہ یہ تیسرے روز انتظار کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بھی اس صورت میں کرتا ہوں جب مجھ پر سردار حلال ہو جاتا ہے۔

۱۱۳۔ قاضی صدر الدین دہلوی

الشیخ الفاضل عارف کے لقب سے مشہور تھے۔ اور قاضی منہاج الدین جرجانی کے ہمیشہ زاد تھے۔ جن کی سعی و سفارش سے دہلی کے نائب مقرر ہو گئے اور مددگی اس منصب پر فائز رہے۔ آخر سلطان علاء الدین خلجی نے انہیں قاضی القضاۃ مقرر کر کے اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا اور سید اجل در شیخ الامام کا خطاب دیا۔ یہ ذکر برنی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ قلیل العلم مگر باہمت اور سخت گیر تھے۔

۱۱۴۔ شیخ صدر الدین ظفر آبادی

۱۱۳۲ھ

الشیخ الصالح مولد ملتان اور سن ولادت ۷۸۵ھ ہے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ اپنے دور کے سادہ سے جملہ علوم پڑھے۔ خرقہ خلافت شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانی نے عنایت فرمایا۔ پایادہ سات مرتبہ حج اور زیارت کی۔ آخر ظفر آباد کو وطن بنا کر وہیں آسودہ لحد ہوئے مشہور صاحب ولایت تھے۔

لحہ گلزار الابار (دہلی)۔

۱۱۵۔ شیخ صدر الدین بھکری

”الشیخ الفقیہ العالم فقہ میں فائز تھے۔ ابن بطوطہ نے ان سے بھکری کے اندر کئی عہد میں ملاقات کی۔“

۱۱۶۔ مولانا صدر الدین ساوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ الفاضل الکبیر فقہ و اصول فقہ و ادب عربی میں ممتاز۔ دہلی کے اندر مسند تدریس آراستہ تھی۔“

۱۱۷۔ مولانا صدر الدین گنڈھک

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ الفاضل العالمیۃ المشہور بہ گنڈھک — اساتذہ کبار میں سے تھے۔“

۱۱۸۔ مولانا صدر الشریف سمرقندی

”الشیخ الفاضل العالمیۃ ہیئت دہندہ و نجوم و حساب وغیرہ جملہ علوم حکیمہ میں سربراہ اور وہ اثاث تھے۔ سلطان علاء الدین حسن لہجہ میں انہیں دکن میں عہدہ صدارۃ پر ممتاز فرمایا۔ اور سلطان محمد بن حسن بہمنی نے انہیں مال کی والدہ سمیت شاہی مہارت پرچ و زیارت کے لیے اساتذہ میں بھیجایا۔ برصغیر عہد صدارت پر فائز رہے اور سلطان مجاہد شاہ کے عہد میں گلبرگ میں آسودۂ حجر ہوئے۔ ان کی قبر کاشان قائم ہے۔“

۱۱۹۔ مولانا صلاح الدین مشرکی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ الفاضل الکبیر دہلی میں ان کی مسند تدریس آراستہ تھی۔“

۱۲۰۔ شیخ صلاح الدین ملتانی

۱۳۳۹ھ

«الشیخ الصالح» ممتاز اساتذہ علم و فن سے تھے۔ شیخ صدر الدین ملتانی (دور ۱۳۳۷ھ) سے طریقت میں تربیت حاصل کی۔ دہلی میں سکونت فرما ہوئے اور یہیں آسودہ لحد ہوئے یہ

۱۲۱۔ قاضی ضیاء الدین برنی

«الشیخ الفاضل» علمائے مشاہیر ہیں اور تاریخ و سیاست و احتضار و اتفاقیں اشہر مجالس میں گرم گفتار اور تنقید شعر میں فائق۔ حضرت امیر خسرو اور حسن بکری کے ساتھ شہ مودت و محبت صادقہ مر لوط تھے۔ روزانہ مجلس بریت ہازی سے لطف مند و رہتے۔ بے شمار اشعار دہن میں رہتے جنہیں موت پکڑ نہ کر سکا خراج تحسین حاصل کرتے۔ اسلاف کے واقعات بھی محفوظ رکھتے۔ فقہ میں بھی درک تھا۔ سخاوت میں مشہور اور شیریں سخن میں ممتاز اقران تھے۔ دین میں راسخ اور حضرت سلطان الاولیاء کے سلسلہ بیعت میں منسلک تھے۔

تصانیف

تاریخ فیروز شاہی: عہد غیاث الدین بلبن سے لے کر بادشاہ فیروز شاہ تک ۸۰۰ بادشاہوں کے وہ حالات لکھے ہیں جو مصنف کے مشاہدہ میں آئے اور ۵۵۷ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے یہ

۱۲۲۔ قاضی ضیاء الدین بیالوی

«الشیخ الفاضل» مشہور ارباب فقہاء سے ہیں۔ دہلی میں اس منصب پر فائز تھے اور سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں قاضی الفقہاء کے درجے پر پہنچ گئے اور برہنہ اس منصب پر فائز رہے یہ

۱۲۳۔ مولانا ضیاء الدین دہلوی

«الشیخ الفاضل»۔ ابن ہرثامہ الدین الخطاط۔ یہ خطاب سلطان قطب الدین خلجی نے انہیں دیا۔ جو خود

ایک نو مسلم مکار خسرو خاں کے ہاتھ سے ۱۱۳۱ھ میں واصل بہ جہنم ہوا۔ یہ واقعہ ہم نے اس بادشاہ کے حالات میں (دور ۲۱۲) کے ذیل میں لکھا ہے۔

۱۲۴۔ شیخ ضیاء الدین رومی

”الشیخ الصالح“ مشایخ سہروردیہ میں ممتاز جس میں انہیں شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی سے فیض حاصل ہوا۔ ہندوستان تشریف لائے تو سلطان قطب الدین خلجی نے ان کی بیعت کا رقبہ اپنی گردن میں جمائل کر لیا۔ جس کی وجہ سے آپ ماتحت بادشاہوں اور افرائے حکومت میں عزت کی نظر دل سے دیکھے جانے لگے۔ دہلی ہی میں بادشاہ مذکور کے عہد میں داعی اہل کو لبیک کہا اور بچے منڈل کے قریب دفن ہوئے۔

۱۲۵۔ قاضی ضیاء الدین سمنانی

جن کے ثبات کا تذکرہ شیخ شہاب الدین کے حال میں آچکا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے انہیں شیخ ممدوح کی داڑھی کے بال اکھاڑنے کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کر دیا جس پر تغلق نے شیخ کے ساتھ ان کی داڑھی بھی اکھاڑ دی۔ قاضی ضیاء الدین اعلیٰ پالے کے عالم اور فقیہ تھے۔ سلطان ممدوح نے انہیں تلنگانہ دکن میں جلاوطن کر دیا اور آخر میں وزنگل کی قضاۃ تفویض کر دی۔

۱۲۶۔ شیخ ضیاء الدین نخشی

۱۱۳۵ھ

”الشیخ الفاضل بالحلۃ“ فضل و کمال و شہرہ آفاق۔ درسیات شیخ شہاب الدین بہرہ وی سے پڑھیں اور طریقت کا درس حضرت فرید الدین بابر بن محمد الغزنوی سے لیا جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ حضرت شیخ نخشی زہد و تقویٰ اور استقامت اور تہل الی اللہ میں فرو تھے۔ دنیا اور اس کے متاع سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ طب و سبقتی، شعر و النثر سے دل لہی تھی۔ ان کے تصانیف یہ ہیں:-

۱۔ اخبار الانبار (دوران)

- (۱) شرح دعائے سریانی (۲) شرح قصیدہ فالطیبتی تجدنی (۳) طوطی نامہ — منہاج و حکمت میں نہایت عمدہ عبارت اور عجیب استفادات سے مرصع، منظم و نثر ہر دو سے آراستہ تیس سال میں مکمل ہوئی۔
- (۴) الکلیات والجزئیات — در طب مشتمل پر ادویات مفردہ اس میں اشیا و مافی الباب کے اردو نام ہیں۔
- (۵) سلک السلوک [فارسی - علالت کی چاکشتی سے مملو ہیں۔]
- (۶) چھپل نامہ
- (۷) عشرہ مبشرہ۔
- نمودہ اشعار

نخشبِ نیمروز بازمانہ لباز ورنہ خود را نشانہ ساختن است
عاقبتان زمانہ مے گویند عاشقی با زمانہ ساختن است!

۱۲۷۔ مولانا ظہیر الدین بھکری

«الشیخ الفاضل العلامة» ان کے معاصر میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ بخو، فقہ، لغت میں یگانہ روزگار تھے۔ بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ جن میں شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی ہیں جنہوں نے فقہ و اصول فقہ دونوں میں آپ سے استفادہ کیا۔

۱۲۸۔ مولانا ظہیر الدین اعرج

«الشیخ العالم الکبیر» دہلی میں مسند علم آراستہ فرمائی۔ سلطان علاء الدین خلجی کبھی کبھی آپ کو اپنے دسترخوان پر شمولیت کے لیے تکلیف دیتا۔

۱۲۹۔ شیخ ظہیر الدین ظفر آبادی

«الشیخ الفاضل» — الحسنی الواسطی، مشہور شاعر۔ برہنہ بادشاہوں کی مدح میں رطب اللسان رہے۔ جس کے بعد شہنشاہ دین حضرت نظام الدین دہلوی کی بیعت کا رقبہ حائل کیا۔ مقصایف ہیں:-

(۱) دیوان — اور (۲) رموز المعانی — (قصوف میں مفید) دو کتابیں ہیں۔

دہلی ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔
۱۳۰۔ مولانا عالم بن المحلل اندرپتی

م ۱۳۸۴ھ

الشیخ العالم الاصام البکیر "فرید الدین عالم حنفی، فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں بے مثل ان کے مؤلفات میں فتاویٰ تاتارخانیہ المسمیٰ بہ زاد المسافر ہے جو آپ نے ۱۳۷۵ھ میں مکمل فرمایا۔ یہ انہوں نے امیر تاتار خاں کی خاطر سے لکھا اور انہی کے نام سے موسوم فرمایا۔ بادشاہ فیروز شاہ کا دور تھا۔ اس نے چاہا کہ اس کے نام سے موسوم کیا جائے مگر مؤلف کو جو خلوص اول الذکر سے تھا۔ وہ مانع رہا بلکہ پہلی نے اپنی جامع الکتب کشف الطنون میں لکھا ہے کہ فتاویٰ تاتارخانیہ ضخیم کتاب ہے کئی مجلدات ہیں۔ (۱) المحیط البیرہانی (۲) ذخیرہ (۳) خانیہ (۴) ظہیر یہ — ان میں صرف نمبر ایک کے لیے "مفر" سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ۲ تا ۴ کے لیے ان کے ناموں سے۔

اس کا پہلا باب علم پر مشتمل ہے جس کے بعد تربیب میں ہدایہ کا تتبع ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے اس کتاب کے لیے خان اعظم تاتار خاں نے آمادہ کیا۔ لیکن تاتارخانیہ عنوان کتاب مولف ہی کا مجزہ نہیں۔ بلکہ انہوں نے تو صرف زاد المسافر سے موسوم کیا۔ بعد میں اول الذکر نام مشہور ہو گیا۔

تلخیص زاد المسافر

بعد میں امام ابراہیم ابن محمد عالمی م ۹۵۶ھ نے اس کا تلخیص کیا جس میں کثیر الوقوع مسائل جو کتب متداولہ میں نہ تھے وہ اور کچھ عجیب مسائل درج کیے اور اخذ میں اصل کتابوں کے پورے نام لکھتے ہوئے فرمایا کہ جہاں میں نے لفظ التخلیص لکھا ہے اس سے مراد کتاب شرح التہذیب ہے۔

لیکن زیادہ تر پابندی حوالہ میں انہوں نے صرف لفظ فتویٰ سے کی ہے۔ ایک اور موقع پر علی نے

لے تجلی نور (در متن) لے گلزار الابرار (در متن)

مولف کی تاریخ وفات ۲۸۶ھ لکھ دیا ہے۔ مگر یہ عدد ۲۰ اور ۷ کی تجنیس خطی کا نتیجہ ہے ورنہ ان کا سن ہجری ۲۸۶ھ ہے۔

۱۳۱۔ مولانا عبد العزیز دہلوی

(لعبد سلطان فیروز شاہ)

”الشیخ اللام“ والد کا نام شمس بن بہار النوری۔ ممتاز الافاضل تھے۔

علوم حکمیہ میں بھی انہوں نے کتابیں لکھیں۔ تاریخ فیروز شاہی کے نام سے تاریخ میں بھی ایک تصنیف ہے۔ دوسری کتاب ہے: ہار الہی سنکھتہ الاصل بہت ابن ماراہ نہر۔ یہ کتاب سنسکرت میں ۱۰۴۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس کا ترجمہ فارسی میں ہے۔ اس میں سے ۸ ابواب جو نجوم کے متعلق تھے حذف کر دیے گئے۔ اور کسوف و خسوف و کائنات و علامات بارش و قیافہ و فال وغیرہ پر نہایت اچھی بحثیں ہیں۔

اس کے کتاب گزشتہ صفحہ ”لعبد ازادائے الطیب بحیات و افضل صلوات پر شیدہ نالند“

یہ کتاب سلطان فیروز شاہ کے عہد میں لکھی گئی اور نواب حبیب الرحمن شیروانی رئیس (ضلع علی گڑھ)

۱۳۲۔ شیخ عبد العزیز اردبیلی

”الشیخ العالم الفقیہ المحدث“ فقہ و حدیث میں فخر الامثال تھے۔ دمشق میں امام ابن تیمیہ حرانی۔

(تقی الدین) اور برہان الدین ابن برج و امام ذہبی (شمس الدین) وغیرہ سے اکتساب کیا اور زمانہ محمد متعلق

بلین میں ہندوستان تشریف لائے۔ بادشاہ نے ان کی بے حد تعظیم کی۔ ایک روز دوران ملاقات میں

حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت عباس ابن عبد المطلب ان کے فرزند حضرت عبداللہ اور ان کے لعبد سلطان

عباسیہ کا ذکر ہوا گیا تو سلطان نے مولانا عبد العزیز کی عباس کے ساتھ محبت کے اظہار پر ان کے دونوں قدر

کا بوسہ لیا۔ تنکہ سے بھری ہوئی سیلی منگو کر اپنے ہاتھوں پر اندیل دی اور فرمایا یہ سب آپ کی نظر ہیں۔

۱۳۳- شیخ عبدالغزیز دہلوی

”الشیخ الصالح“ غزیز الدین عبدالغزیز ابن ابوبکر بن عبداللہ بن عبد الرحمن الحسینی البخاری۔ یکے از مشایخ
چشتیہ شجرہ امام رضا سے ملتا ہے مولد و منشا دہلی ہے حضرت سلطان المشایخ سے فیض حاصل ہوا۔ ان کے والد حضرت
ممدوح کے ہمیشہ زاد تھے۔ ان کی لکھا تالیف حضرت سلطان المشایخ کے ملفوظات پر مشتمل ہے جو بے حد لطیف ہے۔
علامہ کرامانی نے سہیل الاولیاء میں لکھا ہے کہ مرشدان سے بے حد محبت کرتے اور علم و عمل میں ان کا حوالہ بیان کرتے۔
انہوں نے قرآن مجید بھی حفظ کیا اور اپنے معاصر اساتذہ سے جمیع علوم و فنون بھی پڑھے جو کچھ پڑھتے اس پر عمل کی کوشش بھی کرتے۔

۱۳۴- شیخ عبداللہ بن محمد دہلوی

م ۷۵۰
۱۱۳۴ھ

”الشیخ الفاضل الکبیر الحلاوتہ“ لقب جمال الدین تھا اور فقرہ کار سے مشہور تھے۔ متقنیف ان کی العباب شرح
اللباب نحو میں ہے جو ۷۳۵ھ میں سلطان غیاث الدین کی خاطر سے لکھی۔ یہ کتاب کتب خانہ خدا بخش خاں شہر پٹنہ
میں موجود ہے۔ ان کی دوسری کتاب شرح تنقیح الاصول صنفہ صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود المجہوبی ہے اس شرح
پر شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی م ۷۸۹ھ کا حاشیہ ہے۔ جیسا کہ چلیپی نے کشف الطنون میں لکھا ہے۔

۱۳۵- قاضی عبداللہ سیالوی

”الشیخ الفاضل الکبیر ممتاز الافاضل“ بیانہ میں ان کا درس جاری تھا سرکاری طور پر عہدہ قضاۃ پر بھی فائز تھے۔
شیخ دانیال ابن حسن العباسی العلوی سترکی بر ۷۹۵ھ نے آپ سے پڑھا اور آپ کی دفتر سے سترکی کا نکاح ہوا۔

۱۳۶- مولانا عبدالکرم شہروانی

”الشیخ الفاضل الحلاوتہ“ فقہ و اصول میں امام الوقت تھے۔ دہلی میں بزبانہ سلطان غیاث الدین متعلق درس
جاری تھا۔ ان کے تلامذہ میں شیخ نصیر الدین محمود ابن یحییٰ الادوی ہیں جنہوں نے لے ہدایہ اور اصول بزدوی تک

۱۳۷۔ قاضی عبدالمقصد رکن دہلی

آپ سے پڑھا۔

ابن محمود ابن سیماں الشریحی الکنذی القاضی منہاج الدین ابن القاضی رکن الدین تھانیسری دہلوی۔
 "الشرح الامام العالم الکبیر" تھانیسری میں پیدا ہوئے اور دہلی میں خیر و صلاح کے ساتھ نشوونما پائی۔ عربی زبان میں
 ملکہ حاصل کیا۔ ادب و انشا میں باکمال تھے۔ عربی شعروں پر نقد کرتے۔ شیخ سمش الدین محمد بن یحییٰ اللادھی کی
 خدمت میں ملازم رہے اور ان سے درسیات پڑھے۔ کشف و نزہوی شیخ ممدوح اودھی سے پڑھے جن کی خدمت
 میں اکثر و بیشتر خاضری دیتے اور علمی مطالب حل کرتے۔ وہ علوم متعارفہ پر نہایت مستحسن طریقے سے گفتگو کرتے۔
 تلامذہ بہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور ان کے پوتے (ابوالفتح عبدالحی بن عبدالمقصد) اور بہ شمار دیگر افراد
 عربی میں برجستہ اشعار کہتے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ان کا یہ قصیدہ ہے۔

سلم علی ذی ازلی و ایلہ ثم سل
 صید الاسود و مجتہد الدل و النخل
 حتی یجیب عنہم شاہد الطل
 اطل الیہا مثل اجفان بلا مثل
 بدیتا من القلب معور ابل حول
 والجور فی الخور مثل یحییٰ فی الوحل
 فرقاً جلیلاً العظم الساق و الکفل
 احلی من الامن عند الخائف الوحل
 بالبیض و السمر فی اعلیٰ ذری الجبل
 والذنب فی کسلی و القوم فی شغل
 لہ براثن کالعصاة الذبل
 و صید غیری من طلی و من وعل
 کلا فانی عقیف العقول و العمل
 ذیل البیتل و التقویٰ علی زحل

یا سالت طعن فی الاسحار و الاصل
 عن الظیاف التي من رابها ابداء
 و عن ملوک کرام قد مضوا خددا
 اضمحت اذ البعدت عنها کرا عبا
 فندی فوادى اعرابية مسکنت
 تجلده لوصول المستهام بها
 کانها ظبية لکن بینهما
 خیالها عند من یجوى زیارتها
 کیف السبیل الیہا بعد ان حفظت
 طوقتها فجاة و اللیل فی حذل
 قالت للویل خلاخفت من اسد
 فقلت انی صلیک صیدہ اسد
 قالت فمما ابتغی لا منع قلت لہا
 و انی رجل من معشر سجبوا

لا يطعمون ولكن كان رديهم
اسد اذا منخطفوا فاعادوهم
ما قال قائلهم لوي الواحد هم
يا طالب الحياه في الدنيا تكون غذا
يا طالب العز في العقبى بلا عمل
يا ايها الطفل انت الطفل في اهل
يا من تطاول في البنيان معتمداً
لانت في غفلة والموت في اثر
واقف من العيش بالادنى وكون ملكا
ثم اغتتم فرصة من قبل ان ضعفت
ولا تكن ليزيد الرزق مضطرباً
لا تغتر رانت في الدنيا فان بها
الحالة اكملت كالحصا واديت
ولا مناص من الله العزيز وان
يا ايها الناس ان العمر في سفر
ان المخايا بلا شئ لا يتسه
لله در فقير ما لك ابداء
ولم يكن فخره الا الجزة من
محمد خير خلق الله قاطبة
له المزاي بلا نقص ولا شبه
له الكرام اجهى من نجوم دجى
له الفضائل اجدى من عصا كثر
له الجمال اذاما الشمس قد نارت

اعطاه ما ملكه اسما لعارض المظل
قوم اذا فرحوا اعطوا ابداً مل
لو كنت من مازن لم تستبح ابنى
على شفا حفرة النيران والشعل
هل تتفضل فيها كثره الامل
وشمس عمرك تنال الى الطفل
على القصور وخفض العيش والطل
ليعد وروى يده مستحكة الطول
ان قناعة كثر عنك لم ينزل
قراك من سطوة الامراء والعلل
واقف بما قسم القسام في الازل
من عزيز فكن منها على وهل
حيالة قتلت من جاهد بالجميل
فريت منه الى الدماء والقلل
وان اوقا تكلم الله كالظلسل
وانت في المني والمين والكسل
وزى خصاص بفضل الله مكتمل
اعى الاعاجم والاعراب بالدول
هو الذي جل عن مثل وخرج مثل
له العطايا بلا من ولا بدل
له العزائم امضى من قنا البطل
له الشئائل احلى من جنى النخل
اليه قالت الاياليات ذلك لى

النصر قادمة والفتح خادمة

يا اعظم الناس من حاج ومعتز

اقتنا بكتاب جل منفعة

لجئت بالمللة البيضاء راسخة

انجحت كل يلخ بالكتاب كما

اضحى طلوع بالشمس الضحى ابداً

ام التمني اذا جاعك مسألة

فداك اكثر لا يقتضى ابداً

وعزت طيبك للكفار ضائرة

لصحبك الخرباق فضلهم ابداً

واهل بيتك فينا رحمة نزلت

ياسيد المرسلين المعصومين ادم

كلماهما عن حماة غير متحل

واكرم الخلق من حاف ومنتحل

وجئنا بسبيل ناسخ السبل

عفا بها سائر الايام وليل

بجارت بالسيف اهل الجدل

وقد غنت عن الميزان والحمل

ارحمتها وهي في عقر مع الحمل

لكن ادخاها اندى من ندى السبل

مسيرة الشجر مثل الورود للجبل

وفضل امتك الزهر لم يزل

اهل الطهارة عن حبس وعن حل

شفاعة لعبيد صارع وجل

قریباً۔ اے صبح و شام کے دھندلوں میں صبح نشانی پر تیر لگانے والے اسلامی بھیج وار سلمیٰ پر اور
 آئینہ بہا! پھر تو باخبر ہو ان ہر نیول کے متعلق جن کی عادت شیر دل کا شکار کرنا ہے۔ اور پوچھو تو
 ان شاہان بزرگ کے متعلق جو صدیوں سے گزر چکے ہیں یہاں تک کہ کچھ جواب دے پہاڑی محشوقہ۔
 — چاشت کا وقت ہو گیا۔ جب دور ہو تو اس سے اور اس کے ابھار مانتدیلوں کے بے مثل ہیں۔

— قربان ہو میرا دل اس زن بدویہ پر جو مقیم ہے دل کے گھر میں۔ وہ مجبورہ جو اپنے وصال

کا حصہ دینے میں بہت تکلیف ہے سخاوت کسی حسین کے یسا تھی ہی محبوب ہے جتنا کہ نخل مزو جو ان

کے لیے۔ گویا وہ (محبوب) ایک پر نی ہے لیکن ہر نی اور اس میں بہت بڑا فرق ہے۔

کو لھوں اور نیڈلی کی ہڈیوں کی وجہ سے۔ اس کا تصور اس شخص کے لیے جو اس کے دیدار

کا خواہاں ہے، زیادہ شیریں ہے ایک بزدل ڈرے ہوئے آدمی کے لیے امن سے۔ کیا ذریعہ

ہے اس تک رسائی کا جب کہ محفوظ کر دی گئی ہیں سپہر و سیہ سے پہاڑی چوٹیاں۔ ایک

شب اچانک میں اس تک جا پہنچا۔ رات تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اور بھیڑیا تھا کا ماندہ تھا اور بستی

تاڑنوش میں مصروف تھے۔۔۔۔۔ مجبور بنے مجھ سے کیا۔ ارے تیرا ناس جاٹے۔ تجھے شیر سے بھی
 ڈرنے لگا جس کے دانت نیزے کی اتنی جیسے تیز ہیں۔۔۔۔۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تو
 اس کا غلام ہوں۔ جس کا شکار شیر ہے اور میرا سوا کسی ہرن کے شکار کرنا اسے گوارا نہیں۔۔۔۔۔
 اس نے کہا کہ جو تو چاہتا ہے اس کی راہ میں کوئی مانع نہیں۔ میں نے کہا، مجھے کوئی خواہش
 نہیں۔ میں تو قول و عمل میں بڑا پاک باز ہے۔۔۔۔۔ میں ایسا شخص ہوں جس کا متعلق اس گروہ
 سے ہے جنہوں نے تقویٰ اور پاک بازی کے دامن بڑھل کو ڈھانک رکھا ہے۔۔۔۔۔ انہیں کسی شے
 کی خواہش ہے نہ طمع ہے لیکن ان کی عادت میں سے ہے اپنی ہر ملکیت دوسروں کو دے دینا ہے۔
 جب خفا ہو جائیں تو غصے میں اپنے دشمنوں کو ملیا سیٹ کر دیں، وہ ایسا گروہ ہے کہ خوشی کے عالم میں اپنا
 سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔۔۔۔۔ ایک شخص نے ایک روز ان کے ایک فرد سے کہا بہتر تھا کہ تم میرے
 اونٹ کو مباح نہ سمجھ لیتے۔۔۔۔۔ اے دنیاوی جاہ و عظمت کے خواستگار، کل تو شعلے
 والی آگ کے گڑھے کے کنارے پر ہو گا۔۔۔۔۔ اے آخرت میں بلا عمل عزت حاصل کرنے کے
 خواہش مند! کیا تجھے اس بارے میں طول اہل فائدہ پہنچا سکتی ہے؟۔۔۔۔۔ اے نو عمر بچے!
 تو اپنی آرزوؤں میں کبھی بچہ ہی ہے۔ حالانکہ تیری عمر کا سورج ڈھل گیا ہے۔۔۔۔۔ اے وہ
 جس نے بہت وسیع محلوں میں عمدہ ستون بنا کر فراخی حاصل کر لی ہے اور آرام و راحت کو پھیل کر دیا ہے۔
 مبتلا ہے تو غفلت میں اور موت تیرے متعاقب میں ہے۔۔۔۔۔ اس کے ہاتھ میں مستحکم اور طویل
 نیزہ ہے۔ دنیاوی تخلص سے قانع ہو جا اور بادشاہ بن جا کیونکہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی
 زوال پذیر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ پھر فرصت کو غنیمت سمجھ اس سے پہلے کہ تیرے قویٰ امراض سے کمزور ہو جائیں۔
 ۔۔۔۔۔ اور نہ ہو جا تو رزق کی زیادتی کے لیے وقف۔ بلکہ قناعت کو اس پر جو تمام ازل نے تیرے حصے
 میں دے دیا ہے۔۔۔۔۔ اور یہ غرور نہ کر دنیا جب کسی کو عزت دیتی ہے تو تجھے اس کی طرف سے
 خطرے کا اندیشہ رہنا چاہیے۔۔۔۔۔ جس نے بلی کی مانند اپنے ہی لومو کو دکھا لیا۔ یہ کیسی حرافہ ہے جو
 اس کے پاس پہنچ گیا اس کو مکرو فریب سے قتل کر دیتی ہے۔۔۔۔۔ اور کوئی جاٹے پناہ نہیں، اللہ عز و جل سے

اگرچہ تو اس سے بھاگ کر چڑھ جائے پہاڑ کی چوٹی یا اس کی کسی غار میں چھپ جائے۔ اسے لوگوں کا مسلسل ایک سفر ہے اور ہمارے اوقات اور ذات باری کا معاملہ آئیں میں سائے کا سلب ہے جو غروب آفتاب کے قریب بڑا ہوتا جاتا ہے۔۔۔ موت بغیر شک و شبہ کے آئے گی اور تم ہو گے جہاں آرزو میں۔ تنکان اور کسل کے درمیان۔۔۔ اور نہیں ہے فخر مگر اس شخص کی عزت و وقار سے کہ جس نے عاجز کر دیا عرب و عجم کی حکومتوں کو۔۔۔ وہ ذات محمد کی ہے جو مخلوق میں سب سے برگزیدہ ہے بلا شک و شبہ وہی ذات ہے جو اپنے معاصر و اعیان سے بزرگ ہے۔۔۔ اہل کے فضائل ہیں جن کے اندر نہ کوئی خامی ہے اور نہ کسی شک و شبہ کی گنجائش۔ اس کی لوازمات کی نہ تو مکانات سے اور نہ احسان جتنا اس کا دستور۔۔۔ اس کے اوصاف مثب تاریک کے تاروں سے روشن اور اس کے عزائم مؤثر ہیں جہی کی تلوار سے۔۔۔ اور اس کے فضائل عاصا سے زیادہ مستحکم ہیں اور اس کے عادات مشد سے شیریں اور اس کا جمال جب سورج پر نظر ڈالتا ہے تو حیرت سے کہتا ہے کاش یہ چال میرے حصے میں آتا۔۔۔ خدا کی مدد اس کی پیش رو ہے اور فتح اس کی خاوم۔ یہ دونوں اس کی حفاظت اور پناہ سے محروم نہیں۔۔۔ اے ان تمام لوگوں سے بزرگ جنہوں نے حج یا عمرہ کیا اور تمام ان لوگوں سے فائق جو ننگے پیر یا پن کر چلتے ہیں۔۔۔ لایا تو ہمارے لیے ایک ایسی کتاب جس کا نفع بہت زیادہ ہے اور تو نے ہمیں ایسا مذہب عطا کیا جو تمام مذاہب کا ناسخ ہے۔۔۔ بھیجا گیا ہے تو ملت ہینا کے طرف جو کہ بچتہ ہے اور منٹ گئے اس کی وجہ سے تمام ادیان و اقوام۔۔۔ گونگا ہو گیا برہمن اور بلخ اس کتاب کے مقابلے میں عجیب تو نے مقابلہ کیا طاقتور اور جنگ جو لوگوں سے۔۔۔ تیرا ظہور ہمیشہ آفتاب نصف النہار کی مانند رہا اور تو برج میزان اور حمل سے بے نیاز ہو گیا۔۔۔ آرزو اور تمنا کی مان جب تیرے پاس ساندہ ہو کر آئی تو تو نے اسے لوٹایا اس حالت میں کہ وہ حاملہ ہونے کے باوجود عقیم تھی۔۔۔ تیری سخاوت ایسی ہے جو ختم نہیں ہوتی۔ اس سخاوت کا کم از کم حصہ زیادہ رواں ہے راستوں کی یکسانی سے۔۔۔ تیرا عرف منکروں کو نابینا کرنے والا ہے۔۔۔ تیرے مبارک اور منور ساتھ جن کی فضیلت ہمیشہ مسلم رہے گی اور نہ کبھی تیری امت کی بزرگی ختم ہو گی۔ اور تیرے اہل بیت ہمارے لیے رحمت ہیں جو خدا کی طرف سے رحمت اور غلاظت سے پاک کرنے والے ہیں۔۔۔ یا سید المرسلین! اپنی شفاعت کو عام رکھو۔ اپنے اس غلام کے لیے جو میدان میں گر چکا ہے اور جس کے رخصتار گرد آلود ہو چکے ہیں۔ کیا میں اس کا ذکر کروں یا ذکر سے مجھے پچالیا ہے تمہاری جہانے تمہاری جہاں اس کے ذکر سے زیادہ حسین ہے۔۔۔ پس جلدی کر اس شخص کے لیے جو آیا ہے تیرے محل میں ملاقاتی بن کر اس کے فرض کی ادائیگی میں۔ اس لیے کہ اس کا فرض خواہ مطالبے میں بہت جلدی کر رہا ہے۔

۱۳۸- شیخ عثمان ابن داؤد ملتانی

م ۴۳۹
۱۳۳۵ھ

الشیخ الصالح المتبحر العمري - فخرہ چشتیہ کے بزرگ ہیں۔ طریقت حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی سے حاصل کی۔ ایک مدت تک مدبرج کے ملازم رہے۔ اور زیارۃ حرمین کے لیے شد در حال فرمایا۔ دہلی واپس آئے تو پیر در شدت سے جمعہ کے روز ملاقات کی جو ایک گونہ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ یہ ملاقات جامع مسجد میں ہوئی۔

شیخ نے فرمایا:-

جو شخص حج بیت اللہ سے شرف یاب ہو، اسے مناسک

حج ادا کرنے کے بعد از سر نو زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

نیت کر کے اسی لمحہ مدینہ منورہ روانہ ہو جانا چاہیے۔

شیخ عثمان یہ سننے کے بعد لٹے پاؤں مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور زیارۃ کے بعد دہلی واپس لوٹے۔

جب محمد تھانی نے دہلی کے تمام باشندوں کو ہانک کر دولت آباد بھجوا دیا تو مدبرج گجرات چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ عالم کبیر تھے۔ فقہ و اصول فقہ اور قصوف ہر ایک کے اندر مبلغ لفظ حاصل تھا۔ مندرجہ ذیل کتابیں حفظ کرتے رہے۔

ہدایہ، مزی وی، قوت القلوب، البوطالب، مکی۔ احیاء العلوم، غزالی۔

۴۳۹ھ میں حضرت سلطان المشایخ نے اپنے جن دس غلیفوں کو ارشاد و تلقین کا اجازہ مرحمت فرمایا۔ شیخ مدبرج ان میں سے تھے۔ گجرات میں داعی اہل کولبیک کہا اور وہیں آسودہ ہو گئے۔

۱۳۹۔ شیخ سراج الدین عثمان اودھی

م ۴۵۸
۱۳۵۴ھ

«الشیخ العارف الکبیر» سالک براہ طریقت عتقوان شہاب میں دہلی وارد ہوئے اور حضرت نظام الدین اولیاء کی بیعت سے انسلاک نصیب ہوا۔ حسن صورت اور سیرت بہرہ مند لیکن فضائل علم سے غازی تھے جس پر مرشد نے افسوس کے لہجے میں فرمایا کہ شیخ جاہل شیطان کا کھلونا بن جاتا ہے۔ اس پر مولانا فخر الدین زراوی (رحمۃ اللہ علیہ) آپ کے پڑھانے پر متوجہ ہو گئے۔ ان کے لیے صرف میں کتابچہ لکھا۔ اس کا نام عثمانیہ رکھا اور مولانا حبیب تک عیناث پور میں رہے کبھی ان کی طرف سے غفلت نہ ہوتی۔ ان کے بعد عثمان صاحب شیخ رکن الدین اندرشی کے کے حضور زانوئے لوب تکبیا۔ ان سے کافیہ مفضل اور قدوری و مجمع البحرین پڑھا۔

اوپر شیخ حضرت سلطان الاولیاء کی رحلت کے بعد ۲۰ سال تک پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام علوم میں ملکہ حاصل ہو گیا۔ اب تدریس و فتویٰ دینے لگے۔

آخر میں دہلی سے بنگال تشریف لے گئے۔ وہ فقر میں اس درجے پر آپہنچے جس سے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ ان کے مریدوں کی تعداد شمار سے باہر ہو گئی۔ ہندوستان کے ہر خطے کے اندران کے مرید تھے۔ لوگ صاحب ترجمہ کی قرأت کو مستحبات سے سمجھتے اور ان سے تبرک حاصل کرتے۔

۱۴۰۔ قاضی فخر الدین عثمان ملیباری

م ۴۳۸
۱۳۳۲ھ

«الشیخ الفاضل الکبیر» فقہ و اصول فقہ میں ممتاز اور کالی کٹ میں قاضی تھے۔ ابن بطوطہ

نے ان سے ملاقات کی۔

۱۴۱۔ شیخ عثمان بن منہاج سنائی

«الشیخ الصالح» ابن کے دوا قاضی حمید الدین اپنے دور کے ممتاز شیعہ تھے۔
 شیخ عثمان کا مولد و منشا نام ہے۔ بلوغ حاصل ہوا تو تلاش رزق میں دہلی تشریف لائے۔
 یہاں حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سے نیاز حاصل ہوا۔ تو ان کے ملازم ہو گئے۔ حتیٰ کہ ان
 کے ہمراہ ملتان پہلے آئے۔ جہاں قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے دور کے اساتذہ عظیم و رفیع سے درسیا
 پڑھیں۔ شیخ رکن الدین ممدوح سے عوارف کا درجہ اپنے کے بعد حرمین شریف کا قصد فرمایا اور
 حج و زیارت کے دوران میں ۳۰ سال تک حجاز میں قیام رہا اور ملتان لوٹ آئے۔ تب شیخ رکن الدین
 نے انہیں خلافت تفویض کرنے کے بعد شہنشاہ دین حضرت نظام الدین اولیاء کے حضور حاضر ہو
 کا حکم دیا۔ جن کے فیضان سے حال و وجد کی عطا نصیب ہوئی۔ سماع سے بھی دل بہتگی ہو گئی۔

۱۴۲۔ شیخ غزال الدین زبیری

«الشیخ العالم الفقیہ» فقہ و اصول فقہ میں فخر الائمہ تھے۔ ابن بطوطہ نے ان سے چندیری
 میں ملاقات کی۔ اس عرصہ میں آپ امیر غزال الدین کے ہاں مقیم تھے جو ان کی بے حد تعظیم
 کرتے تھے۔

۱۴۳۔ امیر غزال الدین بتانی

م ۷۴۱ھ
 ۱۳۴۹ء

المعروف بہ اعظم ملک۔ مالوہ کے اندر امیر الامراء۔ اور چندیری میں سکونت تھی۔

ابن بطوطہ نے ان سے ملاقات کے بعد ان کے حالات لکھے ہیں۔ بہت نیک اور علوم سے بھی آشنا تھے۔ ان کی مجلس میں علماء جمع ہوتے۔ خصوصاً فقیہ عزالدین زبیری (رحمۃ اللہ علیہ)، فقیہ وجہیہ الدین بیالوی۔ فقیہ قاضی خاصہ اور ان کا امام شمس الدین۔ امیر مدوح صرف جمعہ کے روز دولت کدہ سے نکلتے اور اس دن کے علاوہ شافروں اور

۱۲۴۴۔ شیخ عزیر الدین دہلوی

”الشیخ الصالح الصوفی“۔ حضرت بابا شکر گنج کے تواسے۔ علوم قاضی محی الدین کاشانی سے بڑھے۔ تربیت حضرت نظام المشایخ صاحب سے حاصل ہوئی۔ اور انہی کی بیعت کا رقبہ گردن میں حائل کیا۔

تخصیص

تحفۃ الابرار و کرامت الابرار ہے۔ نہایت لطیف جس میں اپنے شیخ حضرت نظام المشایخ کے ملفوظات جمع کیے۔ یہ ان کی وفات دہلی میں ۱۲۴۴ھ میں ہوئی۔

۱۲۴۵۔ مولانا عضد الدین دہلوی

دبیر سلطان محمد تغلق

”الشیخ الفاضل العلما“ منطق و فلسفہ میں درجہ کمال حاصل تھا۔ سلطان محمد تغلق نے دلی عہد ہی کے زمانے میں آپ سے پڑھا۔ اور بادشاہ مقرر ہونے کے بعد ۴۰ ہزار تنگہ خدمت میں پیش کیے۔

۱۴۶۔ مولانا عقیف الدین کاشانی

”الشیخ العالم الفقیہ“ بزرگی اور پرہیزگاری میں معروف تھے۔ دہلی میں بادشاہ محمد تغلق نے انہیں قتل کرادیا۔ یہ قصہ ابن بطوطہ نے اپنی کتاب میں قلم بند کیا ہے۔

”اسی سال میں محتط پڑ گیا اور سلطان نے شہر سے باہر آب پاشی کے لیے کلاب کھودنے کا حکم دیا۔ تاکہ زراعت میں ترقی ہو۔ لوگوں کو تخم زری کے لیے غلہ اور دوسرا سامان زراعت دیا۔ یہ واقعہ صاحب ترجمہ مولانا عقیف الدین لے سنا تو کہا کہ اس قسم کی کاشت کاری سے کوئی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ چیل خوروں نے بادشاہ تک یہ بات پہنچادی۔ مولانا کو طلب کر کے تعلق لے پوچھا ”آپ نے بادشاہی امور میں کیوں دخل دیا؟“ اور کچھ مدت مجلس میں رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ مولانا مجلس سے نکل کر جہاں سے تھے تو راستے میں ان کے دوستانہ افراد مل گئے۔ انہوں نے دیکھ کر فرمایا ”شکر ہے اس خدا کا جس نے آپ کو قید سے نجات دلائی“ مولانا نے فرمایا۔

”الحمد للہ الذی بخانا من القوم الظالمین“ ”شکر ہے اس ذات کا جس نے ہمیں ظالم قوم سے رہائی دلوائی“ اور عینوں صاحبوں نے اپنی اپنی راہ پکڑ لی۔ مگر ان میں سے ابھو کوئی اپنے گھرتک نہ پہنچا تھا کہ تغلق کو یہ بات پہنچ گئی۔ اور ہر سہ افراد گرفتار ہو کر دربار میں پیش ہوئے۔ تغلق نے مولانا کے لیے یہ حکم نافذ کیا کہ ان کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھ کر سر قلم کر دیا جائے۔ اور سینے کا کھنڈر اس سے بھی قطع کر دیا جائے۔ اور ان دونوں کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ انہوں نے یہ حکم سن کر کہا۔ مولانا تو اس سزا کے مستحق ہوں گے۔ مگر ہمارا کیا قصور ہے؟ تغلق نے کہا تم نے ان سے سنا اور جواب نہ دیا۔..... گویا تم بھی ان کے موافق تھے۔ اور وہ دونوں بھی قتل کر دیے گئے۔

۱۴۶۔ شیخ علاء الدین الندی

۹ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

”الشیخ العالم الفقیہ۔۔۔۔۔ زائد اور۔۔۔۔۔ صلاح میں مشہور۔ شیخ معین الدین
کراچی سے پڑھا۔ اور طریقت میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے فائز الحرام ہوئے۔ خرقہ خلافت
عطا ہوئے کے بعد شیخ محمد بن یوسف الحسینی الدلوہی کے ہمراہ دکن روانہ ہوئے۔ قریہ الہند
نواح گلبرگہ میں طرح اقامت ڈال دی۔ مدتوں شیخ موصوف کے ملازم رہے۔ شیخ سعید الکنہائی
(م ۱۳۴۹ھ) ماہِ رجب نے ان سے کتاب طریقت کیا۔ ان کی قبر پر بادشاہوں نے عالیشان
قبے تعمیر کرائے۔

۱۴۸۔ شیخ علاء الدین الاودھی

م ۱۳۴۲ھ

”الشیخ الفاضل بالعلمۃ۔۔۔۔۔ مشہور بہ فیہی۔ بڑے مشائخ میں سے تھے۔ درسیات
شیخ الاسلام فرید الدین شافعی اودھی اور دوسرے علماء سے پڑھے۔ حتیٰ کہ تدریس و فتویٰ دہی
کے تمام پرآ پہنچے۔

اور طریقت میں حضرت سلطان الاولیاء سے مستفیض ہونے کے ساتھ دہلی میں طرح اقامت
ڈال دی۔ درس و تدریس اب بھی جاری تھا۔ بڑے پار ساز زائد اور مستقیم فی الدین تھے۔ اطاعت
پر طبعی میلان تھا۔ تدریس پر کسی قسم کا معاوضہ یا تحفہ قبول نہ فرماتے۔ نہ کسی سعادت مند کی بیعت
لیتے۔ اس پر فرماتے کہ اگر میرے مرشد زندہ ہوتے تو میں خلافت انہیں لوٹا کر عرض کرتا کہ میں اس
امانت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ یا میں ہمہ ایشہ مرشد کے اتباع زہد و تقویٰ اور عزیمت میں ہمیشہ
سرگرم رہتے۔

نیز ان کے ملفوظات فوائد الفوائد کا مطالعہ جاری رکھتے۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ آپ پر حجبہ میں وعظ فرماتے۔ بے شمار لوگ توبہ کر کے

مخلوق ہوتے (صوفیا میں سر کے بال منڈوا دینا مخلوق ہے اور یہ بیعت کا مقدمہ ہے) ان پر وجد طاری ہو جاتا اور غش کھا کر گر پڑتے۔ یہ منظر میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے۔ ایک مجلس میں قاری نے

آیت ————— **وَيَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ**۔ یوم تروخا
فذهل كل مرضعة عما أرضعت وتضع كل ذات حمل حملها وترى الناس السكاکی
وما هم بساکی ولكن غذاب الله شدید) ؕ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو! اور یاد رکھو کہ قیامت
کا زلزلہ نہایت ہولناک ہے۔ اور وہ الیسا دن ہو گا جس میں
اے شخص تو بھی دیکھے گا کہ ماں اپنے گود کے بچے کو بھول رہے
گی اور زن حاملہ اپنے پیٹ کے بچے کو گرا جیے گی اور تمام مخلوق
جیسے مدبوش ہے۔ اگرچہ وہ مدبوش نہ ہوں گے بلکہ خوف سے
ان کی یہ حالت ہو گی کیونکہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

یہ آیت سن کر ایک کونے سے کسی نے زور سے چیخ ماری۔ پھر دوسری چیخ ماری
اور حیاں بحق ہو گیا۔ میں (ابن بطوطہ) بھی نمازیں میں تھا۔ اور اس کا جفا
بھی ٹپھا۔

۱۴۹۔ الامیر علاء الدین برہنی

(عبدالسلطان علاء الدین خلجی)

الامیر الکبیر علاء الدین علاء الملک ابن بارہیک برلاس۔ عزیمت میں مصروف لوگوں میں تھا اور سیاست و فضائل اور دانش میں بچتہ، وہ قاضی ضیاء الدین برہنی مؤلف تارخ فیروز شاہی کے عم بزرگوار تھے۔ سلطان محمود نے انہیں ۴۹۹ھ میں کٹھہ اور اس کے پرگنہ کا سربراہ مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہاں سے ہٹا کر شہر دہلی میں اسی منصب پر تعینات فرما دیا۔ اس دور میں دہلی کی شہری منزلت اس درجہ پر تھی کہ سلطان ہی اس عہدہ پر کسی کو مامور کر سکتا تھا۔ ایسا شخص محافظ شہر اور خزانہ سرکاری کا نگہبان بھی ہونا ضروری تھا۔ اس امیر کا لقب علاء الملک تھا اور یہ علم و فراست اور دبیرہ و سخاوت اور تدبیر میں مشہور تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب سلطان علاء الدین کا فتوحات کی کثرت سے دماغ آسمان پر جا پہنچا تو اس نے اپنے درباریوں پر دو مسئلے پیش کیے۔ ۱۔ کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت مرتب کی۔ اسی طرح میں بھی شریعت تدوین کروں تاکہ میرا نام قیامت تک رہے۔

۲۔ میں طرح سکندر اعظم نے لکھ دنیا کو فتح کر لیا اور جب وہ اس ارادے کے لیے نکلا۔ تو اپنے وزیر کو اپنا نائب مقرر کر کے نکلا۔ اسی طرح میں اپنی بادشاہت پر اپنے کسی خواص کو اپنا نائب مقرر کروں اور دنیا بھر میں فتح کر کے نام حاصل کروں؟ مگر اس نے دربار بادشاہ کے خوف سے خاموشی کے سوا کچھ نہ کہتے۔ یہاں تک کہ لکھ رفر بادشاہ نے علاء الملک (صاحب تذکرہ) سے برسر دربار اس بارے میں مشورہ طلب کیا تو علاء الملک کچھ دیر تک سر نیچے کیے بیٹھا رہا۔ اپنا یہ جائزہ لیا کہ میں تو کبریا کی وجہ سے گزر کر کے کار سے بیٹھا ہوں۔ مجھے سلطان سے ڈرنے کی بجائے صاف اور سچی بات کہہ دینی چاہیے۔ ورنہ شہادت کی موت ہے۔

اور جب سلطان واپس دارالسلطنت میں آئے گا ارادہ کریں تو وہ بدعہدی نہ کرے۔ اور ایسا کون نائب ہے جو اسطاطا میں کی مانند اس کنڈر کی تبدیلی ۳ سال تک دارالسلطنت میں نیابت کر سکے۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔

علاؤالملک نے کہا کہ آپ کے لیے سب سے پہلی مہم یہ ہے کہ ہندوستان کے جنوبی شہروں میں سے بیجاپور اور چندریچ سے لے کر سمندر تک فتح کرتے ہوئے جا پھنیں اور دہلی سے شمال کی طرف لغمان و کابل تک کو اپنے زیر نگیں کر لیں کیونکہ یہی خطے ڈاکوئوں اور مفسدوں کا ملجا ہیں۔ اگر آپ ان پر قابض ہو جائیں تو ہندوستان اسن اور اطمینان سے بہرہ مند ہو جائے۔ دوسری کوشش اپنی سلطنت کی حدود کو فتنہ تاتار سے روکنے کے لیے مضبوط کرنا چاہیے۔ وہ ہندوستان میں آنے کا طمع تو کر رہے ہیں اور اپنے لیے کسی فرصت کے انتظار میں ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو قتل و غارت ان کا مشغلہ ہی ہے۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ بادشاہ سلامت نے اپنے لشکر کسی اور طرف بھیجے ہوئے ہوں۔ اور خطرہ اپنے پاؤں جا کر رہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ شرب نوشی اور عیش و عشرت چھوڑ

دیں۔

باکی شالہ نے یہ سن کر بہت اثر قبول کیا اور علاء الدین کو التعمات سے ملا لیل کروایا۔

۱۵۰۔ شیخ علاء الدین السندی لوی

«الشیخ الصالح الفقیہ» — اولیائے سالکین و عبادت گزار میں سے تھے۔ اودھ کی سرزمین میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے طریقت کا درس لیا۔ برسوں ان کی صحبت میں رہے اور علم و معرفت سے وافر حصہ لیا۔ شیخ نے ان کو اپنی خلافت عطا فرما کر سندلیہ بھجوا دیا۔ یہاں انہوں نے جو دو باش اختیار کر لیا۔

ممدوح بڑے صالح، محتاط، متدین، متوکل اور صاحب کرامات تھے۔ سندلیہ ہی میں ان کی قبر ہے۔

۱۵۱۔ شیخ علاء الدین ملتانی

۱۲۲۹ھ

«الشیخ الصالح» — علمائے حق شناس میں ممتاز۔ طریقت میں شیخ صدر الدین محمد عارف ملتانی سے مستفیض اور برسوں ان کی خدمت میں ملازمت کا شرف حاصل رہا۔ عالم اجل ہونے کے ساتھ زہد و متقی بھی تھے۔

۱۵۲۔ شیخ علاء الدین کنٹوری

ابجد سلطان محمد تغلق

«الشیخ الکبیر» — علاء الدین ابن اغرا الدین بن شرف الدین الحسینی الموسویٰ الکنٹوری۔ دعوت و ارشاد اور علم غریب میں معروف۔ محمد تغلق نے انہیں دہلی بلا کر اپنے پاس رہنے پر اصرار

کیا تو اپنے دونوں بیٹوں عز الدین اور جمال الدین کو اس کے زیر سایہ چھوڑ کر واپس
کنتور تشریف لے گئے۔ مگر سلطان محمد تغلق نے عز الدین کا خون مباح کر لیا اور جمال
الدین کو کچھ عرصہ تک دہلی پرہ کر کنتور تشریف لے گئے۔ یہ صاحب شیخ نصیر الدین محمود بن یحییٰ اوی
نے مرید تھے۔ کنتور میں اپنے والد کے قائم مقام قرار پائے۔

۱۵۱۔ سید علاء الدین علی بن محمد دہلوی

«السید الشریف»

۱۵۲۔ مولانا علاء الدین خفنی دہلوی

(عبد سلطان علاء الدین)

«صدر الشریعت الفاضل الکبیر العلامۃ» دہلی میں مسند درس آرامتہ تھی۔

۱۵۵۔ مولانا علاء الدین تاجر

(عبد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ الفاضل» ————— نقشہ و اصول و عربی میں ممتاز الاکابر اور دہلی کے اندر
مسند درس آرامتہ تھی۔

۱۔ میر جہان تاب در متن

۲۔ بیاض فی الاصل

۳۔ برنی در متن

۴۔ برنی در متن

۱۵۶۔ مولانا علامہ الدین کرکے

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

» الشیخ العلامة الفاضل « دہلی میں مسند تدریس آراستہ تھی لے

۱۵۷۔ مولانا علامہ الدین لاہوری

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

» الشیخ الفاضل « دہلی میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ یہاں کے فخر الاساتذہ

تھے لے

۱۵۸۔ مولانا علامہ الدین مقری

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

» الشیخ الفاضل « قرآن و تجوید میں ممتاز الاقران اور دہلی میں انہی دو علموں

کا درس جاری کیا۔ لے

۱۵۹۔ مولانا علامہ الدین اندرپتی

» الشیخ الفاضل الکبیر « اپنے عہد کے ممتاز عالم۔ دہلی میں درس آراستہ رکھا

جس میں بے شمار افراد نے اپنا اپنا حصہ لیا۔ لے

لے برنی (در متن)

لے برنی (در متن)

لے برنی (در متن)

لے برنی (در متن)

۱۴۰۔ مولانا علم الدین شیرازی

بعہد سلطان علاء الدین خلجی

» الشیخ الفاضل الکبیر الطیب العلّامۃ « طب میں یدِ مسیحائی حاصل تھا۔ بادشاہ علاء الدین خلجی کے عہد میں تھے۔ خود کو شیرازی کہلاتا نا پسند کرتے تھے۔ سلطان محمود کے بعد جب محمد تغلق پیر پور آئے تخت ہوئے تو انہیں اپنا ندیم مقرر کر لیا۔ ان سے اکثر مذاکرات علمی رہتے۔

۱۴۱۔ مولانا علیم الدین تبریزی

(بعہد سلطان علاء الدین حسن بھنی)

» الشیخ الفاضل « — الحکیم تبریزی۔ طبیب عاقل اور گلبرگہ دکن میں تدریس طب اور طب مشغلہ تھا۔

۱۴۲۔ شیخ علی بن احمد ناگوری

م ۴۸۱ھ
۱۲۸۲ء

» الشیخ العالم الکبیر « — طریقہ چشتیہ کے ممتاز درویش تھے۔ یہ فیضان اور ابانہ حدیث انہیں اپنے والد حضرت حمید ابن احمد سے حاصل ہوا۔ جن کی خدمت میں برسوں ملازم رہے اور ان کی رحلت کے بعد ان کی مسند ارشاد کو آراستہ کیا۔

۱۴۳۔ شیخ علی حسینی

» الشیخ الفاضل « — ہندوستان میں گجرات دکن کو اپنا وطن بنا کر شہر کنھیاہت میں

سکونت اختیار کر لی۔ اور ایک ہندو عالم سے سنسکرت پڑھنی شروع کر دی۔ اس دوران ان پر حقیقت اسلام جو منکشف ہو گئی تو اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ ان کے ابتدائی دور کا اثر ہندو عوام پر بہت تھا، ان کی وجہ سے گجرات کے بے شمار ہندو مسلمان ہو گئے۔ خود انہوں نے شیخہ مسلک اختیار کر لیا۔ بواہر ان کی بہت قدر کرتے۔

اور جب سلطان مظفر شاہ الاول گجراتی نے اس نواح میں حنا حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس نے علمائے اہل سنت کو اس عہد پر متوجہ کیا کہ وہ عوام کو سنی مسلک کی تلقین کریں۔ تب سے اس خطے میں دو مختلف اہل مسالک ہو گئے۔

اہل سنت اور شیعہ

یہ تذکرہ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ کہ علی حیدری اس خطے میں نہایت مشہور اور وعظ میں ان کی آواز بہت بلند تھی۔ شہر کھنہات جو سمندر کے کنارے پر آباد تھا ان کا مسکن ہے۔ سمندری تاجران کے لیے نذریں لاتے اور جب ان کو سلام کرتے تو وہ ان کے بعض سربسار ان سے بیان کرتے۔ بعض اوقات تذکر کرنے والے اپنے نذر پر ناوم ہوتے اور جب ان کے سامنے سلام کے لیے آتے تو حیدری صاحب ان کی تذکر کی تقلیل سے انہیں آگاہ کر دیتے تو وہ اپنی تذکر کی مقدار پر اظہارِ ندامت کرتے۔ مگر حیدری ان سے کہتے کوئی بات نہیں جو تذکر مانی ہے وہی پیش کر دے یا یہ کچھ بار ہا ظہور میں آیا۔

اور جب قاضی جلال الدین نے محمد تخلق کے خلاف علم بغاوت لہرایا تو حیدری نے اسے اپنے سر کی ٹوپی عنایت فرمائی۔ محمد تخلق نے یہ سنا تو خود گجرات آیا اور قاضی کو شکست دے کر شرف الملک امیر بخت کو گجرات پر اپنا نائب مقرر کر کے حکم دیا کہ اہل سنت کے خلاف لوگوں سے بخت کر کے انہیں قائل کرتے رہیں۔ سلطان نے اس غرض کے لیے امیر بخت کی اعانت کے لیے چند فقہاء کا تقرر بھی کر دیا۔ اسی دوران میں علی حیدری کو طلب کر کے جواب کے لیے مکلف کیا گیا تو انہوں نے اقرار کر لیا کہ بیشک میں نے قاضی کو اپنے سر کی ٹوپی دی۔ لہذا اس کے لیے دھا

بھی کی۔ اس پر فقہانے حیدری کے قتل کا فتویٰ دیا۔ جلاوطنے ان پر پہلی تلوار چلائی تو کچھ اثر نہ ہوا۔ عوام اس پر حیدری کو بے گناہ کہنے لگے۔ مگر دوسری مرتبہ پھر تلوار چلائی گئی تو حیدری کا سر القطر ہو کر ایک طرف جا پڑا۔

۱۶۴۲ شیخ علی بن شہاب ہمدانی

«شیخ العالم الکبیر السید» اسمعیل بن علی کی اولاد سے ہیں۔ سن ولادت ۱۲۱۲ھ
۱۳۱۳ھ

۱۰ ماہ ورجب ہے۔

اساتذہ

شیخ نجم الدین ابن البرالمی اسن محمد بن احمد الموفق الاذکانی۔ جن سے

حدیث پڑھی۔

اور طریقت میں شیخ شرف الدین محمد ابن عبد اللہ المزوقالی و شیخ تقی الدین علی دوسی

کہ دونوں شیخ رکن الدین احمد بن محمد المعروف بہ علامہ الدولہ ہمدانی سے فیض یاب ہوئے۔
نیز آپ کے والد آپ کے استاد ہیں۔

بعد ازاں سیاحت کے لئے نکلے تو متعدد مشہوروں میں ہوئے ہوئے وہاں کے مشائخ و علماء

کبار سے استفادہ کیا جن کی تعداد ہم اس وقت تک آپہنچی۔

مگر جب خراسان میں وارد ہوئے تو امیر تیمور گورگانی سے حکمت کی توجیح میں اختلاف

رائے ہو گیا جس پر آپ اپنے یاران طریقت کو ہمراہ لے کر ۱۳۰۳ھ میں کشمیر جا پہنچے۔
جہاں بے شمار افراد ان کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گئے۔

تصانیف

میں ہم ان کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا مطالعہ ہمیں بھی نصیب ہوا۔

۱۔ فی خیرۃ الملوک (فارسی) اپنے موضوع میں مفید اور اس کا حرف اول یہ ہے۔
 ”حمد بے یار و شنائے بے شمار“ یہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول :- ایمان کے شرائط اور اس کے احکام

باب دوم :- حقوق العباد

باب سوم :- مکارم الاخلاق

باب چہارم :- اقتداء سیرۃ خلفائے راشدین

باب پنجم :- حقوق والدین و زوجین و اولاد اور ملازمین و اقارب و احباب

باب ششم :- احکام سلطنت و ولایت و امان و حقوق رعایا و حرب و عدل و احسان

باب ہفتم :- در معنی سلطنت معنویہ و اسرار خلافت النبیہ

باب ہشتم :- امر بالمعروف و نہی عن المنکر

باب نہم :- تحقیق شکر اور اس کے اقسام

باب دہم :- صبر بر مصائب

باب یازدہم :- غرور اور غصے کی مذمت۔

۲۔ شرح فصوص الحکمہ (فارسی حروف اول) ”حمد بے غایت آل فاطمہ حکیم“۔

۳۔ مشارب الازواق شرح میمنہ ابن فارض (فارسی اولہ) ”حمد و شنائے اتم و

حضرت وردی“

۴۔ مرآۃ التائبین (دکویہ) اولہ ”حمد و شنائے لامتناہی حضرت حکیمہ راح“۔

۵۔ منہاج العارفین (خدا و راق میں) اولہ ”حمد بے حد و شنائے بے عد“۔ ^{اصطفیٰ}

۶۔ الرسالۃ الذکریہ (دوا و راق میں) (عربی) اولہ ”الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین“

۷۔ المنامیۃ فی الدعویۃ (فارسی) اولہ ”الحمد للہ حق حمد“

۸۔ حمد انبیاء :- در تحقیق لفظ سبذان فارسی اولہ ”الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ“۔

- ۹ - تلقینہ - فارسی اولہا "الحمد للہ الذی لقنی وفائق العرفان"
- ۱۰ - المشیۃ - اولہ "تالقاشان کارکہ قضاء"
- ۱۱ - شکل حلے اولہ "مشکل حل و حل مشکل" اور اسی جلد کے حل پر مشتمل ہے۔
- ۱۲ - ارادیت :- کہ ۱۲ ابواب پر مشتمل ہے۔
 - اول - فضل اوراد
 - دوم - حاجت اوراد
 - سوم - وظائف میں لزوم اوقات
- حرف اول ہے "الحمد للہ الذی جعل الیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یدکر اوراد و شکر"
- ۱۳ - المکتوبات الامیریۃ - اپنے مریدوں کے نام خطوط۔
- ۱۴ - النوریۃ :- احسن راہ دین اور مختصر دین کا راستہ۔
- ۱۵ - دہ قاعدہ فی الطریقۃ
- ۱۶ - الفقیریۃ والامیریۃ - اولہا "آفتاب عنایت - از نکات ولایت و برج ہدایت"
- ۱۷ - رسالہ فی الطب - اولہا "الحمد للہ حق حمدہ"
- ۱۸ - منازل السالکین (عربی) در منازل عشرہ یعنی راہ سلوک میں ابتدائی دو منزلوں کا ذکر اولہ "الحمد للہ الذی افاض جودہ الجود علی کل موجود"
- ۱۹ - رسالۃ فی آداب المشیخۃ - دس ابواب پر مرتب شدہ
- ۲۰ - مقامات صوفیہ - جس میں صوفیائے کمال کے حالات درج ہیں
- ۲۱ - رسالۃ فی مقامات السالکین
- ۲۲ - رسالہ فی مناقب اہل بیت
- ۲۳ - رسالہ الرعیۃ فی الرعیۃ حدیثاً جو اپنے شیخ نجم الدین محمد بن احمد الموفق الذکوانی کی سند سے حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں۔
- ۲۴ - آیات الاحکام من القرآن الکریم۔

۲۳۔ رسالہ سید الطالبینؒ۔ جس میں آپ کے مریدوں نے آپ کے بعض فوائد انیقۃ جمع کیے ہیں۔

۲۴۔ رسالہ اخلاقہ

۲۵۔ کشف الحقائق :- کہ محمد بن محمد الخوصی نے آپ کے لیے مرتب کیا۔

۲۸۔ رسالہ فتویہ :- اس میں لکھا کہ یہ رسالہ بطور وصیت کے ہے اپنے دینی برادر محسن

و موفق و سعید اخوی شیخ حاجی بن مرحوم طوطی علی شاہی ختلائی کہ اللہ انہیں دونوں جہانوں

میں کلامیابی عطا فرمائے۔ اور انہیں موت کا لباس پیسٹر ہو جو خرقہ مبارکہ کا جزو ہے جیسا

کہ مجھے اپنے شیخ نجم الدین ابوالمیا من محمد بن احمد الاذکانی سے یہ لباس حاصل ہوا۔

۲۹۔ چھل اسرار۔ جس میں ۸۸ نظمیں ہیں۔

۳۰۔ اختیار است :- جس میں نفیس نفیس اشعار دربارہ حقائق و معارف جمع ہیں۔

۳۱۔ سبعینے :- اہل بیت کے فضائل میں ۷۰ احادیث پر مشتمل۔ جن میں اکثر احادیث

کتاب فروغ سے لی گئی ہیں جو محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہیں۔ حتیٰ کہ اس رسالے

پر شیخ محمد ابن محمد برہان پوری کی تخریج ہے۔

۳۲۔ معاشی السالکین :- اولہ "الحمد للہ علی نعمائہ"

۳۳۔ معرفۃ النفس :- اولہا "شکر و ثنائے آں خدا را"

۳۴۔ النساء نامہ (درقیافہ) اولہا "حمد و سپاس و ثنائے بے قیاس"

۳۵۔ الواردات (فارسی میں) حرف اول ہے "رب اشرح لی صدی و لیسری امری۔"

۳۶۔ رسالہ ذکر یا الصخری (عربی میں) ذکر اللہ کے فضل و خواص و حقائق پر۔

۳۷۔ رسالۃ الخینیا اولہا "سلام اللہ تعالیٰ علی فلان و رحمۃ اللہ و برکاتہ"

۳۸۔ شرح اسماء الحسنی (عربی) اولہا "اللہم افتح لی البواب الدخول فی شوا کل الاسماء"

۳۹۔ رسالۃ الخواطر (عربی) اولہا "واللہ لقیول الحق و بربہیدی السبیل"

۴۰ - الخطیبة الامیرية (عربی)
۴۱ - المناجات الامیرية (فارسی)

کشمیر سے واپس آتے وقت یاغستان کے قریب تیراہ میں رحلت فرمائی۔ جہاں سے ان کا
جسدِ بختشاں لے جا کر سپرد خاک کیا گیا۔

۱۶۵۔ شیخ علی بن احمد غوری

«الشیخ الصالح» فضل و بزرگی میں ممتاز۔ طریقت میں حضرت ابو الفتح رکن الدین ملتانی
سے مستفیض۔ کٹرہ مانک پور میں رہائش اختیار فرمائی۔

تصانیف میں کتاب کنز العباد فی شرح الاورداد ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین
عمر بن محمد سہروردی کے اورداد کی شرح میں۔ یہ نسخہ خدابخش خاں لائبریری پٹنہ کے کتب خانہ
میں ہے۔

۱۶۶۔ شیخ علی بن محمد جویوری

م ۷۳۲ھ
۱۳۳۱ء

«السید الشریف العزائم» اولیاء سالکین متراحمین سے تھے۔ ہندوستان میں پیدا
ہوئے۔ علم و دینی شیخ عمید الدین مخلص ابن عبداللہ دہلوی سے پڑھا۔ برسوں ان کے زیر تعلیم
رہے۔ استاذان کی تربیت میں تمام شاگردوں سے زیادہ متوجہ رہے۔

۱۔ مناقب السادات مولفہ دولت آبادی (دہلی)

۲۔ جہر جمال، تاب و روشن

۳۔ احباب الاحباب

تکمیل کے بعد عراق کا قصد فرمایا۔ جہاں کے شیوخ کبار سے استفادہ کے ساتھ حضرت
شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی سے بلا واسطہ استفادہ کیا۔ یا قبول دگرال آپ نے شیخ
قوام الدین محمود بن محمد دہلوی سے ان کے والد شیخ الاسلام قطب الدین کردی کے واسطہ سے
طریقہ دسہروردیہ میں بیعت کی تھی۔
یا قبول دگرال۔ آپ نے شیخ ممدوح حضرت کٹروی سے بلا واسطہ اس سلسلہ
میں بیعت کی تھی۔
یا قبول آخرین اور یہ زیادہ صواب ہے کہ آپ نے شیخ قوام الدین محمود بن دہلوی سے
اس سلسلہ میں بیعت کی۔

شیخ ممدوح صاحب تذکرہ کے مؤید

- ۱۔ شیخ شمس الدین خواجگی العریضی الملتانی تم الکروی۔
 - ۲۔ شیخ محمد بن نظام الدین بہرائچی۔
 - ۳۔ شیخ عین الدین بیجاپوری۔
 - ۴۔ شیخ رکن الدین محمد حبیبی اور بے شمار افراد ازگروہ علماء مشائخ۔
- ضلع بلند شہر میں ہے (مترجم قصیدہ کھیر سے پیمیل کے
قصیدہ جیور کا محل وقوع :- فاصلے پر) لفتح ج وایضا لفتح واؤ جبے لجن نے
غلطی سے بچور کہہ مارا جو راہپوتانہ میں راجہ جے سنگھ بلج گزار سلطان محمد شاہ دہلی کے مقبوضات
میں تھا۔

۱۔ تذکرۃ السادات (در متن)

۲۔ منبع الانساب (در متن)

لوگ انہیں علاء الدین شکر ریز سے بھی پکارتے۔ دولت آباد میں وفات پائی اور وہیں
آسودہ لحد ہوئے۔

۱۶۷۔ شیخ علی بن محمد جہولنسوی

«الشیخ الصالح» مولد شہر بکڑ (ایم ولادت جمہرات ۱۵ شہان ۱۳۵۸ھ وفات ۱۳۵۸ھ) ۴۰ سال کی عمر میں ملتان وارد ہوئے اور حضرت ابو الفتح رکن الدین کے ملازم رہ کر طریقت میں اکتساب فرمایا۔ اور بہار تشریف لے گئے جہاں ۱۲ سال تک شیخ منہاج الدین حسن بہاری کی خدمت میں شرف ملازمت سے مستفیض ہوئے۔ حضرت شیخ مدد رح جناب نجم الدین ابراہیم سے محبت تھے۔ اور یہ حضرت رکن الدین سے فیض یاب۔

حتیٰ کہ جب صاحب تذکرہ کمال پر پہنچ گئے۔ تو شیخ رکن الدین کے حکم پر موضع شیخ پورہ من مصنفات قصہ بہار میں دو سال تک قیام فرما رہے۔ بعد میں شیخ موصوف نے آپ کو الہ آباد کے ایک ایسے قریب میں مامور فرمایا جو تربہنی کے قریب ایک لوقہ صحرا میں آباد تھا۔ اور یہاں بے شمار کفار نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۱۶۸۔ علی ابن علی جہولنسوی

م ۱۳۸۲ھ

«الشیخ الصالح» العجری جہولنسوی۔ لقب لغتی الدین۔ قرقہ سہروردیہ کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ جہولنسوی مولد اور سن ولادت ۱۳۴۰ھ ہے۔ اپنے والد ہی سے فیض پایا۔ پھر

۱۔ جس کو اس طرح معرب بنا کر لکھا گیا ہے کہ اس کا تہدی تلفظ بہمدہ میں نہیں آیا۔
۲۔ منبع الانساب (در متن)

ہندوستان کے متعدد شہروں میں گئے۔ چور کے شیخ علاء الدین حسینی کی خدمت میں برسوں ملازم رہنے کے بعد ارشاد و دعوت کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ اور بے شمار غیر مسلم ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۴۹۔ علاء الدین علی بن محمد دہلوی

(لجہ فیروز شاہ تخلق)

”السید الشریف“ از نسل ضیاء الدین علی بن اُسامہ جلی مدفون بہ دہلی۔ ان کی والدہ کا نام زہرہ دینت زبیر بن اُسامہ علی ہے (مولد دہلی اور یہیں پروان چڑھے۔ فیروز شاہ نے انہیں اپنا دربان خاص مقرر کر دیا۔ یہ منصب اتنا بڑا تھا کہ سفیر اپنی سفارت ان کے واسطے سے پیش کرتے۔ اور یہ امیر مہمان خانہ بھی تھے۔ دربان کا لقب رسول دار تھا۔ اور یہ اسی لقب سے مشہور تھے۔

فیروز شاہ نے سریر آرائے تخت سلطانی ہونے کے بعد ان کو خواجہ صدر جہاں خطاب اور ایک مرتبہ خراسان سفارت کے لیے بھیج دیا۔ قنوج میں ان کے بے شمار خلاف موجود ہیں۔

۱۵۰۔ علی بن محمود دہلوی

”الشیخ الفاضل“ دہلی کے بڑے امرا اور علی شاہ جاناں کے نام سے مشہور۔ دہلی کے بڑے

۱۔ خواجہ صدر جہاں بحسب تحریر خواجہ حسن نظامی دہلوی بہر دیوہ دولت آبادی ہیں۔ جو حضرت سلطان شایخ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

۲۔ رسالہ زبیر (دہلی)

امرا اور علمائے کبیر سے تھے۔ ایک مرتبہ جذبہ ربانی جو طاری ہوا تو دنیا پر لات مار کر شہنشاہ
دین حضرت نظام الشایخ کی خدمت میں ملازم ہو گئے۔

مصابیف میں خلاصۃ اللطائف (عربی) دربارہ حقائق و معارف ہے۔

۱۷۱۔ مولانا عیاد الدین دہلوی

(بعہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ العالم الصالح“ عیاد الدین ابن حسام الدین واعظ کبیر۔ تذکیر میں بے مثل تھے
طریقیت اور شوق و لطائف و ظرافت اور کشف حقائق سب وعظ میں سمودیے۔ اس پر آواز میں لحن
اور متوج تھا۔ ادھر بات زبان سے نکلی اور سننے والوں کے دل میں بیٹھ گئی۔ امرا و شہزادے
اور سلطان تک ان کے حلقہ تذکیر میں حاضر ہوتے۔ اور دل میں اثر لے کر لوٹتے۔

۱۷۲۔ مولانا عیاد الدین چمنی غوری

(بعہد سلطان محمد تغلق)

”الشیخ العالم الصالح“ محمد بن تغلق نے انہیں اس بات پر قتل کرادیا کہ سلطان نے ان
کے سامنے کہا کہ فیوض الہی غیر منقطع ہیں اور ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ جن میں نبوت
بھی ہے۔ پس آج بھی اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کر دے اور اس سے حجرات کا صدور بھی ہو
تو کیا سرج ہے؟ یہ سن کر مولانا کا چہرہ تہمتا اٹھا اور تغلق سے کہا:-
”گوہ مخمر“ خون آشام تغلق نے انہیں ببلاد کے حوالے کر دیا اور ان کی زبان گدی سے کھچوا
کر گردن اڑوا دی۔

۱۷۱- شیخ عمر بن محمد ہندی

«الشیخ الفاضل» عمر بن محمد بن احمد بن منصور بہادر الدین حنفی دہلوی۔ نزہل مکہ عالم فقہ و عربیت تھے۔ زلیخہ حلم و ادب و عقل و حسن خلق سے مرصع۔ مدینہ منورہ گئے اور ۱۲۵۸ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اتفاق سے سواری نے گرا دیا۔ اور گرنے سے جو عضو ماؤف بہرہ و شل ہو گیا۔ جس سے پھر مکہ معظمہ حج کے لیے نہ آ سکے اور انتقال فرمایا۔

۱۷۲- شیخ عمر بن السعد پندوی

م ۱۲۹۱ھ - آخر ماہ رجب

«الشیخ العالم الکبیر» فقہ و اصول و ادب عربی میں ممتاز تھے۔ ان کے والد بنگال کے بادشاہوں کے وزیر رہے۔ جس وجہ سے امرا کے نزدیک ان کا وقار بہت زیادہ ہو گیا اور ان کی شہرت دور دور تک جا پہنچی۔ یہاں ان کا درس جاری ہوا اور بے شمار افراد مستفیض ہوئے۔ انہی مشاغل کے دوران میں شیخ سراج الدین عثمان اودھی اس لواح میں وارد ہوئے تو یہ خبر سنتے ہی صاحب تذکرہ تدریس و مباحث چھوڑ کر حضرت اودھی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ان سے درس طریقت لیا اور مرشد کی رحلت کے بعد ان کے خلیفہ تسلیم کیے گئے۔

ان کے مرنے پر

ان کے صاحبزادہ نور الحق اور سید الشرف ابن ابراہیم سمنامی اور عاقل الملک جون پوری کے علاوہ بے شمار افراد ہیں۔ ان کے کرامات و کشف و عجائب واقعات عام ہیں ہزار پڑوے میں ہے۔ اور یہ زیارت گاہ عام و خاص ہے۔

۱۷۵- شیخ عمر بن اسحاق غزنوی

از سنہ ۷۰۲ھ تا سنہ ۷۷۳ھ
۱۳۰۳ء تا ۱۳۷۱ء

«الشیخ الامام العلامة الکبیر» عمر بن اسحاق ابن احمد البرصی سراج الدین ہندی غزنوی
مشہور علمائے کرام سے ہیں۔

— اساتذہ

امام النظار و جہیہ الدین دہلوی امام الوقت و شمس الدین الخطیب الدہلی (اور دہلی ہے
وے و طبرستان کے درمیان ایک قریہ ہے) اور ملک العلماء سراج الدین نقشبندی دہلوی و کرمانی
بدایونی جو ابوالقاسم تنوخی شکر و حمید الدین نابینا اور ان کے سوا کئی اور اباب علم کے فیض
یافتہ ہیں۔

فراغ کے بعد حرمین حاضر ہوئے۔ یہاں شیخ خضر سے دو شیخ رباط السدرہ بھی تھے
عوارف المعارف پڑھی۔

اور اسی عوارف کی روایت قطب قسطلانی سے اس کے مولف تک سنی۔
اب قاہرہ تشریف لائے۔ تو احمد بن منصور جوہری سے روایت سنی اور یہاں جمال
ترکمانی کے بعد قاضی لشکر مقرر ہوئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد معزول ہو گئے۔
فی الجملہ آپ جملہ علوم متداولہ میں درجہ اجتہاد و امامت تک فائز تھے۔ ان کی تصانیف
افقی الدنیا تک پہنچائی گئیں ازاں جملہ مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:-

۱۔ التوشیح شرح ہدایہ

۲۔ الشامل

۳۔ زیۃ الاحکام فی اختلاف الائمۃ الاعلام

۴۔ شرح بدیع الاصول (ابن الساعاتی)

۱ - شرح تائید ابن الفارض

۱۰ - خلائیات

۱۱ - التصوف

۵ - شرح معنی (حنازی)

۶ - الغرة المنيفة فی ترجیح مذہب ابی حنیفہ

۷ - شرح الزيادات

۸ - شرح المجامعین (مکرنا نام)

اور سید علی گبری نے ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

۱۲ - شرح المنار

۱۳ - شرح عقیدۃ الطحاوی

۱۴ - اللوامح فی شرح جمع الجوامع وغیرہ۔

۱۵ - لوائح الاوار فی الرد علی من انکر علی العارفين

۱۶ - لطائف الاسرار

از کفوی در کتاب طبقات ۴۳ھ میں وفات پائی چلی نے

تاریخ وفات :- کشف الظنون اور سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ ۴۳ھ

میں فوت ہوئے جیسا کہ الفوائد البیہ میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ۴۳ھ میں رحلت فرمائی۔ طاش

کبریٰ زادہ مفتاح السعادة میں لکھتے ہیں کہ جس تاریخ میں بہا سبکی نے وفات پائی۔ اسی میں آپ

نے رحلت فرمائی۔ اور یہ بھی بہا رجب ۴۳ھ۔ اس کی بادشاہی ۴۴ سال تک رہی اور اس نے

اپنے قلم سے اپنا سال ولادت ۴۲ھ لکھا۔

۱۶۴ - شیخ عمر بن محمد سنائی

یہ تو نام ہے اور لقب ضیاء الدین ہے۔ نام سے ترک

اقامت کے بعد دہلی سکونت اختیار کر لی۔ طریقہ نقشبندی

اور دریں میں بے عدد مواعظ تھے (نوٹ شدہ)

”الشیخ فاضل الکبیر الحلاوتی“ عمر بن محمد بن عوفی الحنفی اللہام ضیاء الدین سنامی۔

فیہد و تقویٰ میں راسخ القدم و صاحب دیانت اور شریعت کی پابندی میں نہایت

مضبوط تھے۔

اساتذہ

شیخ کمال الدین سنامی نے کہا شیخ عمر محمد رسول عبادت میں منہمک رہے اور تیس سال

سے زیادہ عرصہ تک وعظ و تذکیر میں مصروف۔ بدعتیوں پر بہت نکتہ چینی کرتے اور کسی کا خوف

دل میں نہ لاتے۔ ان کی مجالس میں تین ہزار سے زیادہ سامعین جمع ہوتے۔ جن میں عوام

کے ساتھ خواص بھی ہوتے۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ دوران وعظ کوئی شخص ادھر ادھر

متوجہ نہ ہوتا۔

شہنشاہ دین حضرت نظام المشائخ پر گرفت

وہ ممدوح پیران کے شوق سماع کی وجہ سے بہت اعتراض کرتے۔ مگر شاہ صاحب

کبھی اس کا جواب نہ دیتے۔ بلکہ معذرت اور اپنی طرف سے اطاعت و فرماں برداری ہی

کا اظہار کرتے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ:-

جب شیخ محمد عمر سنامی آخری علالت میں صاحب فرارش

ہوئے تو حضرت ممدوح ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے

شیخ صاحب کو اطلاع ہوئی تو سر سے اپنا عمامہ اتار کر خدام کو دیا

کہ شاہ صاحب کے رستے میں بچھا دیا جائے۔ شاہ صاحب

نے عمامہ لپیٹ کر بوسہ دیا۔ سر پر رکھ کر ان کی خدمت میں پہنچے

شیخ صاحب آپ کو دیکھ کر رو دیے۔ اس پر شاہ صاحب

نے فرمایا

مات من كان منفرداً في حماية الشرع والذنب
عند منتہی ۛ

(جو شخص شریعت کی حمایت اور اس پر سے الزام رفع کرنے
میں منفرد تھا۔ آج وہ فوت ہو گیا ہے۔

شیخ عصمت الدین محمد اعظم سہارن پوری نے اپنی تالیف کے مائید باب السماع
میں لکھا ہے کہ :-

”جب حضرت شاہ صاحب نے حاضری کی خواہش و آرزو کی
تو شیخ نے کہا کہ میں اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں ایک بدعتی کو
دیکھنا نہیں چاہتا۔

حضرت نے یہ سنا تو فرمایا کہ بدعتی اپنی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔“
تب حضرت سنائی نے اپنا عمامہ ان کی راہ میں بچانے کے لیے خدام کو دیا۔
علامہ برنی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میرے والد علمائے متجربین سے تھے۔ فرماتے
کہ محمد عمر سنائی کو تفسیر القرآن میں ید بیضا حاصل تھا۔ وہ ہر ہفتے درس قرآن فرماتے جس میں تین
ہزار افراد ہر درجے اور طبقے کے جمع ہوتے۔ مگر وہ شاہ نظام الدین صاحب کے عمل سماع
سے بہت متنفر تھے۔

مصابیہ

- ۱۔ لصاب الاحتساب۔ مفید کتاب۔ ۴۵ ابواب پر مشتمل ہے۔ اولہ ”الحمد للہ الحمد للہ“
- ۲۔ تفسیر سورۃ یوسف
- ۳۔ الفتاویٰ الضیائیۃ

نمبر ۲ میں لکھن آیت یا ابانا مالک لا امانا لکھا ہے کہ بول چال میں انبیاء اور غیر انبیاء کی اولاد کیسا ہے۔ وہ اپنے باپ کو لفظ ابانا اور عوام اہلی سے پکارتے ہیں جس سے اولاد انبیاء کی دوسروں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

۱۷۷۔ شیخ عین الدین بیجاپوری

(ایک تیس کتابوں کے مصنف)

شیخ العالم الکبیر ابو العون المجدیدی المعروف بہ خزانۃ العلم۔ مولد دہلی، سن ۱۰۶۴ھ

(مترجم)

لیکن حضرت یوسف ہی نے دو مرتبہ ثابت کر پکارا!

۱۔ یا ایت انی رطیت احد عشر کوکبا

۲۔ یا ایت ہذا تاویل اریا ہی من قبل

اور حضرت ابراہیم نے بھی!

۱۔ اذ قال لابید یا ایت لم تعبد ما لا یسمع

۲۔ یا ایت انی قد جاءنی من العلم

۳۔ یا ایت انی قد جاءنی من العلم

۴۔ یا ایت لا تعبد الشیطان

دور قصہ نبات حضرت شعیب!

۱۔ قالت احدھما یا ایت استاجر

دور القیاد اسماعیل یا ایت افضل ما لومر

پس اولاد انبیاء کا اپنے باپ کو لہجہ جمع متکلم پکارنا ان کی فضیلت کا ثبوت نہیں۔ پھر حضرت

یوسف کے واقعات میں جو ابانہ ہے تو اس کا فاعل بھی جمع ہے۔

سن رشد میں دولت آباد کن پہنچے اور شیخ علاء الدین حسین جوری — — شیخ شمس الدین
دامغانی اور دیگر بے شمار اساتذہ علم و فن سے پڑھا۔ شیخ منہاج الدین کتبی الاضاری کی خدمت
میں زیادہ عرصہ گزارا۔

بعد از فراغ عین آباد السکر ^{۱۳۳۴ھ} میں آئے اور یہاں سے اسی سن میں بیجا پور!
جہاں ہر سول تدریس فرمائی۔

طریقیت میں شیخ حسین بن محمود شیرازی۔ شیخ محمد بن یوسف دہلوی اور دوسرے متعدد
شیوخ سے اکتساب فرمایا۔

ان کی تصانیف کی تعداد صاحب الروضہ نے (۱۳۲) لکھی ہے۔ جن میں مشہور کتابیں

ا : الملحقات (دو تاریخ)

ب : طور الابزار

ج : کتاب الانساب

د : تاریخ الاولیاء من اہل ہند میں۔

اور ان کے اشعار میں یہ شعر نقل کیا گیا۔

تاتو نہ رسی بہ شیخ باحق نہ رسی

زیرا کہ میان شیخ و حق نیست دوئی

بیجا پور میں جمادی الاخریٰ ^{۱۳۹۵ھ} میں انتقال فرمایا اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۱۷۸۔ خواجہ عین الدین ہندی

الامیر الکبیر اور اپنے عہد کے ممتاز الافاضل تھے۔ عین الملک کے نام سے مشہور تھے۔
محمد تغلق نے انہیں اودھ اور ظفر آباد کی حکمرانی عنایت کر دی۔ مدتوں اس منصب پر رہے۔ کئی بستیاں فتح کیں اور دوستوں کی اصلاح فرمائی۔
تب تغلق نے آپ کو دکن کے علاقے پر نگرانی کے لیے تجویز کیا۔ تغلق بڑا خود رائے اور جفا پیشہ تھا۔ ناحق ان پر بدگمان ہو کر جلس میں بھجوا دیا اور اس سے پہلے عین الملک پر حملہ کر کے مقابلہ کی عادت بھی پوری کر لی۔۔۔۔۔ مگر کچھ عرصہ بعد دماغ سکون پذیر ہوا تو انہیں رہا کر دیا۔ کیونکہ وہ انہیں دل سے محبت بھی کرتا تھا۔

اتنے میں تغلق خود ہی دنیا سے سدا گئے جس کے بعد فیروز شاہ سریر رائے سلطنت ہوا۔ تو عین الملک کو دلیان و وزارت کا عہدہ عنایت فرما کر مشرف الملک کا خطاب پیش کیا۔ جس منصب پر حقوڑا سا زمانہ گذرا تھا کہ بادشاہ نے انہیں ملتان کی ولایت تفویض کر دی۔ عین الملک نے فیروز شاہ کے لیے بہت سی کتابیں لکھیں۔

۱۷۹۔ غیاث الدین تغلق بادشاہ

۶۲۵ھ ماہ ربیع الاول ۱۲۲۱ء

«الملک العادل الافاضل» قرونہ (یا کروانہ) ترکوں کے ایک خستہ حال قبیلہ میں سے تھے۔ سندھ میں اسلامی بادشاہت عروج پر تھی۔ ان کے بھائی عدلو خاں سلطان علاء الدین خلجی کی حکومت میں ایک متوسط منصب پر فائز تھے۔ غیاث الدین یہاں آ پہنچے تو انہیں بھی سلطنت میں ایک عہدہ مل گیا۔ جس کی وجہ سے ان کی قابلیت بہت جلد معلوم ہو گئی اور انہیں

شاہی اصطل کی داروغگی پر متعین کر دیا گیا۔ ترقی کا ایک اور زنیہ انہوں نے طے کیا کہ امرائے سلطنت کے چھوٹے و طیفہ سلطنت میں شامل ہو گئے جس کے بعد ایک ہی جہت میں امرائے کبار کے درجے پر آ پہنچے۔ اور ملک العازی کے لقب سے ملقب ہونے لگے۔ اسی دوران میں انہوں نے تانار یوں سے ۲۹ جنگیں لڑیں۔ اور ہر جنگ میں انہیں شکست دی۔

سلطان خلجی نے انہیں قصبہ دیپالپور کی نظامت پر مامور کر دیا۔ ان دنوں خسرو خاں قطب الدین کے منہ لگا ہوا تھا۔ اس نے انہیں تمام شاہی اصطل کا نگران اعلیٰ مقرر کر دیا اور وہ انہیں دیپالپور سے ہٹانا چاہتا تھا۔ تب عیث الدین نے کشکو خاں سے مدد طلب کی اور سلطان کی عنایات کا حوالہ بھی دیا۔ وہ اس وقت دیپالپور سے ۳۰ روز کی مسافت پر ملتان میں تھا۔ کشکو خاں نے کہا کہ میرا بیٹا محمد جو اس وقت دہلی میں ہے اگر میرے پاس ہوتا تو میں ضرور آپ کی مدد کرتا۔ اس پر تعلق نے براہ راست محمد کی طرف دہلی خط بھیجا اور اپنی مصیبت بیان کی۔ محمد اس کی حمایت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ مگر اس نے خسرو خاں کو ایک چکمہ دیا جو کارگر ثابت ہو گیا۔ وہ پہلے تو اپنے والد کے پاس ملتان گیا۔ اور اپنے دوسرے بھائی

۱۔ قطب الدین خلجی خولصورت لہجہ بال بھتے اور اس کے سر پر بہت خولصورت لہجے بال بھتے اور وہ امر پرستی میں اپنے سب بڑوں سے بڑھا ہوا تھا۔ گجرات میں ایک قوم پروار نام کی آباد ہے۔ یہ بہت ادنیٰ اہمیت کی ذات ہے۔ ناچنا گانا ان کا پیشہ ہے۔ ان کی عورتیں بھی خولصورت ہوتی ہیں۔ اور مرد بھی۔ گجرات کی لڑائی میں جو لوگ گرفتار ہو کر آئے تھے ان میں ایک لڑکا بہت خولصورت تھا اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کا نام خسرو خاں رکھا گیا۔ قطب الدین خلجی کو اس سے بہت محبت ہو گئی۔ اس نے رات دن اسے اپنے پاس رکھنا شروع کر دیا۔ آخر بادشاہ اسی بد قماش کے ہاتھ سے مارا گیا۔

کو ہمراہ لے کر تعلق کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ تعلق نے یہ سنا تو اپنے طور پر بھی لشکر جمع کر لیا۔ کشلو خاں آہی پہنچا۔ ادھر خسرو آمادہ پیکار ہی تھا۔ پہلے اس نے اپنے بھائی خاں خانان داصلی نام جاہر یا تھا۔ حسن نظامی کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ گھسان کارن پڑا مگر غیاث الدین اور کشلو خاں نے جاہر یا کو پیچھے دھکیل دیا۔ جو اپنے بھائی خسرو خاں کے پاس آ گیا تھا۔ اس معرکہ میں ان کا لشکر اور خزانہ و اموال سب تہس نہس ہو گئے۔۔۔۔۔ ادھر تعلق نے وہی کارخ کر لیا جن سے مقابلہ کے لیے خسرو خاں آگے بڑھا۔ فریقین میں شدت کی جنگ ہوئی۔ تعلق کے لشکر کی بھاگ نکلے۔ مگر غزوہ اپنے ۲۔ سو قریبی سپاہیوں کے ساتھ میدان میں طیار ہوا۔ ادھر خسرو خانی ہریت خوردہ مسلمان سپاہیوں کا سالان لوٹنے میں مصروف تھے۔ ادھر تعلق نے اپنے قزائیوں کو اکھار کر دوبارہ حملہ کر دیا۔ خسرو خاں کے لشکر میں تو نہ وہی ہنڈ سپاہی تھے۔ ایک ایک کر کے چھپٹ گئے۔ تعلق نے خسرو خاں کے سپاہی اور خسرو خاں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور قطب الدین خلجی کی خالی جگہ خود پر کر دی۔ جس پر اس نے چار سال داد حکومت دی۔

احسان

غیاث الدین ان صفات سے متصف تھا۔ علمی برتری۔ عدل۔ حلم۔ سخاوت۔ پرہیزگاری۔ اخلاق حسنہ، فراست، دین داری۔ نماز باجماعت کی پابندی۔

وہ دیوان عام میں صبح سے لے کر شام تک لوگوں کی دادرسی کے لیے بیٹھا تھا۔ اور اس پر بھی عوام کی تکالیف دریافت کرتا رہتا۔ علماء اور مشائخ کی تعظیم میں سبقت کرتا۔ اس نے اپنے بیٹے جوڑ نام کو وزنگل دکن بھیجا۔ تلنگا کا علاقہ فتح کرنے کے لیے

خود بنگال کے بادشاہ غیاث الدین نے اپنے مقتول بھائی قتلوال خاں کا انتقام لینے کے لیے کوچ کیا۔ جس لڑائی میں اس کے دوسرے بیٹے بھی کام آگئے تھے۔ ماسوائے شہاب الدین اور ناصر الدین کے جنہوں نے بنگال سے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی۔۔۔۔۔ اور تعلق اپنے حریف پر فتح پا کر اسے قید کر کے دہلی روانہ ہوا۔ اس لمحہ میں اس نے اپنے بیٹے کی طرف لکھا کہ میرے دہلی میں قدم کے لیے ایک نیا قصر شہر سے باہر تعمیر کرایا جائے۔ جو ۲۲ روز میں مکمل کرایا گیا۔ اس محل میں زیادہ تر حصہ لکڑی سے اٹھایا گیا۔ ستون اور فرش بھی کاٹھ ہی کے تھے۔ کرسی اور بنی تھی۔ اس کے بنوانے میں علوم ہندسیہ کا بھی دخل تھا اور یہ کام احمد بن ایاز دہلوی کی نگرانی میں تعمیر ہوا تھا۔ لیکن ایاز احمد نے اس کی تعمیر میں یہ نبذ رکھ دی کہ جب شاہی سواری کے ہاتھی محل میں داخل ہوں۔ اس کی چھت اور دیواریں دھڑام سے گر پڑیں۔ ایسا ہی ہوا کہ ادھر شاہی سواری اور اس کے ندیموں کے ہاتھیوں نے قصر کے بڑے دالان میں قدم رکھے۔ ادھر محل کی دیواریں اور چھتیں ہاتھیوں پر گر پڑیں۔ یہ حادثہ دیکھ کر شہزادے نے چلا کر کہا کہ مزدوروں کو بلاؤ۔ اتنے میں سورج ڈوب گیا تو لاشیں برآمد ہوئیں۔ جن میں قطب الدین کی نعش بھی تھی۔ اور رات رات میں سب دفن کر دی گئیں۔

متعلق آباد

شہر دہلی سے باہر موجودہ مقبرہ ہمالیوں کے قرب میں ایک نیا شہر تعلق آباد کے نام سے اسی بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔ غیاث الدین کے ماہ ربیع الاول ۷۴۵ھ میں وفات پائی۔

۱۔ احمد بن ایاز یا ایاز احمد صدر جہاں بہ دولت آباد (دلیگیر) کا باشندہ بہر دیو نام تھا۔ حضرت شہنشاہ دین کے ہاتھ پر مرید ہوا۔ سلطان قطب الدین خلجی کے ولی عہد جنال خاں نے اسے خواجہ جہاں کا خطاب دے کر شاہی عمارت کا نگران اعلیٰ مقرر کر دیا۔ یہ محل موضع افغان پورہ کے سوانے میں بنایا گیا۔ (منظامی طبری خواجہ حسن نظامی)

۱۸۰۔ غیاث الدین ملک بنگال

۴۵
۱۳۷۲ھ

«الملک المورید» غیاث الدین ابن سکندر بن سمش الدین - مشہور بادشاہ ہیں جو اپنے والد کی رحلت کے بعد ۷۷۷ھ میں سربراہان سلطنت ہوئے۔ اس شہر کا نام بالکل الہ تھا۔ مامنی میں بنگال میں نہایت پر رونق شہر تھا۔

یہ بادشاہ فضل و کمال میں بھی معروف تھا۔ درسیات شیخ حمید الدین ناگوری سے پڑھیں مشایخ آتے تو ان کے ساتھ اہسان کرتے۔ یہ رویہ عامۃ الناس کے ساتھ تھا۔ ایک مرتبہ اپنے غلام یا قوتی الغیاثی کے ہا کھنوں بہت بڑی رقم خرین بھیجی۔ تاکہ وہاں کے مساکین میں تقسیم کر دی جائے۔ اور وہاں پر ایک مدرسہ اور حاجیوں کے لیے ایسی دارالاقامتہ تعمیر کرا دی جائے جس کے ساتھ آمدنی کے وسائل بھی ہوں تاکہ مدرسہ کے مصارف نکل سکیں۔ اس تمام تجویز میں سلطان کے نیک دل وزیر خاں جہاں بھی شریک تھے۔

یا قوت غیاثی نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ اور جہاں سرانے کے لیے ایسے دو گھر خریدے جو پاس پاس تھے۔ یہ گھر باب ام ہانی کے قریب تھے۔ پہلے انہیں مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا پھر انہیں نو مدرسہ اور رباط (جہاں سرانے) کے لیے عمارت تعمیر کرائی۔ اس کے لیے دو واٹر ورکس اور نہر کافی سے پانی لینے کے لیے چار موگے (پانی کے منہ) بنوائے۔ جنہیں مدرسہ کے لیے وقف کر دیا۔ مدرسین میں سے ہر چار سالک کے چار برس قرار پائے۔ طلباء کی تعداد ساٹھ تک مقرر کر دی۔ طلباء کی دارالاقامتہ کے لیے مدرسہ کے سامنے ۵ سو طلائی مثقال کا ایک محل خریدا۔ جو جہاں سرانے کا کام بھی دیتا۔ سید حسن شریف مکہ نے ان دونوں مکانات اور ان کے سقاہوں سے چشمہ کانی سے ۱۲ ہزار طلائی مثقال سے ایک حصہ خرید لیا۔ اس سے اس سلطان غیاث الدین نے اہل مکہ کی امداد کے لیے جہاں بھیجا تھا شریف

نے اس میں سے تیس ہزار طلائی مثقال عرفات کے چشمہ کی اصلاح کے لیے وصول کر لیے۔ اور اس نے اپنے ایک معتمد کو چشمہ بازاران کے اندر کوڑا کرکٹ کی صفائی کے لیے مقرر کیا۔ جس کی وجہ سے اس چشمے کا پانی برسوں سے بہنا بند ہو گیا تھا۔

سلطان کے وزیر خاں جہان نے یاقوت کے ہمراہ ایک غلام حاجی اقبال کو مدنیہ منورہ کی اصلاح کے لیے بے شمار رقم دے کر بھیجا۔ مگر وہ کشتی جذبہ کے پاس آکر تباہ ہو گئی۔ اور تمام مال منال سمندر میں غرق ہو گیا۔ یہ تذکرہ مفتی قطب الدین محمد ابن احمد نہروالی نے اپنی تاریخ فتح مکہ میں کیا ہے۔

فی الحمد للہ سلطان ممدوح نہایت اچھا بادشاہ تھا اور اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کی شہرت تمام اطراف و اکناف عالم میں پھیل چکی تھی۔ حاجت مند دور دور سے اس کے پاس آتے اور ہمیشہ کامیاب ہو کر لوٹتے۔ حافظ شیرازی نے اس کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے۔

آں چشم جادوانہ عابد فریب من

کس کارواں سحر بدنسب الہ سے رود

شکر شکن شوند سہم طوطیان بند

زمین قند پارسی کہ بہ ننگالہ سے رود

حافظ ز شوق مجلس سلطان عیاشین

خامش مشو کہ کار تو از نالہ سے رود

۱۔ بجاۃ مہر جمال تاب

(در متن ص ۱۰۳)

۱۸۱۔ مولانا فخر الدین زراوی

۳۲۸
۱۳۲۶
(لجہ سلطان محمد تخلق)

الشیخ الفاضل العلامة "مبداء و منشا قصبہ سامانا" کم سنی ہی میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اور حسن رشد کے قریب دہلی آکر مولانا فخر الدین ہالنسوی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے۔ اس عرصہ میں قاضی کمال الدین ہالنسوی اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی بھی ان کے اسباق میں شریک تھے۔ صاحب تذکرہ حضرت نظام المشایخ کی زبان پر اکثر طعن و دراز رہتی۔ جس سے حضرت محمود اودھی انہیں منع کر کے شاہ صاحب کی خدمت میں باریابی کی تحریک کرتے۔ آخر ایک روز وہ شاہ صاحب کے حضور میں پہنچ ہی گئے۔

اور آپ کو دیکھتے ہی حالت طاری ہو گئی۔ سیر القیاد حبکا دیا۔ مدلول حضرت کی خدمت میں ملازم رہے۔ اور سلسلہ تدریس بھی قائم رکھا۔ حضرت سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔

زیارۃ حرمین کے لیے گئے اور لجزاز فراغ بغداد پہنچے۔ کئی شیوخ سے حدیث پڑھی۔ واپسی میں سمندر میں گر کر جان بحق ہوئے۔

احسان

صاف گوئے خوف، خصوصاً دین کے معاملہ میں کسی شخص کی خفگی خاطر میں نہ لاتے۔ ظالم سلطان کے سامنے حق گوئی سے زبان نہ روکتے۔ جیسا کہ کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ محمد تخلق نے انہیں صرف قتل کرنے کے لیے بہانے سے طلب کیا۔ اور کہا کہ میں تار سے نبو آزمائی کے لیے تیار ہو رہا ہوں۔ آپ مسلمانوں کو میری معیت کے لیے آمادہ کیجیے۔ مولانا نے جواب میں صرف الشاء اللہ کہا۔ سلطان نے جواب دیا کہ الشاء اللہ تو شک کا کلمہ ہے۔ مولانا نے

جواب دیا کہ آپ بھی ہر مستقبل کے لیے یہی کلمہ استعمال کیا کیجیے۔ بادشاہ نے کہا۔ مجھے نصیحت کیجیے تو فرمایا کہ غصہ چھپا لیا کیجیے۔ سلطان نے کہا "غصہ کیا ہے؟" فرمایا۔ غصہ ہے درندوں کا سنا غنص و غضب۔ یہ سن کر سلطان اور بھی غضب میں بھر گیا۔ مگر خاموش رہ کر دنیاؤں سے بھری ہوئی تھیلی طشت میں سجا کر پیش کی۔ کہ اگر مولانا قبول نہ کریں تو ان پر گرفت کا یہی بہانہ ہو جائے۔ مولانا کے ہمراہ آپ کے شاگرد قطب الدین تھے۔ انہوں نے تھیلی لے لی اور دونوں اس قتال بادشاہ سے جان سلامت لے کر واپس لوٹ آئے۔

مولانا زراوی حضرت نظام المشایخ کے خلفا میں بوجہ ممتاز تھے۔ وہ حاضر جواب۔ خوش کلام اور ذہین ہونے کے ساتھ جملہ علوم میں ماہر تھے۔

تلاذہ

شیخ سراج الدین عثمان اودھی — مولانا رکن الدین اوران کے بھائی
صدر الدین اندر تپی — محمود ابن المبارک کرماتی اوران کے عم بزرگوار حسین
ابن محمود وغیرہ۔

مصابیف

(۱) عثمانیہ — در علم صرف شیخ سراج الدین محدود کے لیے۔

(۲) الخمسین — ان مسائل کلامیہ میں جن کا سمجھنا مشکل ہے۔

(۳) کشف القناع عن وجہ السماع

(۴) اصول السماع

مؤلف نزہۃ الخواطر فرماتے ہیں۔ ہم نے آخری رسالہ د ۴ کا مطالعہ کیا ہے۔

رسالہ اصول سماع میں ان کے فوائد!

اہل سنت والجماعت میں فرقوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ فقہا

۲۔ محدثین

۳۔ صوفیا

انھیں میں سے فقہاء و محدثین پر یہ طعن کرتے ہیں کہ وہ صرف حدیث کے پیرو ہیں اور حدیث کی پرکھ کے لیے صرف سند صحیح پر اکتفا کرتے ہیں۔

لیکن صوفیاء خود کو اہل الرائے بتاتے اور رائے کے مقابلے میں خبر واحد کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک خبر واحد کے مقابلے میں قیاس یعنی درایتہ قابل قبول ہے۔ اگرچہ خبر واحد کے تمام راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں۔

مترجم:- اور خبر واحد بمعنی ایسی حدیث کے ہے جس کا راوی کسی درجے میں تنہا رہا ہو۔ صحابی ہو یا تابعی۔ مثلاً

راویوں میں ا ب ج د ہیں
صحابی تابعی تبع تابعی۔

اگر روایت ا سے ہے اور ا صحابی بھی ہے مگر اس کا ہم نوا اس روایت میں کوئی دوسرا صحابی نہیں۔ اسی طرح ب، ج، د، کا ماجرا ہے۔ تو یہ خبر واحد ہوئی۔ ایسی حدیث کے مقابلے میں رائے یا قیاس ہے تو یہ قابل قبول ہے۔

مگر محدثین خبر واحد کو بھی قیاس کے مقابلے میں قابل عمل گردانتے ہیں۔

اب رہے صوفیہ۔ تو ان کے لیے خبر واحد اور قیاس اور رائے سب محبوب ہیں۔ اس لیے کہ ان کی توجہ ذات لائالہ کی طرف۔ اور ماسوا اللہ سے ہٹی ہوئی ہے۔ وہ مذاہب اربعہ کے قیاسات کے مقابلے میں صرف احوط (مخاط) بات قبول کرتے ہیں نہ کہ مذہب معین کو۔ ان کی ایسی ادا پرا نہیں "انصوفی لا مذہب لہ" کا طعن دیا گیا یعنی وہ شافعی مالکی حنبلی ابراہیمیہ کسی کا مسلک تسلیم

نہیں کرتے۔ بلکہ اس قول رسول علیہ السلام سے تمسک کرتے ہیں۔ اختلاف امتی سنتہ فی الدین کہ میری امت کا اختلاف ان کے دین کی وسعت کے لیے ہے۔ پس جب اختلاف دین وسعت کا ذریعہ ہے تو مذہب معین پر رہنا وسعت کو محدود کرنا ہوا۔ اور دین میں تضیق کرنا ممنوع ہے کیونکہ امتی کے لیے اس میں تکلیف ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ جب ایک اعرابی نے آنحضرت کے سامنے دعائی گئی کہ

اللہم ارحم منی ومجداً ولا ترحم معنا احداً

ترجمہ :- یا اللہ مجھے اور محمد کو اپنے رحم کا مورد بنالے اور ہم دونوں کے ساتھ کسی اور کو اس کا مورد نہ بنانا۔

جس پر آنحضرت نے اعرابی سے فرمایا۔ ارے! تجھ پر واسعاً تو نے توسیع دائرے کو محدود کر دیا!

جس سے ثابت ہوا کہ مذہب معین کا لزوم کوئی شے نہیں۔ جو صرف عوام کے لیے ہو سکتا ہے۔ اس کی تائید صوفیہ کا یہ قول بھی کرتا ہے کہ دین میں صرف کتاب و سنت کافی ہے۔ انہی پر محققین کا اتفاق ہے۔ کتاب بمعنی قرآن کی آیت "خاسلوا اهل الذکر انکم کنتم لا تعلمون" ہے کہ اگر خود تم مسئلہ نہیں جانتے تو جاننے والوں سے سوال کرو، اس آیت میں سوال کرو کے ساتھ کسی معین مذہب والے کا ذکر ہی نہیں۔ بلکہ ثابت ہوا کہ مذہب معین کی پیروی بدعت ہے!

اور سنت ہے رسول علیہ السلام کا ارشاد اصحابی کا النجوم بالیہم اقتدیتم۔ اھتدیتم۔ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کا بھی تم اتباع کرو گے۔ منزل پر پہنچ جاؤ گے۔ پس آنحضرت کا ارشاد بہ لفظ اقتداء مانند آیت متذکرۃ الصدر میں لفظ سوال کا مترادف ہوا۔ وبارہ ترک اختیار (مذہب معین) کے۔

رہا اجماع! تواجماع کا معنی ظاہر ہے یہ کہ علمائے مجتہدین کے اقوال پر احاطہ کے بعد

کسی قول اور حج کی متمیز۔ جو طالب علم کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں (طلب العلم فرضیہ علی کل مسلم و مسلمۃ) (علم کی طلب ہر مسلم مرد و زن پر واجب ہے۔) پس مذہب معین کی پابندی یا تقلید بند کرنا ہے وسعت کو۔ یہی حال قیاس کا ہے کیونکہ اس میں بھی فی المعنی ترجیح ہے کسی ایک قول مرجوح پر اور یہ بھی دین میں اخلاق ہی ہے۔

پس جب کہ صوفی کسی ایک مذہب کے پابند نہیں تو ان کے بارے میں فقہاء کی رائے منکوحی ورنہ نہیں رکھتی۔

۱۸۲۔ شیخ فخر الدین مروزی

م ۴۳۹
۱۲۳۵ھ

(لجہد محمد تخلق)

والشیخ الفقیہ الزاید "فضل و بزرگی میں فروروزگار اور حضرت نظام المشایخ کی بیعت سے سرفراز۔ جس کے لجد خود کو تقویٰ و عبادت کا ایسا پابند کر دیا کہ ان کے دور میں ان کا مثل سنانہ گیا۔

۱۸۳۔ مولانا فخر الدین ناقلی

(لجہد غیاث الدین بلبن)

والشیخ الفاضل العلامة المعمر الناقلہ فقہ و اصول و ادب عربی میں ممتاز۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں صدر مقرر ہوئے اور ایک عرصہ کے لجد معزول بھی کر دیے گئے۔ اس

کے بعد سلطان جلال الدین فیروز خلجی کا دور آیا۔ تو آپ کو پھر اسی منصب پر فائز کر دیا گیا۔ اس مرتبہ چار سال گزارنے کے بعد معزول ہوئے۔

مشغلہ تدریس جاری ہی رہتا جس سے لاتعداد افراد مستفیض ہوتے رہے۔

۱۸۴۔ مولانا فخر الدین ہالنسوی

والشیخ الفاضل الکبیر العلماۃ "اپنے عہد کے ممتاز اساتذہ سے کہتے۔ دہلی میں مسند

تدریس آراستہ رہی۔

آپ کے تلامذہ

قاضی کمال الدین ہالنسوی۔ شیخ نصیر الدین محمود اودھی۔ شیخ فخر الدین زرلوی کے علاوہ بے شمار افراد ہیں۔ شیخ حمید الدین دہلوی نے اپنی کتاب خیر المباحس میں لکھا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود نے انہیں ہدایہ سنائی جس میں فخر الدین زرلوی بھی ان کے سابق ہیں شریک تھے تصانیف:-

دستور الحقائق (کتاب ضخیم) ہے۔

۱۸۵۔ مولانا فخر الدین شقائق

(بعد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

والشیخ الفاضل "اساتذہ کبار میں سے تھے۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی کے دور

میں دہلی کے اندر تدریس فرماتے تھے

۱۔ برنی (در متن)

۲۔ برنی (در متن)

۱۸۶۔ قاضی فخر الدین بجنوری

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ

ابن سے رکن الدین بن فخر الدین لیسر عثمان ابن ابوبکر صدیقی السمرکی شہم بجنوری "الشیخ الفقیہ الصالح" زہد و تقویٰ میں ممتاز اور حضرت نظام المشایخ کے رشتہ بیعت میں منسلک ہونے کے بعد شیخ نصیر الدین محمود اودھی کی بیعت کا رقبہ حاصل کیا۔ زہد اور لوگوں سے کنارہ کشی میں ہمیشہ تھے۔ بجنوری ہیں آسودہ لحد ہوئے۔

۱۸۷۔ فخر الدین زاہدی میرٹھی

ابن سے شہاب الدین بن فخر الدین الزاہدی میرٹھی دہلوی۔ ہندوستان کے مشہور مشایخ سے تھے۔ شیخ جلال الدین حسین ابن احمد حسینی بخاری کی دہلی میں ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔

۱۔ بہاء الدین گنج اوان۔ کاپی میں سکونت پذیر ہوئے۔

۲۔ بدر الدین

۳۔ صدر الدین جون پور میں اقامت فرمائی اور جلال الدین محمود سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

۱۸۸۔ مولانا فخر الدین دہلوی

الشیخ الکبیر ستمش الملک دہلی کے امراء کبار سے تھے۔ اتفاق سے حال طاری ہو گیا۔ تو بہان الدین ہالنسوی غریب کی خدمت میں ملازمت اختیار فرما کر طریقہ چشتیہ میں منسلک

ہو گئے۔ امارۃ اور مناصب شاہی ترک کر دیے۔ اور دہلی سے دولت آباد دکن میں منتقل ہو گئے
جہاں شیخ ہاشمی ممدوح کا زاویہ تھا۔ وہیں آسودۂ لحد ہوئے۔ اور ان کی قبر عوام و خاص کی
زیارت گاہ ہے۔

۱۸۹۔ شیخ الاسلام فرید الدین اودھی

م ۱۳۵۱ھ

»الشیخ العالم الکبیر العلامة« ایسے مشہور عالم کہ ان کے زمانے میں نحو و لغت و عربیت
میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ اور وہیں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے۔ شیخ شمس الائمہ محمد
بن یحییٰ اودھی نے ان سے پڑھا۔ اور علاء الدین نیلی نے آپ سے کشف پڑھی۔

۱۹۰۔ شیخ فرید الدین ناگوری

»الشیخ العالم الفقیہ« محمود بن علی الحمیدی السعیدی السوالی شیخ فرید الدین ناگوری۔
اپنے دور کے ممتاز مشائخ سے تھے۔ ناگور مبداء و منشاء ہے۔ طریقت میں اپنے والد سے
فیض یاب اور ان کی رحلت کے بعد ان کے قائم مقام۔ ضیاء الدین بخشنبی اور دوسرے بہت
سے افراد خود ان سے مستفیض۔ تصانیف میں کتاب سر الصمد اور اپنے عہد کے حالات پر جنہیں
اپنی کلم سنی میں دیکھا۔ اجازۃ حدیث و ارشاد اپنے والد سے ہے۔ عہد نے ان کے لیے دعا اور
خرقہ دولتی عنایت فرمائے۔

۱۔ سیر الاولیاء در متن

۲۔ بحر النظار (در متن)

۱۹۱۔ شیخ فرید الدین دولت آبادی

۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

الشیخ العالم الفقیہ — المشہور بالادب — چشتیہ کے مشایخ کبار سے ہیں۔ طرقت میں شیخ برہان الدین محمد النہوی غریب سے مستفیض۔ جن کے مدلول ملازم خدمت رہے۔ یہاں تک کہ درجہ کمال تک آپہنچے۔ شیخ کو ان سے بے حد محبت تھی۔ شیخ کی رحلت سے ۱۳ روز قبل آسودہ لحد ہوئے۔ ان کی قبر زیارۃ گاہ خاص و عام ہے۔

۱۹۲۔ شیخ فضل بن محمد ملتانی

الشیخ الفقیہ الزاید فضل بن محمد بن زکریا اسدی القرشی یعنی شیخ فضل الدہلوی۔ علم و معرفت میں ممتاز اور اپنے والد شیخ صدر الدین محمد عارف سے مستفیض۔ ان سے شیخ شمس الدین مصری محدث نے کتاب کیا ہے۔

۱۹۳۔ مولانا فیض الدین دہلوی

(عبد سلطان غیاث الدین بلبن)

”الشیخ الفاضل“ علم و عمل میں ممتاز الاقران۔ اصول فقہ شیخ شمس الدین قوشچی سے حاصل کئے ہیں۔ قاضی محی الدین کاشانی بھی شریک سبق تھے۔ بقیہ فنون دوسرے اساتذہ سے حاصل کیے۔ دین رسا اور بات کرنے کا ملکہ تھا۔ اپنے زمانہ تدریس و افادہ میں بڑی شہرت حاصل کی۔ بادشاہ غیاث الدین بلبن نے اپنے شہزادوں کی تعلیم پر آپ کو مقرر کیا۔

لے برنی (درمیں)

اور برسوں تک پڑھاتے رہے۔ معزولی کے بعد حضرت شہنشاہ دین کی خدمت میں ملازم ہوئے اور برسوں یہ چاکری کرتے رہے۔ شیخ کی زندگی میں رحلت فرمائی۔

۱۹۴۔ قاضی فصیح الدین بھری

(اجہد تخلق)

«الامیر الفاضل علاء الملک فصیح الدین البروی الخراسانی أحد الفقہاء الحنفیہ» شہر سہرات میں قاضی تھے۔ ہندوستان تشریف لے آئے۔ تو سلطان مذکور نے آپ کو شہر لاہری کا نگران مقرر کر دیا۔

یہ شہر بحر ہند کے ساحل پر ہے۔ دریائے سندھ کا سنگم اسی شہر کے پائیں میں ہے۔ یہاں کی صفت میں جہازوں کے لنگر اس قدر مشہور تھے کہ یمن اور فارس تک کے بیوپاری ان کے لیے آتے۔ جس کی وجہ سے یہاں پر سرکاری لگان اور عوام کی دولت دونوں زیادہ تھے۔ انہوں نے جب یہ رنگ دیکھ کر تخلق کی طرف لکھا کہ اس شہر سے ساٹھ لاکھ سالانہ لگان ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا نیم وہ (۲۰) وال حصہ راقم کو عنایت فرمایا جائے۔

۱۹۵۔ فیروز شاہ دہلوی

ماہ رمضان از ۷۹۹ھ تا ۸۰۹ھ
۱۳۹۵ء تا ۱۳۹۹ء

«الوالمظفر کمال الدین فیروز شاہ ابن سالار رجب السلطان الصالح» جو سلطان محمد تخلق کے عم زاد تھے۔ اپنے عم بزرگوار سلطان غیاث الدین اور محمد تخلق دونوں کے زیر سایہ پڑاں پڑھے۔ بڑے ہوئے تو دربار میں حاجب کا منصب حاصل ہوا۔ محمد تخلق کی رحلت در ۷۵۲ھ

درماہ محرم ۱۲۴۰ء پر رعایا ان کے انکار کے باوجود بیعت کے لیے اٹھ آئی۔ اور شیخ نصیر الدین محمود صدر مملکت اور قاضی و فقہا بھی مصر ہوئے۔ تب انہوں نے بیعت لینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس میں ان کے عدل اور حسن معاملہ کا بھی دخل تھا۔

زمام حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد انہوں نے دہلی سے جنوب کی طرف ۵۵۵ میل ایک نیا شہر بنام فیروز آباد آباد کیا۔ دریائے جمنا سے ایک ہزار نکلا کر فیروز آباد کی اراضی سیراب کرنے کا انتظام کیا۔ ۵۶۰ء میں دریائے ستلج سے ایک ہزار نکلا کر جہم درہ کی طرف لے جانی گئی۔ جہم اور اس نہر کے درمیان ۴۸ کوس کا فاصلہ تھا۔ اور ایک کوس ہوتا ہے دو میل کا۔ اسی طرح ۵۶۰ء میں جیل مندی اور سرسور سے ایک ہزار نکلائی۔ ان کی یہ تمام نہریں سات تھیں۔ جنہیں وہ آلبین کی طرف لے آیا اور یہاں ایک سر بلند قلعہ حصار فیروز کے نام سے تعمیر کرایا۔ اس کے بھی ایک ہزار گھوڑے ۵۶۲ء کے نام سے کھدوائی۔ جسے سرستی کی فضیل تک لے جا کر اسے نہر سرکھترہ سے ملا دیا گیا۔

اسی طرح ایک اور نہر سرستی اور سلیم کے درمیان نکلائی۔ اس سر زمین میں مٹی کے بڑے بڑے ٹورے تھے۔ نہر سرستی اور سلیم دونوں نہروں کو ملا کر سرسند اور منصور پور و سنام کی اراضی سیراب کرنے کی تجویز کی۔ ایک اور نہر جمنا سے نکال کر خضر آباد اور سفیدون کی سر زمین کی آبپاشی کا اقدام کیا۔ الخضر فیروز شاہ نے (۵۰) نہریں کھدوائیں۔

اسی طرح ۴۰ مسجدیں - (۲۰) زاویے - (۱۰۰) قصر - (۵۰) شفا خانے - (۱۰۰) مقبرے (۱۰) حمام - (۱۰۰) سوپاں اور (۱۵۰) کنوئیں تعمیر کرائے۔

دہلی کے نواح میں ۱۲۰۰ - شاہدرہ کے ارد گرد (۸۰) - چنور کے چاروں طرف باغات - (۴۰) - باغات لگوائے۔ ان باغوں میں سات قسم کے تو صرف انگور

ہی کے تھے۔

آمدنی

ان کے تمام مصارف وضع کرنے کے بعد سالانہ آمدنی (۸۰) لاکھ تنکہ تھی (فی تنکہ آج کے حساب سے ۴۰ روپے کا ہے) اور دو آبہ دہلی (مابین جہنا گنگا) میں آب پاشی کا جو انتظام تھا اس کی آمدنی میں سے علماء و مشائخ کو ۱۱ لاکھ ۴۰ ہزار تنکہ وظیفہ ملتا۔ اور عام ضرورت مندرجہ کورسات لاکھ تنکہ ۱

فیروز شاہ نے دہلی میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جو پتھر کھود کر بنی۔ جو صحن خاص دہلی پر مدرسہ اور جامع مسجد بنوائی۔ جس میں باہر سے ایک چشمہ کا پانی لایا گیا۔ اس مسجد کی نظیر تمام دنیا میں نہ تھی (جیسا کہ برنی نے لکھا ہے)

جب اس نے نگر کوٹ فتح کیا تو جو والا مکھی پر کھڑے ہو کر مندرؤں کا مندر دیکھا۔ معلوم ہوا کہ اس مندر میں بت پرستوں کی ۱۳۔ سو کتابیں سنسکرت میں رکھی ہوئی ہیں۔ سلطان نے ان میں سے بعض ایسی کتابیں فارسی میں ترجمہ کرا دیں جو ریاضی، نجوم، ادب و موسیقی میں تھیں مشہور فارسی شاعر اعز الدین خالد خانی نے حکمت طبعیہ، تفاؤل و تطہیر کی ایک کتاب کا ترجمہ کر کے نام دلائل فیروز شاہی رکھا۔

علاوہ ازیں ضیاء الدین برنی نے دہلی کے بادشاہوں کی تاریخ لکھی۔ سراج عقیف نے بھی ایسی ہی ایک کتاب لکھی۔ خود سلطان فیروز شاہ نے ریاست و سیاست میں (۸) البواب پر ایک کتاب مدون کی اور عمال کو حکم دیا کہ الواح حجری پر منقش کر کے جامع مسجد فیروز آباد کے بہت پہلو بنیاد میں یہ الواح رکھے جائیں۔ ماسوائے ازیں فیروز شاہ نے ایک ایسی گھڑی بنائی جو ہر گھنٹہ گزرنے پر ایک مترنم لہر آواز سناتی۔ یعنی ہر ساعتے کہ برداشتہ طاس سے زند

لفصلان عمر سے شود آل یاد مے دہند

اس گھڑی سے رات دن کے اوقات سایہ افکار کا وقت معلوم ہو جاتا۔ یہ گھڑی فیروز پور میں نصب تھی۔

۱۹۴۔ شیخ فیروز دہلوی

»الشیخ العالم الصالح« صلاح و تبحر دولتی میں ممتاز۔ حضرت نظام المشایخ دہلوی کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ اور بے شمار فیوض سے مالا مال ہوئے۔ وہ ایسے قانع پختہ کہ دولت مندوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے نہ ان کے ہدایہ قبول کرتے نہ عوام کے نذرانے۔ دولت آباد میں سپردِ لحد ہوئے۔

۱۹۵۔ شیخ قاسم بن عمر دہلوی

»الشیخ الفاضل الکبیر« قاسم بن عمر۔ ان کے والد حضرت عمر نظام الدین اولیاء کے ہمیشہ زادہ تھے۔ یہ دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں پروران چڑھے۔ کلام اللہ حفظ کیا۔ مولانا جلال الدین دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے۔ جملہ درسیات آپ سے تابہ ہدایہ و کشف پڑھیں نہایت فہم اور طبائع تھے۔

مصابیف

لطائف التفسیر ہے۔ جس میں اکثر و بیشتر لطائف و اسرار ضبط ہیں۔

۱۹۸۔ شیخ قطب الدین ہالنسوی

۲۹ ذی قعدہ ۷۵۷ھ
۱۳۵۶ء

»الشیخ الزائد الکبیر المجاہد« قطب الدین ابن برہان الدین بن جمال الدین لخمائی ہالنسوی

المشہور بہ منور۔ مشہور مشایخ ہند میں سے تھے۔ ہالنسی مولد و منشا رہے۔ طریقت میں حضرت
شاہ نظام الدین دہلوی سے مستفیض ہیں۔ اور برسوں ان کے ملازم رہے۔ شیخ نے ۱۳۲۲ھ
میں آپ کو اپنی خلافت عطا فرمائی۔ یہ بڑے زاہد و عابد تھے۔ دن میں روزہ اور رات کو قیام ان
کا شعار تھا۔ فکر و ذکر کسی وقت ترک نہ ہوتا۔ دنیا کی کسی شے سے واسطہ نہ تھا۔ امر اور نہی
بے تعلق تھے۔ تعلق (محمد شاہ) نے دو عدد مواضع جاگیر میں پیش کیے مگر انہوں نے
پائے استغنا سے ٹھکرا دیے۔

۱۹۹۔ قطب الدین حیدر علوی

م ۷۹۴ھ
۱۳۹۴ء

«الشیخ العابد الزاہد» قطب الدین حیدر ————— صلحاء میں ممتاز تھے۔ ابن بطوطہ نے
آپ سے شہر اچ میں ملاقات کی۔

۲۰۰۔ قطب الدین شاہ کشمیری

م ۷۹۴ھ
۱۳۹۴ء

«الملک المرید» قطب الدین بن شمس الدین شاہ مرزا الکشمیری السلطان المنصور اپنے
کھائی شہاب الدین کے بعد سریر آرائے حکومت ہوئے۔ عمدہ بادشاہ تھے۔ زلیور علم
سے آراستہ، عدل و بخشش سے بہرہ مند، شہر قطب الدین پور تعمیر کرایا۔ اور وہاں عالی شان مدرسہ
قائم کیا۔ شیخ علی بن شہاب حسینی ہمدانی ان کے ہاں تشریف لائے۔ تو نہایت جوش و
خلوص سے استقبال کیا۔ ان کی بادشاہت ۱۵ سال تک ممتد رہی۔

۱۔ سراج عقیف در تاریخ (دہلی) ۲۔ تاریخ فرشتہ (دہلی)

۲۰۱۔ مولانا قوام الدین دہلوی

(بعہد سلطان غیاث الدین بلبن ————— مسخر الدین کی قباد)

» الشیخ الحمید الاہل « الدیر المشہور « بہ عہد الملک « علم میں ممتاز، سلطان بلبن کے عہد میں دیوان النشا کے امیر اعلیٰ اور ————— بہ عہد سلطان کی قباد (وزارت) سے فائز ہوئے۔ اشعار و حجابت کے منصب بھی انہی کو تفویض تھے۔ جیسا کہ برنی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے مدوح نے ان کے علم و فضل اور النشا پر دازی اور مکتوب نویسی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں ان کمالات میں کوئی ان کا مثل نہ تھا۔ وہ اپنے دور میں طواط اور اہم تھے۔ سلطان بلبن نے بنگال سے بعض امرا کو جادو کی ایک کتاب الفتح نام کی بھجوائی تھی جو ان کے ہاتھ لگ گئی۔ اور انہوں نے لوگوں کے قلوب میں دہشت بھری۔

۲۰۲۔ مولانا کبیر الدین عراقی

» الشیخ الفاضل المورخ « کبیر الدین ابن تاج الدین العراقی الدہلوی جو تاریخ میں وسیع میں برسر عنوان تھے۔ ان کے معاصرین کوئی دوسرا ان دو مضامین کے اندر ان کا حریف نہ تھا۔ النشا پر دازی میں تو فصاحت و بلاغت کے حیا ہی بہادیتے۔ فارسی اور عربی دونوں میں ملکہ تھا۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی پر فتوح السلطان کے نام سے ایک کتاب لکھی مگر مدح بے جا و مبالغات و خوشامد سے ملوث کر دی۔ بخلاف مورخین کے جو اپنے موضوع میں خیر و شر حسن و قبح و مناقب و معائب ہر امر کا التزام ضروری سمجھتے۔ تاہم وہ ارباب فضل و کمال میں سے تھے۔ بادشاہ نے انہیں ان کے والد کی جگہ پر لشکر کا امیر و امقر کر دیا تھا۔

۲.۳۔ مولانا کریم الدین دہلوی

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ العالم الصالح“ وعظ و تذکیر میں مشہور تھے۔ وہ ان مواقع پر اپنے شعر زیادہ پڑھتے اور نشر کو مسیح کرتے جاتے جس کی وجہ سے لوگ انہیں پسند نہ کرتے مگر ان کی بات دل میں نہ اترتی۔ حاضرین کی تعداد بھی معمولی ہی رہتی۔ ان کے بیان میں التشاکی فراوانی ان کی قابلیت کا ثبوت ہے۔

۲.۴۔ مولانا کریم الدین جوہری

(لجہد سلطان محمود)

”الشیخ الفاضل کریم الدین“ فقہ و اصول و عربی میں ممتاز الافاضل تھے۔ اور دہلی کے اندر آپ کی مسند درس آراستہ تھی۔

۲.۵۔ مولانا کریم الدین سمرقندی

(لجہد محمد تغلق)

”الشیخ الفاضل“ ادب میں بلوغ نظر حاصل تھا۔ شیخ محمد اسحاق الحسینی بخاری کی دامادی سے مفتخر اور حضرت نظام الدین اولیاء کی بیعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں رہنے کا امتیاز بھی حاصل ہوا۔

ست گانوں کی شیخ الاسلامی پر متعین فرمایا۔ ایک عرصہ کے بعد وہیں طعنا جمل ہوئے۔

آپ علم میں برتر، گفتگو میں بالغ اور احسان و جود میں مشہور تھے۔

۲۰۶۔ کمال الدین ساماٹوی

«الشیخ الفاضل العلامة» اپنے دور کے ممتاز اساتذہ سے تھے۔ برسوں دہلی میں درس دیا۔ محمد معتمد علیہ السلام میں دولت آباد کن تشریف لے گئے۔ تو وہاں بھی یہی شغل رہا۔ ان کے بیشتر شاگردوں میں شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی ہیں۔

۲۰۷۔ مولانا کمال الدین دہلوی

«الشیخ الفاضل» ابن عبدالرحمن بن محمد بن عمر الخفیف الصوفی۔ مشہور بہ علامہ فرخ شاہ عمری ادھی کاہلی کے اخلاف سے ہیں اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود ادھی کے ہمیشہ زاویہ بنچین میں تعلیم پر راجع ہوئے تو فتویٰ نویسی اور تدریس کی قابلیت تک آپہنچے۔ بیعت اپنے ماموں سے کی۔ برسوں دہلی میں رہنے کے بعد گجرات تشریف لے گئے اور دولت حسن قبول سے مالا مال ہوئے اور پھر دہلی لوٹ آئے اور یہاں رحلت فرمائی۔

۲۰۸۔ شیخ کمال الدین غاری

«الشیخ الصالح العالم» دہلی میں حضرت نظام الدین کے زاویہ سے ایک طرف ایک غار میں قیام فرماتے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے۔
«میں ان کی زیارت کے لیے ۳ مرتبہ غار میں گیا۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ میرا غلام بھاگ

۱۔ سیر الاولیاء (در متن)

۲۔ روضۃ الاولیاء (در متن)

۳۔ غرغیۃ الاصفیاء (در متن)

۴۔ غار میں رہنے والے۔

کہ فلاں ترک کے پاس چلا گیا ہے اگر آپ اس پر صاف فرمائیں تو میں اس ترک کے پاس جاؤں
فرمایا: وہ غلام تمہارے لائق نہیں، اسے جانے دو۔ اور ترک اس کا گرویدہ تھا اور میرے ساتھ
معاملہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ سن کر اس کے ہاں گیا تو ایک ہزار و نیاں روپے سودا ہو گیا۔ ۶۔ تہینے کے بعد سنا
کہ اس غلام نے ترک کو قتل کر دیا ہے۔ مقدمہ سلطان کے پاس آیا تو اس نے غلام کو مقتول کے
بیٹوں کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے غلام کو قصاص میں قتل کر ڈالا۔

» میں اس درویش کے پاس غار میں جاتا رہا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ میں اسی کا ہو کر رہ
گیا۔ جو کچھ میرے پاس جمع ہو جی بھتی۔ سب غریبوں میں تقسیم کر دی۔
یہ فقیر دس دس روز بعد روزہ افطار کرتے اور اگر جی چاہتا تو بیس روز تک مسلسل روزہ دار
رہتے۔ اور قیام تو رات بھر ہی رہتا۔ میں درویش کے پاس ہی تھا کہ ایک روز بادشاہ
نے مجھے یاد کیا اور میں دوبارہ دنیا میں گھر گیا۔

ابن بطوطہ نے یہی واقعہ اپنے سفر نامے میں ایک اور مقام پر قلمبند کیا (مترجم)
مگر دونوں تحریروں میں الفاظ کے سوا کوئی فرق نہ تھا الا یہ کہ » میں نے اسی اندازہ سے روزہ
داری کا ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا، آپ کو عبادت میں اپنے نفس پر نرمی برتنا چاہیے۔ کیونکہ فصل بار آور
ہونے کے لیے زمین میں صلاحیت ضروری ہے۔ ان کے اتنا کہنے ہی سے میرے بدن میں سستی
ابھرائی۔ اس پر بھی جو میرے پاس بھڑا بہت باقی رہ گیا تھا وہ بھی فقر اکوڑے دیا۔ حتیٰ کہ اپنے
بدن کا لباس بھی ایک فقیر کے لباس سے بدل دیا۔

میں نے انصے کے پاس ۵۔ ماہ تک رہا!

۲۰۹۔ مولانا جمال الدین الکولی

(عہد سلطان علاء الدین خلجی)

» الشیخ الفاضل « — بن جمال الدین ابن عبداللہ ابن نظام الدین ابوالموید دہلوی الکولی۔

دہلی میں قاضی امجد کی صاحبزادی بی بی عصمت اللہ سے عقد ہوا۔ اور دہلی ہی میں طرح اقامت ڈال دی۔ ان کا مسکن نور الدین المشہور بہ ملک یار پراں کے خطیرہ سے متصل تھا۔ دہلی ہی میں وفات پائی اور حضرت قطب الدین بختیار اوشی کاکی کے مزار سے متصلہ جہنہ کے خطیرہ میں آسودہ لحد ہوئے۔ یہ مقام چیلچل اہلی کے نام سے مشہور ہے۔ برقی فرماتے ہیں کہ آپ دہلی کے اندر عہد علاء الدین خلجی میں استاذ الاساتذہ تھے۔

۲۱۰۔ مولانا کمال الدین سنتوسی

”الشیخ الفاضل الحلاوتہ کمال الدین سنتوسی البہاری۔ علوم نقلیہ میں فخر الامثال اور قریہ سنتوس کے مصنفات بہار میں مسند درس آراستہ تھی۔ حضرت شرف الدین منیر نے انہیں ایک خط میں لکھا کہ :-

انے العقل لمعرفۃ اللہ سبحانہ اہم لا!
ترجمہ :- عقل خدا کی شناخت کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

۲۱۱۔ شیخ کمال الدین مالوی

(عہد سلطان خلجیہ)

”الشیخ الحارث الفقیہ“ — ابن بانیرید بن نصیر الدین بن فرید الدین مسعود العمری ابو دھنی المالوی — شیوخ چشتیہ کے اکابر سے تھے۔ حضرت نظام المشایخ کے لقبہ بیعت میں منسلک اور رسول حضور کی خدمت میں ملازمت کا فخر حاصل کیا۔ حضرت نے آپ کو صوبہ بالوہ بھجوا یا اور آپ شہر دہار میں مقیم ہو گئے۔ یہاں ان کے ہاتھ پر بے شمار ہندو مسلمان ہوئے۔ یہیں دفن ہوئے ان کے مزار پر سلاطین خلجیہ نے نہایت عمدہ عمارات تعمیر کرائیں۔

۱۔ اخبار الجمال (در متن)

۲۱۲۔ شیخ مبارک الحمیری البلیخی کوپا منوی

”الشیخ الصالح مبارک ابن قاضی کریم الدین بن سبرہان الدین الحمیری البلیخی کوپا منوی
صالح و تقویٰ اور علم و فضل میں ممتاز الاقران۔ ہندوستان وارد ہوئے اور سلاطین و قسطن
کے تقرب سے دہلی میں عہدہ میراد مسمت ہوا۔ یہ منصب وزارت سے دوسرے درجے پر
ہے۔ برہمنوں اس پر فائز رہنے کے بعد حضرت شہنشاہ دین کی خدمت میں پہنچے اور مناصب
و اسباب و اموال دنیا کو ٹھکرا دیا۔“

راقم (مؤلف نثریہ الخواطر) نے ان کے اختلاف میں جو تحریر دیکھی۔ اس تحریر میں آپ
کا قاضی شہر کوپا منوی ہونا اور حضرت ابراہیم ادھم — بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب
کی اولاد سے ہونا منقول ہے۔ اس شجرہ میں ایک صاحب ناصح الدین کی وجہ سے یہ حضرات
خود کو ناصحی ادھمی بتاتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ بالکل غلط ہے اس لیے کہ
ابراہیم بن ادھم (مشہور ولی) تابع عمر بن الخطاب اسی طرح مبارک بن کریم الدین ابن سبرہان الدین
ابن ابوسعید بن صدر الدین ابن بدیع الدین بن ابواسحاق بن ابراہیم ابن کمال الدین بن جلال الدین بن ابوالحسن
ابن فاضل الدین بن ابراہیم ابن ادھم بن بدیع الدین بن محمد بن ابوالمجاہد بن ابوالقاسم علی بن عبدالرزاق ابن عبدالرحمن
بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ اسی بنا پر وہ اپنے ناموں کے ساتھ ادھمی اور اس پر فخر کرتے مگر یہ کچھ
بوجہ قابل اعتراض ہے۔ ۱) ابراہیم بن ادھم صالح بلخی عمر کی اولاد سے نہ تھے۔ ابن اثیر نے کامل جلد ۱
میں لکھا ہے ابراہیم بن ادھم بن منصور ابواسحاق زاہد ان کا مولد بلخ ہے۔ جہاں سے شام آگئے اور وہاں منصب
مرابطین پر فائز ہوئے۔ ان کا لبنی واسطہ بکربن وائل سے ہے (بروایت ابوجاہم البقی)

حافظ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ ”ابراہیم بن ادھم بن منصور قبیلہ عجل سے ہے اور ممتی
نے کہا ”ابواسحاق بلخی زاہد نے شام میں سکونت اختیار کر لی۔ بخاری نے کہا ”مجھے قلیبہ ممتی نے کہا کہ وہ
کوفہ کے ہیں انہیں عجل کہا جاتا اور وہ شام میں رہتے۔“ بلقی ابن محمد بلکرامی زبیدی نے الخفاف السادت
المتقیین شرح احیاء علوم الدین میں لکھا ہے کہ وہ امام زاہد ابواسحاق ابراہیم ابن ادھم بن منصور عجل ہیں۔ اور
انہیں ”ممتی بلخی“ بھی کہا جاتا ہے۔ صدوق تھے اور ۱۹۲ھ میں رحلت فرمائی۔

۲۱۳۔ مبارک شاہ خلجی

(یعنی قطب الدین مبارک شاہ)

م ۷۲۱
۱۳۲۰ھ

«الملك المودع» بادشاہ دہلی۔ ۷۲۱ھ میں اپنے بھائی شہاب الدین کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر کے دہلی کی حکومت پر ڈٹ گیا۔ شہاب الدین کے ساتھ اس قید و بند میں اس کے اور بھائی بھی تھے۔ جونہی مبارک کے قدم جم گئے۔ اس نے سب سے پہلے محبوبین قلعہ گوالیار کو شہید کرا کے اپنا دین و دنیا دونوں برباد کر لیے۔ اب اس نے دیوگیر و کن پراپی فوج ریل دی۔ جس نے وہاں کے راجہ پال دیو کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مبارک وہاں گیا تو دیوگیر کا نام دولت آباد رکھا۔ اور وہاں ایک سرفراک مسجد تعمیر کرائے کے بعد معبر کی طرف پہنچا۔ یہاں قتل عام اور عیب مال و زر کے بعد شہر ونگل سر کیا۔ اس شہر کے سربراہ سے لڑائی کے بعد مال کثیر لے کر صلح کر لی۔

مبارک شاہ نے اپنے بھائیوں کو قتل کرا ہی دیا تھا۔ اب امرا اور گرد و لڑاج کے سربراہوں میں سے کوئی اس کا حریف نہ تھا۔ ————— الا اس کا امر و معشوق خسرو خاں نو مسلم جس نے اسے قتل کر کے اپنی راج دہانی قائم کر لی۔

مبارک کے اعموان میں محلات شاہی کی کنجیوں کا محافظ قاضی خاں اس کا دل سے خیر خواہ تھا۔ یہ خسرو خاں کو نگاہ میں رکھتا اور اس کی سازشوں سے باخبر رہتا۔ ایک روز خسرو خاں نے مبارک شاہ سے عرض کیا۔ میں نے ہندوؤں کی ایک جماعت کو آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے لیے آمادہ کیا ہے۔ سلطان کے کہا تو ان کو لے آؤ۔ اس بد باطن نے کہا۔ وہ دن کے وقت میں آنے سے اپنے اقربا سے شرم کرتے ہیں۔ سلطان نے کہا نہ ہی رات کے وقت لے آنا۔ اس اجازت سے خسرو خاں نے دلاور ہندوؤں کو جمع کر لیا۔

گرمی کا زمانہ تھا۔ سلطان محل کی کھلی چھت پر راحت فرما تھا۔ اس وقفہ میں اس کے پاسبان چند نو عمر مرد ہوتے۔ حسن و خصال کے جمع کردہ ہندو محل کے چاروں دروازوں سے در آئے۔ پانچویں دروازے پر قاضی خاں موصوف کا پرہ تھا۔ ادھر سے آنے والے ہندو کو اس نے روکنا چاہا تو ان کے ہاتھ سے خون شہادت نوش کر کے جنت کی راہ لی ہندوؤں کا یہ مجمع مسلح تھا۔ انہوں نے امر و پرست قطب الدین کا سترن سے کاٹ کر باہر میدان میں پھینک دیا۔ یہ واقعہ ۱۳۲۰ھ ۱۰۲۱ھ ماہ ربیع الاول ۱۵ تاریخ کو ہوا۔

۲۱۴۔ سلطان مجاہد شاہ کہمنی

۳ محرم ۷۷۹ھ
۱۳۷۸ھ

«الملك المویہ» مجاہد شاہ ابن محمد شاہ بن علاء الدین حسن کہمنی۔ اپنے والد کے بعد ۷۷۹ھ میں دکن کی زمام حکومت سلجھالی۔ یہ علم میں برتر اور شجاعت میں فردِ روزگار تھے۔ ان کے معاصر میں قوتِ بازو اور دلیری میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔ بے شمار فتوحات سے سرفراز ہوئے بیجاپور پر حملہ کیا تو اس کے راجہ کشن پال سے لڑ کر بے حساب اموال پر صلح کر لی۔ واپسی پر گلبہگہ پہنچے تھے کہ ان کے چچا داؤد بن الحسن نے انہیں ان کی غفلت میں شہید کر دیا۔ وہ اپنی ایک تقصیر میں گرفتِ پران سے خفا تھا۔ اور داؤد نے خود حکومت پر قبضہ کر لیا۔

۲۱۵۔ شیخ مجدد الدین ملتانی

«شیخ العالم الفقیہ» صلاح و تقویٰ میں معروف۔ ملتان میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ من جملہ اور حضرات کے شیخ جلال الدین حسین بن احمد اچھی بخاری نے آپ سے

۱۔ تاریخ فرشتہ (در متن)

مسلسل ایک ہمال تک الکتاب فرمایا۔

۲۱۶۔ شیخ محمد بن احمد دہلوی

الشیخ الصالح "محمد" — المشہور بمحمد الزاہد۔ حضرت قطب الدین مودود چشتی کے

اخلاف سے ہیں۔ — دہلی مولد و منشا ہے۔ اپنے والد اور دادا کے سوا اور بھی کئی
حضرات سے پڑھا۔

انص سے شیخ رکن الدین مودود دہلوی گجراتی نے بیعت کی۔ ہندوستان بھر میں
مشایخ چشتیہ کا یہی ایک سلسلہ ہے۔ جو بغیر کسی واسطے کے شیخ معین الدین حسن
سنجری اجمیری سے ملتا ہے۔

۲۱۷۔ حضرت شاہ نظام المشایخ الاولیاء الیونی

م ۷۲۵ھ
۱۳۲۴ء

الشیخ الامام العالم الکبیر العلماۃ "منہج کرامات و مصدر مکاشفات۔

حضرت نظام الدین بن محمد بن احمد بن علی البخاری البدر الیونی۔ مشہور اولیاء اللہ سے
ہیں۔ ہندوستان کے تمام اطراف و اکناف میں آپ کی شہرت ہے۔ ارشاد و دعوت اور
السننک بھیت و القطارع دنیا میں ممتاز و برتر ہیں۔ بایں ہمہ علوم ظاہری سے بھی کما حقہ بہرہ
مندی ہے اور ظاہری اطوار میں بھی داغ و دھبوں سے مبرا ہیں۔

مولد شہر بدایوں۔ سال ولادت ۷۳۹ھ ہے۔ آپ کے والد نے ان کی کم سن میں
واعی اہل کو لبیک کہا۔ اپنی والدہ ماجدہ کے سائے میں تربیت حاصل کی۔

فیض یافتگاہ آن پیر پیراں

جو اس ملک کے تمام اطراف میں ریت کے ذروں سے بھی زیادہ
ملیں گے۔

آپ ایسے امام و مجاہد تھے کہ آپ کے واقعات معاصرین اور بعد کے لوگوں کی زبان پر
پہ چلا رہی ہے۔ نہ تو عمر بھر شادی کی۔ نہ کوئی رات قیام کے بغیر اور نہ کوئی دن صیام کے بغیر گزارا۔
آپ نے لیے گھر اور در کچھ نہ بنایا۔ اثاث البیت کا کیا ذکر!

بادشاہورے اور امرا کی ملاقات سے ان کی خوشامد کے باوجود بے حد گریز پاپسے کرمانی نے
لکھا ہے کہ سلطان جلال الدین فیروز خلجی نے آپ کو اپنی حاضری کی اطلاع دی اور کہلا بھیجا کہ
میں اس سے آپ کی نفرت کا واقف ہوں۔ کسی وقت بغیر اطلاع کے قدم بوس ہو جاؤں!
یہ سن کر بادشاہ کے آنے سے قبل ہی حضرت دہلی سے اجڑھن (پاک پٹن) تشریف لے آئے۔

اسی طرح سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی نے تحریری عرضیہ بھیجا جس میں سلطنت
ہی کے بعض معاملات میں مشاورت مطلوب تھی۔ تو آپ نے اس پر ملاقات سے انکار
کر دیا اور کہلا بھیجا کہ شاید بادشاہ میرے دہلی کے اندر قیام سے انکار کرنے پر مائل ہے
اگر ہی ہے تو اِنِّیْ اَرْضَ اللّٰہِ وَاَسِیْعَہُ خدا کی زمین وسیع ہے۔

یہ بات سن کر بادشاہ نے شہزادے کو آپ کے حضور معافی کے لیے بھیجا تو آپ نے
شہزادے سے بھی ہم کلامی انکار فرما دیا۔۔۔۔۔ لحد بادشاہ نے پھر اپنے لیے حاضری کی
اجازت پھر طلب کی۔ تو فرمایا ”میرے کوٹھے کے ۲ دروازے ہیں۔ اگر آپ اس دروازے سے
در آئیں گے تو میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔“

سلطان محدود نے علماء و مشائخ کو جہینے میں ایک مرتبہ اپنے دربار میں آنے کا حکم
دیا ہوا تھا مگر سلطان الاولیاء کبھی نہ گئے۔ بلکہ اپنے خادم اقبال (نام) کو بھیج دیا کرتے تھے۔
آخر بادشاہ نے زخا ہو کر کہا ”اگر شیخ آئندہ جہینے میں خود نہ آئیں گے تو میں ان سے نیٹ

لوں گا: والبتگان دولت فخر و غنائے سنا لو گھبرا اٹھے۔ مگر سلطان الاولیاء کے لشکر سے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس عہدے کا مقررہ دن کل ہی کو تھا کہ سلطان علاء الدین کورات کے وقت قتل کر دیا گیا۔

اب غیاث الدین تغلق کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی۔ تو علمائے سونے اسے حضرت سلطان الاولیاء کے سماع مزامیر کے خلاف مشتعل کر دیا۔ بادشاہ نے مولویوں سے کہا میں ان کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں۔ وہ علم و عمل کے پیکر ہیں۔ ان سے فحلِ حرام کا ارتکاب کیوں کر ہو سکتا ہے۔ جواز کی کوئی صورت ان کے سامنے ہوگی ہی۔ ملاؤں نے یہ سن کر قاضی حمید الدین ناگوری کا فتویٰ دربارہ حومتِ غنا بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر بادشاہ نے سلطان الاولیاء کو مناظرے کے لیے طلب کر لیا۔ آپ مجلسِ مناظرہ میں تشریف لے گئے۔ اس محفل میں بادشاہ کے علاوہ علما اور مشائخ اور دیگر امرا و خواص موجود تھے۔ بادشاہ کی طرف سے قاضی جلال الدین لولوی بھی مقرر تھے۔ جنہوں نے سلطان الاولیاء پر آغاز کلام طعن و تشیع سے کرنے کے بعد سماع کی مذمت میں دادِ علم دی۔ مگر حضرت ان کی باتیں نہایت سکون و تحمل سے سنتے رہے۔ قاضی نے اس پر فخر کرتے ہوئے حضرت پر زبرد تو بیخ کار خ کھرا دیا۔

حضرت نے قاضی سے فرمایا

حضرت: لعلی لقلول ذلک بلسانِ الحکومة وانی معزولہ عنہا

شاید آپ اپنے منصبِ حکومت کے غور میں جامے سے باہر نکلے جائے ہیں۔ آپ کا یہ منصب تو عنقریب آپ سے چھین جانے کو ہے۔

قاضی صاحب اسی پر ٹھٹھڑ گئے۔ آخر بارہ روز بعد آپ کو آپ کے عہدہ قضاۃ سے برطرف کر دیا گیا۔

انص کے مہرب لب ہو جانے کے بعد شیخ زاوہ قاضی حسام الدین آگے بڑھے اور قاضی مذکور کی مانند دون کی لینا شروع کر دی۔ حضرت نے فرمایا: گفتگو کا یہ انداز ادب مناظرہ کے خلاف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے مختلف فیہ میں ایک سمت مقرر کر لی جائے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت نے شیخ زاوہ سے پوچھا:-

حضرت! تم جانتے ہو غنا کے معنی؟

شیخ زاوہ: میں یہ تو نہیں جانتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ علمائے اسے حرام قرار دیا ہے۔

حضرت: انص کنت لا تعلم ما هو فلسفۃ لی بالمخاطب فی البحت والمناظرۃ

اگر تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ غنا کیا ہے تو تم بحث (مناظرہ) کے اندر میرے مخاطب قرار نہیں پاسکتے

اتنے سی بات پر فریق مخالف نے عفواً شروع کر دیا تو قاضی کمال الدین سامنے آئے اور فرمایا:-

قاضی کمال الدین:- انه صح عن الاصام الاعظم انه قال السماع حرام والرقص فسق

(امام اعظم سے صحیح فتویٰ منقول ہے کہ سماع حرام اور رقص فسق ہے) حضرت: استللا الم یصح ذلک عن الاصام (یہ گزیر امام سے یہ فتویٰ منقول نہیں) ارتنے میں شیخ علم الدین سلیمان ملتانی آپہنچے۔ سلطان عیث الدین نے انہیں دیکھ کر آگے بڑھا دیا تب انہوں نے فرمایا:-

ملتانی صاحب: میں نے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کے اندر سماع و غنا کے حلال و حرام ہونے کے دونوں پہلو دکھائے ہیں اور فیصدہ میں لکھا ہے کہ انه حلال لمن لیسع بالقلب وحرام لمن لیسع بالنفس۔

وہ دل سے سننے والوں کے لیے حلال اور نفس سے سننے والوں کے لیے حرام ہے۔
اسی طرح پر بادشاہ نے ملتانی صاحب سے فرمایا، آپ روم، شام اور نجد لو میں
گھومے نہیں۔ ان ملکوں کے علما کا سماع کے بارے میں کیا رویہ ہے؟ وہ اسے جائز قرار دیتے
ہیں یا ناجائز؟

ملتانی صاحب نے فرمایا وہ تو کسی زحیر کے بغیر وف کے ساتھ سماع فرماتے ہیں۔
اسی موقع پر قاضی لؤلؤ حاجی جلال الدین نے کہا۔ سلطان الوقت کیم امام ابو حنیفہ کے مذہب
کی ادا کرنا چاہیے۔

اور اس مسلک کی مذمت سے منع کرنا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ جب
تک گفتگوئے مناظرہ مکمل نہ ہو اس قسم کی بات مناسب نہیں۔ چہ جائے کہ نفس مسئلہ (سماع)
کی حلت و حرمت دونوں کے دلائل موجود ہیں۔ بحث کا رخ حلت و مباحث سماع کی طرف
ہو گیا۔ حتیٰ کہ ترک سماع اور اختیار سماع دونوں کو اپنے اپنے طور پر مباح قرار دیا گیا۔
یہ مجلس چاشت کے وقت سے لے کر زوال تک رہی اور تفتیق شاہ نے حضرت شہ
کو ادب و احترام سے الوداع کیا۔

حضرت نے اپنے زاویہ میں ظہر ادا کر کے اپنے وابستگان و امن میں سے ان تین
حضرات کو یاد فرمایا۔

(۱) قاضی محی الدین کاشانی

(۲) قاضی ضیاء الدین برنی

(۳) امیر خسرو اور فرمایا

میں فقیہان شہر کی اس جرات پر حیران ہوں کہ انہوں نے
کس طرح امارت کو رد کر کے فقیہوں کے اقوال کو ترجیح
دی۔ یا بعض فقہائے کہا کہ یہ حدیث امام شافعی کی

متمسک رہے اور وہ ہمارے علماء کے دشمن ہیں۔

اس لیے ہم حدیث نہیں سنیں گے نہ ہمارا احادیث پر اعتماد ہی ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے یہ سب بادشاہ اور قضاہ کے بالموافقہ کہہ دیا۔ ان فقیہوں کا عقیدہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر بادشاہ ان کی بات پر صاد کر کے روایت حدیث سے منع کر دیتا تو

یہ۔ اخاف ان یحل علیہم غضب اللہ سبحانہ و یمیک الحرث والنسل
لسوء اعتقاد والعلماء بالحدیث :

ترجمہ :- میں تو ڈر گیا مبادا ان پر اللہ سبحانہ کا غضب وارد ہو جائے اور کھیتیاں اور تمام انسان ان فقیہوں کے سوء عقیدہ بالحدیث کی وجہ تباہ ہو جائیں۔

حضرت نے جن ۳۰ مریدوں کے سامنے یہ گلہ کیا۔ ان میں سے قاضی محی الدین گیلانی نے فرمایا کہ اس واقعہ سے چند سال بعد تعلق کے ہاتھ سے اس قدر اثرات اور اکابر قتل ہوئے

جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ تخلق نے دہلی کی تمام پبلک کوشہرے دھکیل کر دولت آباد دکن کی طرف بیل دیا۔ دہلی کے اندر کئی مہینے تک ایک فرولشہر نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ سب حضرت شہنشاہ دین کی رحلت کے بعد رونما ہوا۔

کرماتی ممدوح نے اپنی کتاب سیر الاولیاء میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت نظام المشایخ حنفی ہونے کے باوجود ان ۳ مسائل میں حنفیہ سے منفرد تھے۔

(۱) امام کے پیچھے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھتے جس پر آپ کے ایک مرید نے عرض کیا۔ امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگار گھرو یا جائے۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نماز سورۃ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی۔ پس انگاروں والا وعید ناقابل قبول ہے۔ اس کے مقابلے میں کہ سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز باطل ہو جائے۔

اور اصول فقہ میں صراحت ہے کہ احتیاط مقدم ہے۔ اختلافیات کی طرف خروج سے حضرت رحمۃ اللہ جنازہ غائب پڑھتے اور اس پر مشہور حدیث سے استدلال کرتے۔ اور فرماتے کہ اگر تم ایسی حدیث بنو جو صحاح ستہ میں نہ ہو تو اس حدیث کو مردود مت ٹھہراؤ بلکہ یہ کہو کہ حدیث کتب متداولہ میں نہیں۔

(۲) حضرت سماع بالدف کا شغل فرماتے مگر اس سے قبل افطار میں کمی کرتے جاتے۔

۱۔ مؤلف (نزہۃ الخواطر) نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے:-

”انگاروں والی روایت مرفوع نہیں بلکہ وہ قول ہے جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن الحسن شیبانی نے داؤد بن قیس سے حضرت سعد وقاص کے ایک غلف سے نقل کیا کہ سعد نے کہا میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے۔ لیکن حافظ ابن عبد البر (اپنی کتاب استذکار) میں فرماتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں۔“

ملا علی قاری نے اپنی کتاب الاثمار الجنیۃ فی اسماء الحنفیہ میں حضرت کے متعلق فرماتے

ہیں۔

حضرت نظام المشایخ فقیہ العالم اور صاحب حال و وجد تھے۔ مخلوق کو آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور عبادت کے طریقے انہیں بتانے کے ساتھ دنیا کے دُنی سے لالچ رہنے کے طور بتائے۔ ہاں ہمہ علوم متداولہ سے کما یفتی بہرہ مند تھے۔ فضائل فاخرہ اور کمالات خوارق جواں کی زبان اور ہاتھوں سے وجود پذیر ہوئے۔ ان سے زیادہ امید نہیں کی جاسکتی نہ زبان اور قلم ان کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ آج ان کا مزار دہلی میں ہے اور باہر آنے والوں کے لیے لفتح رسالہ ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی آپ کی تعظیم و تکریم میں پیش پیش ہیں۔ اور زیارۃ کے لیے آتے ہیں۔

مجدد الدین فیروز آبادی نے اپنی کتاب اللطایف الحنفیہ فی اشواق الحنفیہ میں اور مولانا جامی نے لفحات الانس و حضرات القدس میں آپ کے تذکار بہت بسط سے لکھے ہیں۔ آپ کے مریدوں نے بھی آپ کے ملفوظات جمع کیے ہیں جن میں فوائد الفواد کو سب پر ترجیح حاصل ہے۔ اسی طرح حضرت کرمانی نے سیر الاولیاء میں حضرت کا ذکر بہت شرح کے ساتھ کیا ہے۔ ۷۲۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

شہنشاہ دین آپ کو حضرت ابوالفتح رکن الدین ملتانی سہروردی نے کہا۔ سن شریف ۸۹ سال ہے اور مدفن دہلی شہر سے باہر ہے۔ آپ نے تو اپنے مزار کے لیے سقف نیلگوں کا گنبد کافی سجا ہوا تھا۔ مگر بعد میں تعلق اور دوسرے بادشاہوں نے عالی شان قبۃ تعمیر کرا دیے۔

۲۱۸۔ شیخ محمد بن اسحاق دہلوی

م ۷۳۲ھ
۱۳۳۲

«الشیخ العالم الصالح» — ابن علی بن اسحاق الحسینی البخاری الدہلوی۔ حضرت شکر گنج کے ہمیشہ زادہ تھے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ اور جناب شکر گنج کے مرید حضرت نظام المشایخ انہیں ان کی والدہ ماجدہ اور دوسرے بھائی موسیٰ کو دہلی لے گئے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ من جملہ اور اساتذہ علم و فن کے شیخ احمد نیشاپوری سے پڑھا۔ طریقت میں حضرت نظام الدین صاحب سے مستفیض ہوئے وہ سرود و نغمہ میں آواز اور موسیقی و شعر کے ساتھ علوم حکمیہ سے بھی بہرہ مند تھے۔ تصانیف میں الزوار الجالس کے زیر و بم کے اندر حضرت اولیاء رحمۃ اللہ کے ملفوظات قلم بند کیے۔

۲۱۹۔ شیخ محمد بن احمد المعبری

«الشیخ الفقیہ» — بن منصور جمال الدین المعبر۔ علم و تقویٰ میں ممتاز۔ طریقت میں شیخ حلال الدین حسین بن احمد البخاری الاچی آپ کے مرشد ہیں۔ مدلول آپ کے ملازم رہے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ نے آپ کو اپنے شیوخ کے فروغ و صایا سے مطلع فرمایا۔ اپنے مرشد کی زندگی میں اسودہ لحد ہو گئے۔

۱۔ خزینۃ الاصفیاء (در متن)

۲۔ خزائنہ الفوائد (در متن)

۳۔ جامع العلوم (در متن)

۲۲۔ قاضی محمد بن برہان ہالنسوی

(لجہد محمد تخلق)

”الشیخ الفاضل“۔ کمال الدین ہالنسوی۔ فقہائے حنفیہ میں علمائے کبار سے
 تھے۔ اپنے مامون شیخ العلماۃ فخر الدین ہالنسوی سے پڑھا۔ ان اسباق میں شیخ فخر الدین
 زراہی آپ کے ہم سبق تھے۔ بحث و اخذ مطالب میں نہایت دقیق تھے۔ یہاں تک
 کہ اکمل الفضل ہوئے اور سند افتاء زندہ لیس کو زینت بخشی، عہد تخلق میں شاہ میں عہدۃ القضاۃ
 پیش ہوا۔ اور تمام ملک کے قاضی القضاۃ کا مرتبہ حاصل کیا۔ بادشاہ مذکور اپنے عنین و غضب
 کے باوجود آپ کو اپنی مجالس میں بلاتا۔

۲۲۔ محمد بن تخلق شاد دہلوی

”کینت البرالمجاہد، لقب فخر الدین، نام محمد۔ ولادت تخلق شاہ ترکی دہلوی۔
 المشہور بہ عادل۔ ہندوستان میں پیدا ہوا۔ اور یہیں پر و ان چڑھا۔ باپ اس کا
 بادشاہ ہند کا غلام تھا۔ مگر وہ اپنی ذہانت کی وجہ سے سلطنت کا سربراہ ہوا۔ اس کی بادشاہت
 کا حلقہ دن بدن وسیع ہوتا گیا۔۔۔۔۔۔ یہ بادشاہ زمانہ کے ایسے عجائبات سے تھا جن کی
 مثال دنیا کے کسی بادشاہ میں نہ دیکھی گئی۔ ایک طرف بذلی اموال سے لوگوں کو مال کر
 دیتا۔ ہم آگے چل کر اس کے ان متضاد کارناموں کا تذکرہ اسی کے ہم عصر اور قاضی ابن
 بطوطہ سیاح کی زبان سے بیان کریں گے۔

ابن صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مندرجہ ذیل واقعات میرے سامنے وقوع میں آئے۔

سلطان محمد تغلق اس قدر غریب و نیاز تھا کہ ان کے لیے لفظ غریب بدل کر عزیز رکھ دیا۔ وہ لشمول ان کے حملہ اہل ہند کو اپنے احسان سے مالا مال کرتا رہتا۔ غریبا کو عزیز کہنے کی توجہ میں فرمایا۔ یہ کہ اگر انسان کو غریب کہا جائے تو اس کا دل ٹوٹ کر چہرے کی حالت متخیر ہو جاتی ہے۔
ناصر الدین قرظی واعظ حاضر ہوا تو یہ اس کے احسانات کی وجہ سے مدعوں اس کے زیر سایہ رہا۔ آخر انہوں نے اپنے وطن لوٹنے کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے اجازت دے دی۔ مگر اب تک ان کا وعظ ایک مرتبہ بھی نہ سنا تھا۔ لہذا ان کے وعظ سننے کے لیے آپ نے یہ اہتمام فرمایا۔

سید صندل کا ممبر تیار کروایا۔ جس کے پائے اور تختے سونے کے تھے۔ اور کے پرت میں بڑے بڑے یا قوت جڑوائے۔ مولانا کے لیے جو عبا تیار کرائی۔ اس میں گونا گویں قسم کے جو اسیرات ٹکے ہوئے تھے۔ مولانا جب تک منبر پر تشریف فرما ہے سلطان حاضر مجلس رہا۔ اور جو نہی وعظ ختم کر کے فارغ ہوئے سلطان نے سروۃ کھڑے ہو کر محالۃ کیا۔ آپ کو ہاتھی پر بٹھایا۔ قیام کے لیے رنگارنگ ریشمی کپڑوں کا نیمہ تیار تھا۔ رسیاں بھی ریشمی تھیں۔ واعظ صاحب کو نیمہ میں اتار کر یونے کے ظروف سے بھر دیا تھا۔ سونے ہی کا اتنا بڑا تور تھا جس تور کے اندر آدمی کھڑا ہو سکے۔ مولانا ناصر الدین جب وہی وارد ہوئے تھے تو سلطان نے انہیں ایک لاکھ دینار پیش کیے تھے۔ آج کا تمام سامان بھی سلطان نے مولانا ممدوح کی نذر کر دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ مولانا غیاث الدین محمد بن عبدالقادر ابن یوسف بن عبدالعزیز ابن خلیفہ مستنصر باللہ عباسی تشریف لائے۔ وہ ابھی سندھ ہی میں وارد ہوئے تھے کہ سلطان نے ان کے استقبال کے لیے ایک وفد بھیجا جو مولانا ممدوح سے سرتی پر ملاقی ہوا۔ شاہی وفد میں قاضی کمال الدین ہانسوی اور فقہا کی ایک جماعت تھی۔ ان کے عقب میں سلطان

نے اس لئے حکومت کا ایک اور وفد بھیجا۔ اور جب مولانا عیناٹ الدین کے دہلی سے قریب آنے کی خبر سنی تو سلطان بنفسہ ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آیا۔ اور شہر میں لاکر اس محل میں آوارا جو سلطان علاء الدین غلی نے مقام سیری میں اپنے لیے تعمیر کرایا تھا۔ اور مولانا کے اس محل میں یہ سامان بھجوا دیا۔

سونے اور چاندی کے برتن غسل کے لیے سونے کی بڑی لگن۔ ۴۰ لاکھ دینار سر کے غسل کا نذرانہ۔ نو جوان خدم و حشم اور کینریں۔ باورچی خانہ کے یومیہ مصارف تین سو دینار۔ کھانے میں شاہی مطبخ سے خوان۔ اور آئندہ کی لسراوقات کے لیے بستی سیری اور اس کے ملحقہ موضع و محلات جاگیریں اجن کے ساتھ دوسرکاری باغات بھی تھے۔ اور دہلی کے حصہ شرقی کی حکومت نیز تیس چرخ جن پر سونے سے منڈھی ہوئی زین تھیں۔ ان کا چارہ اور راتب سرکاری باغات اور کوٹھار سے منظور کیا گیا۔

ایک ہندو کا استغاثہ در قتل محمد

سلطان پر ایک ہندو نے قاضی کی عدالت میں اپنے بھائی کے قتل پر استغاثہ کیا۔ قاضی نے سلطان کو طلب کر لیا تو معاً حاضر عدالت ہوا۔ اس وقت کوئی اسلحہ اس کے پاس نہ تھا۔ عدالت میں پہنچنے سے قبل متعلق نے قاضی کو کہہ دیا کہ عدالت کے اندر میرا استقبال نہ کرنا۔ پیشی پر قاضی سے درخواست کی کہ مستفیث کو دیت پر رضا مند کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ قاضی نے ہندو کو اس پر راضی کر ہی لیا۔

بادشاہ سے قصاص لیا گیا

ایک لڑکے نے قاضی کی عدالت میں اسے غارت کیا کہ بادشاہ نے اسے بلا وجہ چھڑی سے پٹیا اور اس لڑکے کو دیت پر راضی نہ کیا جاسکا۔ تو سلطان نے اسے اپنے ہاتھ سے

لاٹھی دے کر فرمایا۔ لو اسے میرے سر پر برسا لو۔ لڑکے کی ۱۱۔ ویں ضرب پر سلطان کے سر سے
گولی گر پڑی (اور میں ابن بطوطہ یہ منظر دیکھ رہا تھا۔)

اقامت دین

وہ دین کے معاملے میں نہایت پابند اور ایک دوسرے پر مظالم کے رفع کرنے میں پیش

پیش رہتا۔

از اسے حمید بنماز باجماعت کے ترک پر سخت تعذیب کرتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس نے اپنے قتال کے ہاتھ سے
اسی حضور پر ایک دن میں نو افراد کو قتل کرادیا۔ ان لوگوں میں ایک گویا تھا۔ سلطان سپاہیوں کو بازار
میں بھیجتا کہ دیکھو ادھر جماعت کھڑی ہو گئی۔ جو آدمی مسجد میں نہ آئے ان کو گھیر کر لے آؤ۔ اس پابند
میں چرواہے اور سرکاری سائیس بھی شامل تھے۔ اس نے لوگوں کو مسائل دینیہ ضروریہ صلوٰۃ و
دستور اور شرائط الاسلام سیکھنے میں یہاں تک پابند کر رکھا تھا کہ وہ راہ چلتے لوگوں سے مسائل
دریافت کرنے میں تامل نہ کرتے اور ان میں سے خواندہ افراد ایسے مسائل بیاہن میں لکھ لیتے۔
اس نے اپنے بھائی کو قاضی کے ساتھ بطور نگران مقدمات مقرر کر رکھا تھا۔ جو قاضی
کے ایوان میں ذرا بلند مقام پر بیٹھا ہوا نگرانی کرتا۔ اگر امرا میں سے کوئی فرد حاضر ہونے سے پہلو
نہی کرتا تو مبارک حناں (سلطان کے بھائی کے نام) اپنے چوب داروں کو بھیج کر

پیش کرتا

ٹیکس معاف

اس نے زکوٰۃ اور عشر کے سوا تمام شتم کے ٹیکس معاف کر دیے۔

دربار عام

بادشاہ ہر جمعرات اور دو شنبہ کو کھلے میدان میں بیٹھتا۔ اس روز پیشانی میں یہ چار منصب

(۱) امیر حاجب — (۲) حاجب خاص — (۳) سید الحجاب — (۴) شرف الحجاب۔
اور اس میں سے چار افراد اس لیے متعین رہتے کہ سائلوں کی درخواستیں قلم بند کر کے پیشی میں بھیجیں۔
اگر پہلا سردار انکار کرتا تو سائل دوسرے تیسرے چوتھے کے پاس آتا اور سب انکار پر قاضی کے پاس جاتا وہ بھی
ستوائی نہ کرتا تو سائل خود سلطان کی پیشی میں آکر اپنا ماجرا اور امرا کے سرکاری کارنامے بیان کرتا۔ اگر سائل بادشاہ کو امرا
کی لاپرواہی کا یقین دلا دیتا تو بادشاہ انہیں زہر کرتا اور خود بادشاہ یہ درخواستیں نماز عشاء کے بعد پڑھتا۔

دستارِ مظالم

اس کی ذات سے ایسے ایسے مظالم سرزد ہوتے جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ وہ عوام
پر کرم و احسان اور مسالین پر رحم و انصاف کرنے میں بے حد جبری تھا۔ قتل ناحق تو اس نے اپنا
مشغلہ گردان رکھا تھا۔ بے گناہ ہر وقت مقتل میں جاتے۔ اس سزا میں جرم صغیر اور کبیر دونوں
کی ایک ہی سزا تھی۔ قتل! کئی سو قیدی اس کے سامنے پیش ہوتے۔ کسی کو قتل، کسی کو تعذیب
اور کسی کو ضرب کی سزا دی جاتی۔ ان اوصاف جملہ!

اس سے نہ اپنے سوتیلے بھائی مسعود خاں کو بھی نہ چھوڑا جس کی والدہ سلطان علاء الدین
غلامی کی دختر تھی۔

مسعود نہایت حسین و جمیل تھا۔ اس کا قصور یہ گردانا گیا کہ وہ سلطان کے قریب کھڑا تھا۔ بادشاہ نے
دریافت کیا تو مسعود خاں نے تعذیب کے خوف سے وہی بیان دیا جو متعلق چاہتا تھا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کی ہمت
نہایت بری طرح ہوتی۔ ایسے ملزم تعذیب کے مقابلے میں قتل کو آسان سمجھتے۔

مسعود خاں کو بازار میں لے جا کر دو ٹکڑے کر دیا گیا اور اس کی لاش تین روز تک وہیں پڑی
ہوئی مڑتی رہی۔ اس سے دو سال پہلے مسعود خاں کی والدہ کو اسی جگہ پر جہم کر دیا گیا تھا۔
جہن نے زنا پر اقرار کر لیا تھا۔

— اس سے نے ایک دستہ متعین کیا جو لوگ شہر دہلی کی ملحقہ پہاڑیوں میں چھپے
پڑے رہتے۔ اور جب موقع دیکھتے تاخت کے لیے نکل آتا۔ دستہ کے سالار نے تحریری

شکایت پیش کی کہ جن سپاہیوں کو آپ نے میری ماتحتی کے لیے نام زد فرمایا تھا۔ ان میں کچھ آدمی ابھی تک شہر کے گرد و نواح میں گھوم رہے ہیں۔ سلطان نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تو تین سو پچاس ایسے سپاہی گرفتار کر کے حضور میں لائے گئے جن کے قتل کا حکم دیا گیا۔ سندھ کے دو فقہا کا اجرا

تعلق نے ایک ترکی شخص کو سندھ کے بعض شہروں کی تولیت سپرد کی۔ اور اس کے ہمراہ دو فقہا کو متعین کیا۔ اور ان سے کہا۔ اصل میں آپ دونوں کے ہاتھ میں ان شہروں کی زمام ہوگی اور یہ امیر آپ کے حکم پر اطاعت کا پابند ہوگا۔ فقہانے عرض کیا گویا ہم دونوں بطور گواہ کے ہیں۔ تعلق نے اس بات پر آپ سے باہر ہو کر کہا کہ ہمارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم تو سبک کا مال مضمم کرتے رہو۔ اور الزام اس ترک کے سر نہ ٹھہرو۔ جو ان کاموں سے ناواقف ہے۔ فقہانے کہا حاشا للہ! جو ہمارا یہ مقصد ہو۔ ظالم نے ان دونوں فقہا کو جلا وطنی کے پاس بھجوا دیا جو سفاک متعلق کی طرف سے تخریب پر متعین تھا۔ اسے زبانہ اسی مناسبت سے کہا جاتا۔ اس مردود نے دونوں فقہا کے بدن سے قمیض اترا کر سیدھا زمین پر لٹا کر ان دونوں کی چھاتریں پر لوہے کی تپتی ہوئی سیل رکھوا دی جسے مٹوڑی دیر لجد ٹھوایا تو چھاتی کی کھال سیل کے ساتھ چٹٹی ہوئی تھی۔ زبانہ کہ (اسے دروغہ جہنم کہیے) پھر اس نے پیشاب میں ریت بھگو کے ان بے گناہوں کے سینے پر ملوائی۔ تب دونوں نے کہا کہ ہمارا مقصد وہی تھا جو سلطان نے دہرایا۔ داروغہ جہنم نے ان دونوں سے جلیفہ تحریر لے کر قاضی کے پاس بھجوا دیا جس تحریر میں یہ عبارت بھی تھی کہ ہم نے اسے اخیر کراہ کے لکھا ہے۔ اس پر دونوں کے سر قلم کر دیے گئے۔

دہلی کی رعیت کی جلا وطنی

دہلی کے باشندے تعلق کے مظالم سے تنفر کی بناء پر رختوں پر لکھتے کہ سلطان کے سوا جو شخص اسے پڑھے۔ اس پر سلطان کے سر کی قسم کا گناہ ہوگا۔ یہ رقعے سلطان کے محل

میں پھینک دیے جاتے۔ بادشاہ رات کو انہیں پڑھتا تو ان میں سلطان کے لیے دشنام ہی دشنام ہوتے۔ اس پر ظالم نے دہلی کو تمام پبلک سے خالی کرانے کا منصوبہ گاٹھ لیا۔ عوام و خواص ہر ایک کے مکانات کی قیمت ادا کر کے انہیں دولت آباد کن میں جا کر آباد ہونے کا حکم دیا اور منامی کراوی گئی کہ دہلی کا کوئی باشندہ تین روز کے بعد شہر میں نہ رہے۔ لوگ کوچ کرتے گئے۔ بادشاہ نے شہر کی تلاشی کرائی تو ایک لڑکا اور ایک انڈھا چھپے ہوئے ملے۔ لڑکے کو تو روپ دم کرا دیا گیا اور اندھے کے پاؤں میں رسہ بندھوا کر اسے دولت آباد لے جانے کا حکم دیا۔ دولت آباد دہلی سے ۴۰ روز کی مسافت پر ہے۔ اندھے کی بوٹی بوٹی راستے میں بکھر گئی۔ اور صرف ایک پاؤں دولت آباد پہنچا۔ شہر خالی ہو گیا تو اس نے اپنے محروسہ شہروں میں حکم دلوایا کہ وہ دہلی میں آکر آباد ہوں۔ وہ لوگ اپنے شہروں کو سنسان کر کے دہلی تو آ گئے۔ مگر اتنا بڑا شہر ان سے بھرا نہ جاسکا۔

ابن خلدون نے دہلی کا قاضی مقرر کیا۔ اس

نے تخلق کی طرح میں یہ قصیدہ پیش کیا

- | | |
|-----------------------------------|-----------------------------------|
| ۱۔ اللہ اعلم الامور و البصیر | ۱۔ ایتنا نجد السیر مخول فی الفلا! |
| ۲۔ فحجت محلل من علانک زائر! | ۲۔ ومغناک کھف للزائر آہلا! |
| ۳۔ فلان فوق الشمس للمجد رتبه! | ۳۔ لکنت لا اعلاھا اماما موھلا! |
| ۴۔ فانت الامام الماحد الاوحد الذی | ۴۔ سجایاہ حتما ان لبقول بولفجلا! |
| ۵۔ ولی حاجۃ من فیض جودک رحی | ۵۔ قضاھا و قضاہی عند مجدک سہلا! |
| ۶۔ اذکرھا اسم قد کفانی حیاؤکم! | ۶۔ فان حیاکم ذکرہ کان اجلا! |
| ۷۔ فجل لمن وافی محلک زائر! | ۷۔ قضا دینہ ان العزیم تجلا! |

ترجمہ: (۱) اے عالی مرتبت امیر المومنین! تیری طرف ہم لائے ہیں اپنے سفر کی خوش بختی کو صحراییں! (۲) تو نے مجھ کو اپنے بند محلات سے ہماری زیارت کیلئے تیار بنایا کرنے والا محل پناہ گاہ ہے۔ زیارتہ کرنے کیلئے۔

- (۳) اگر کوئی اور مقام سورج سے بلند ہوتا تو اس بلندی میں سب کا امام ہوتا۔
- (۴) تو امام ہے بزرگ و بے مثال ایسا امام جس کے فضائل ایسے ہیں کہ نہ اور کرنے سے بلند
- (۵) اور مجھے ضرورت ہے تیرے فیضان سخاوت سے جسکے
- (۶) پورے ہونے کی امید رکھتا ہوں اور میں تیری برتری
- پیشک اور سخاوت کا ارادہ لے کر آیا ہوں۔

قاضی شوکانی (محمد بن علی) نے البدر الطالع میں لکھا ہے کہ محمد شاہ تخلق پڑا سخی متواضع فقہ حنفیہ کا عالم اور حکمت کا مجسمہ تھا۔ وہ علم کا یہاں تک قدردان تھا کہ ایک شخص ابن سینا کی کتاب شفاء یاقوت جموی کے قلم سے لکھی ہوئی لایا۔ تو اسے دو لاکھ مثقال سے زیادہ مال عطا کر دیا۔

خود اس نے مصر کے بادشاہ ناصر کی طرف ایک خط بھیجا تو اسے سونے کے قلم دان میں رکھا جس کا وزن ایک ہزار مثقال کے برابر تھا۔ اس قلم دان پر جو اہریت منڈھے ہوئے تھے جن کا وزن تین ہزار مثقال تھا۔ ... اور ایک مرتبہ اس نے شاہ مصر کے لیے ایک گھوڑا بھیجا جس کے ساز میں ہندی جو اہریت منڈھے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ چودہ پھیلیاں الماس وغیرہ سے بھر لوہے اتفاق کی بات کہ یہ قاصد راستے میں باہم لڑ پڑے۔ بعض قتل ہوئے اور جو بچ گئے وہ حکمران مین کے پاس یہ مقصد لے کر گئے جس نے باقیوں کو بھی قتل کر دیا۔ اور اس نے یہ پدایا سلطان ناصر کی خدمت میں پہنچا دیئے ناصر راستے کا واقعہ سن کر بہت خفا ہوا۔

میں گرفتار محمد تعلق قوتِ مرمی سے بالکل معرا تھا۔ اس کی پشت پر ایک داغ تھا جو ایسی ہی ایک بیماری کی وجہ سے لگایا گیا۔

شکرو افواج

فوج کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ ہاتھی سات سو۔ اور اطباء و علما و ندیم بے شمار۔ اتنے کسی بادشاہ

کے لیے نہ تھے۔ وہ خود مجبور پر خطبہ پڑھتا۔ جس میں خود کو سلطان العالم، اسکندر زماں، خلیفۃ اللہ فی الارض کہتا۔

تعلق کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ اس نے اپنی آخر غلات میں یہ شعر کہے۔
بسیار دریں جہاں جمیدیم

بسیار لغیم و ناز دیدیم!

اسپان بلند تر نشینیم

ترکان گراں بہا خریدیم!

کریم بے نشاط آئند

چوں قامت ماہ نوخیزیم!

۲۲۲۔ محمد شاہ بہمنی

۹۳ محمد شاہ بہمنی

”الملك المہدیہ“ محمد ابن الحسن بہمنی۔ محمد شاہ سلطان مجاہد فی سبیل اللہ۔ دکن ہی میں اپنے والد کی رحلت کے بعد ۷۵۹ھ میں عین حکومت ہاتھ میں لی۔ اور حکومت کا آغاز اللہ آباد سے کیا۔ ۷۶۳ھ میں علاقہ تہلگانہ کا رخ کیا۔ وہاں کے راجہ کو شکست ہوئی۔ ناچار اس کے ہاتھ سے بے شمار خلعت ہلاک ہو گئی۔ اور اُسے سونے کے علاوہ جواہرات کے ڈھیر غنیمت میں ملے۔

بعد ۷۷۲ھ میں گلبرگہ پر چڑھائی کی۔ جہاں کا سربراہ اپنی کمزوری دیکھ کر مصالحت پر آمادہ ہوا اور بے شمار مال بطور نذرانہ کے پیش کیا۔ جسے سلطان نے ایک مرتبہ انکار کرنے کے بعد پھر منظور کر لیا۔ جس میں تین سو ہاتھی۔ دو سو گھوڑے۔ ۱۳ سو اور شہر گول کنڈہ شامل تھا۔

یہ سامان راجہ نے اپنے جن ندیا کے ہاتھوں بھیجا۔ اس میں سونے کا تخت بھی تھا۔ بیش بہا قیمتی جواہرات سے ٹکا ہوا تھا۔ بادشاہ نے واپس لوٹ کر اس تمام مال کا خمس (۱/۵) شیخ سراج الدین حلیوی کی تحریل میں دے کر اسے علما و شیوخ مستحقین میں تقسیم کر کے کی اجازت دی۔ اب وہ بھیانگ کر پہنچا اور قلعہ مکمل پر قابض ہوا۔ اس حملہ میں کفار کے ہاتھ سے ۲۰۰ تین سو مسلمان شہید ہوئے۔ سلطان نے سنا تو فرمایا کہ اگر میں ان تین سو کے عوض میں ایک لاکھ شہداء کو قتل نہ کروں تو سہی۔

اسی طرح مرحلہ کے بعد اس نے اپنے فرزند مجاہد نامی کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے اسے مناسب ہدایت فرمائی۔ اور خود سات ہزار اسوار اپنی کمان میں لے کر بیجا نگر کی طرف بڑھا۔ جوں آگے بڑھتا گیا لشکر میں اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ تیسویں ہزار سوار اور ۹ ہزار پیدل فوج ہو گئی۔ راستے میں دریائے کشنا حائل ہوا اور مخالفین کو گمان تک نہ تھا کہ سلطان اسے کسی طرح عبور کر سکتا ہے۔ وہ ساحل پر رک گیا۔ مگر بیجا نگر کا بند راجہ اسی پر ہی ڈر گیا اور اس نے اپنا تمام مال و منال بیجا نگر منتقل کر کے اپنے زخمیوں سے پوچھا۔ لڑنا ہے یا بیجا پور واپس لوٹ چلیں اور قلعہ بند کر کے بیٹھ جائیں۔ وہ ابھی دو کس ہی طے کر پائے تھے کہ محمد شاہ نے سن لیا اور دریا سے اتر کر ان پر پل پڑا۔ سہد و فیل نے ہاتھی اور سامان تو وہیں چھوڑ دیے اور اپنی جانیں لے کر قلعہ اور فوج کی طرف دوڑے۔ بادشاہ نے فوج کے ایک دستے کو حکم دیا کہ دشمن کا متروکہ مال و منال اکٹھا کریں۔ اور خود ان پر ٹوٹ پڑا۔ اس حملہ میں اس کے ہاتھ سے ستر ہزار مردوزن اور مستورات و بچے طعمہ اجل ہوئے اور مندرجہ ذیل اسوال غنیمت میں ہاتھ آیا۔

ہا اٹھتی دو نہارے۔۔۔ بارکش بیل تین سو۔۔۔ گھوڑے سات سو۔۔۔ اور
مرصع تخت شاہی۔۔۔ اور سلطان بد کل کی طرف روانہ ہوئے۔ بھٹوڑی سی مدت کے بعد جب
برسات کا موسم ختم ہو گیا تو قلعہ اودنی کا قصد کیا۔ راجہ نے یہ سنا تو اپنے بھتیجے کو وہاں لہجیات
کر کے خود گرد و لہجہ میں جان چھپاتا پھرا۔ سلطان حاصل شدہ اموال اور ہاتھی گلبرگہ میں چھوڑ کر

بیجانگر کی طرف بڑھا۔ تب راجہ نے مقابلے کے لیے چالیس ہزار سوار۔ پانچ سو پیل فوج تیار رکھی۔ اور سلطان کی کمان میں دس ہزار سوار اور ۵۰ ہزار پیل فوج تھی۔ جن کے علاوہ ماتحت امر کے دستے بھی تھے۔ ہنگامہ کارزار برپا ہوا۔ مگر ہندوؤں کے پاؤں پہلے پہلے میں ہی اکھڑ گئے۔ محمد شاہ نے بھگڑوں کو بار میں رکھ لیا حتیٰ کہ ان میں سے بہت کھوڑی لٹا دی جان لے کر بھاگ گئے۔ محمد شاہ اس مقام پر سات روز تک پڑا رہا۔ آخر راجہ بیجانگر کے لتاقب میں عام شاہراہ سے ہٹ کر ایک تنگ سی راہ پر پڑ گیا۔ حتیٰ کہ بیجانگر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس مرحلہ میں ایک مہینہ گزرنے پر ہندو تھلا گئے۔ اور سلطان دکھلاوے کے طور پر بیمار ہو کر واپس لوٹا۔

جب ہندوؤں نے یسناو موقع غنیمت سمجھا۔ مسلمان لشکر کے قتل اور لوٹ و غارت کے لیے قلعے سے نمودار ہو گئے۔ یہاں تک کہ دریائے تمندرہ کو عبور کر کے اس چٹیل میدان میں آ پہنچے۔ جہاں سلطان نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ سلطان نے یسناو شام کا وقت تھا۔ بستر سے اٹھا۔ لشکر ہی اسے دیکھ کر تازہ دم ہو گئے۔ انہیں اسلحہ بندی کا حکم دیا۔ اور رات رات میں ہندو کے اس پڑاؤ تک آ پہنچا جہاں وہ شراب کے نشے میں بدست ہو کر ناپسنے والیوں کا گانا سن رہے تھے۔ انہیں اسلامی لشکر کے آنے کی خبر تک نہ تھی۔ سپیدہ سحر نمودار ہوا تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور مقابلہ کی بجائے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس ہتے میں اپنا تمام سامان پڑاؤ ہی میں چھوڑا۔ سلطان نے ان کے گھوڑوں کے قتل کا حکم دیا۔ دس ہزار بست پرست موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ ان کا لتاقب بیجانگر سے چالیس میل تک جاری رہا۔ اس میں بھی سلطان بے حساب مال غنیمت سے مالا مال ہوا۔

اب راجہ کشن رائے نے سلطان سے صلح کی درخواست کی اور تاوان میں نقد رقم پیش کرنے کا وعدہ کیا تو صلح ہو گئی۔

سلطانے گلبرگہ لوٹ آیا اور ساڑھے ستو سال تک مفتوحہ ممالک کے افلاہ و بہود پر غور کرتا رہا۔ آخر عمر میں اس نے شراب چھوڑ دی۔

۲۲۳۔ شیخ محمد بن عبد الرحیم ارموی

«الشیخ العالم الکبیر الامام العلامة» محمد بن عبد الرحیم بن محمد الشیخ صفی الدین الشافعی الہندی (صفی الدین ان کا لقب ہے) اپنے دور کے ممتاز علمائے سے ہیں۔ ماہ ربیع الاول ۴۴۲ھ میں ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے نانا سے پڑھا۔ ۴۹۷ھ میں یمن شریف تشریف لے گئے۔ جہاں کے بادشاہ مظفر نام نے آپ کی بے حد تعظیم کی اور نو سو دینار نذرانہ میں پیش کیے۔ آپ حج کعبہ کے لیے گئے تو مکہ معظمہ کے اندر تین مہینے تک قیام فرمایا یہاں انہوں نے علماء میں سے ابن سبعین کو دیکھا اور ان سے استفادہ کیا۔ ۵۷۱ھ میں قاہرہ تشریف لے گئے۔ روم کے شہروں میں گھومے اور ۶۸۵ھ میں وہاں سے دمشق آکر اسے اپنا وطن ہی بنالیا۔ یہاں انہوں نے فخر بخاری سے حدیث سنی اور خود دمشق کی جامع مسجد میں مسند تدریس آراستہ کر کے بیٹھ گئے۔ دمشق ہی میں انہوں نے فتاویٰ پر کتاب مدون کی۔ اور عملاً محتاجوں کے ساتھ بہرہ رومی کا ہاتھ بڑھائے رکھا۔ انہوں نے سندر جہ ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

(۱) فتاویٰ

(۲) الزبدۃ

(۳) النہایۃ (در اصول دین)

(۴) الفائق (ایضاً)

(۵) الرسالۃ السبعیۃ (ایضاً در اصول دین)

علامہ سبکی اور ابن حجر نے درکامنہ کے اندر اور شوکانی نے البدر الطالع میں اور —

صدیق حسن قنوجی نے اجداد العلوم و تاج مکمل وغیرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔
 سبکی نے ان کی تذکرۃ الصدور تالیفات لکھنے کے ساتھ فرمایا ہے کہ۔
 وہ مذہب ابو الحسن کے اعلم العلماء سے تھے۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ بے حد وسیع تھا۔
 انہوں نے فخر الدین بخاری اور قاضی سراج الدین مؤلف کتاب التلخیص سے استفادہ کیا اور امام
 ذہبی نے ان سے روایت کی۔

انص کی تمام کتابیں خصوصاً النہایۃ نہایت عمدہ ہے۔ وطن ان کا ہندوستان ہے۔
 ۶۸۵ھ میں دمشق تشریف لائے۔ یہیں ۷۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کا خط نہایت بدنام تھا
 مگر خود وہ نہایت ظریف اور سخن ساز تھے۔ ایک مرتبہ بازار سے ایک نہایت بدنام کتاب بہت
 زیادہ داموں میں خرید لائے۔ اجاب کو یہ دکھانے کے لیے کہ جو لوگ میرے خط کو بدنام کرتے ہیں
 وہ اس خط کو کیا کہیں گے! مگر جب گھر آکر کتاب کھولی تو یہ اپنی کے ہاتھوں سے لکھی

ہوئی تھی۔

امام ابن تیمیہ سے مناظرہ

ممدوح سے امیر تنکز کی صدارت میں امام کے مؤلفہ رسالہ المجموعہ پر مناظرہ ہوا۔ بشمار
 علماء جمع تھے۔ پہلے صاحب ترجمہ نے تقریر شروع کی۔ اور ان کا انداز بیان تھا کہ ختم ہی نہ
 ہوتا۔ جزیات تک سمیٹتے چلے جاتے۔

خدا خدا کر کے امام ابن تیمیہ کی نوبت آئی۔ تو وہ ان کی ایک ایک بات کا جواب دینے
 لگے۔ اس اثنا میں صفی الدین نے کہا۔

اے ابن تیمیہ! تم تو چڑے کی مانند اوصار دھر بھپک رہے ہو۔ یہ کیا انداز ہے!
 ہندی صاحب رئیس مجلس تنکز کے ممدوح تھے اور حاضرین مجلس بھی۔
 مسئلہ متنازعہ تھا۔ رئیس مذکور نے امام کو جس میں بھیج دیا۔ اور ان کے
 ہم لواؤں کے وظائف بند کر کے شہر میں تشہیر کرا دی۔

ابن سے حجر عسقلانی اپنی تالیف درر کامنہ میں نسبی ممدوح سے ان امور میں متفرق ہیں
 "سندی کو صرف ربع القرآن حفظ تھا۔ وہ المتص کی م پر فتح اور ص پر ث بد پڑھتے۔
 رات کو ایک وظیفہ کے لیے اٹھتے تو لوہا شک میں پتیاوے اور نعلین تک بد لیتے۔ تب نماز
 کے لیے قیام کرتے، ان کی زبان میں ہندوئوں کا سماع قدہ تھا۔ تاہم دین دار، نیک اور
 سب سے عبادت گزار تھے۔"

اور شوکانی نے اپنی تالیف البدر الطالح میں ان کے متعلق مندرجہ ذیل امور میں تفوی
 اختیار کیا ہے۔

کہ یہ جو ہندی نے ابن تیمیہ سے اشبا کے مناظرہ میں کہا کہ تم چڑھے کی مانند پھرتے
 پھر رہے ہو تو یہ امام کے جملہ اسلامی علوم میں تبحر کی وجہ سے کہا۔ ورنہ ہمام لوگ تو وہی بات
 کہتے ہیں جو ان کے معمولات میں ہو۔ اور بس!

انصاف انتقاد ۱۵۱۵ء میں ہوا۔

۲۲۲۔ شیخ محمد ابن کمال الدین دہلوی

"الشیخ الفاضل" — ابن علی ابن ابوبکر ہندی دہلوی۔ لقب سمش الدین حنفی!
 فاسی نے عقد میں لکھا ہے کہ شیخ سمش الدین نے ہماری استانی ام الحسن فاطمہ سے پڑھا
 جو عورتوں میں سے نہایت بلیغ نظر مدرسہ تھیں۔

اور صاحب تذکرہ اپنے پیشوا سمش الدین محمد ابن محمود بن محمود الخوارزمی المعروف بہ
 معید کے نائب تھے۔ انہوں نے برسوں ان کی ملازمت کی اور پڑھا۔
 مکہ معظمہ کئی مرتبہ اہل و عیال کو ہمراہ لے کر حج کے لیے گئے۔ وہاں طاعون سے وفات
 پائی اور حنبت المتعلیٰ میں سپرد خاک ہوئے یہ۔ (طرب الامثال)

۲۲۵۔ محمد بن مبارک کرمانی

(لحمہ سلطان فیروز شاہ)

الشیخ الصالح — المجتہد الکرمانی الدہلوی — صلاح و تقویٰ میں بے مثل۔ مولد دہلی اور اساتذہ فخر الدین زراوی وغیرہ ہیں۔ حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں عمقوان شباب میں جانا شروع کیا۔ مگر شرف بیت حضرت ممدوح کے خلیفہ شیخ نصیر الدین محمود ادرہ سے حاصل ہوا۔ محمد شاہ تغلق کے عہد میں اپنے چچاؤں اور اپنی والدہ کے دادا شیخ سمش الدین دامغانی کے ہمراہ دولت آباد تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ بعد پھر دہلی لوٹ آئے۔ دہلی ہی میں آسودہ حجر ہوئے۔ سیر الاولیاء فی الجہار المشایخ المحدثہ ان کی تالیف ہے۔ جس کی مثال طبقات المشایخ میں نہیں دیکھی گئی۔ اس کتاب پر قبولیت رضائی کا پر لو ہے۔
وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

۲۲۶۔ شیخ محمد ابن محمد صغانی

الشیخ العالم المحدث العلامة "لقب حنیاء الدین النندی۔ راقم مؤلف نثریۃ الخواطر نے ان کا نسب لتیم ان کی دستخطی اس طرح دیکھا۔

اساتذہ

شیخ جمال الدین بطری سے بواسطۃ البوالیین بن عساکر صحیح بخاری سنی اور خود بھی ان کو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ سنائی۔ قطب ابن مکرم کو موطا سنایا اور ان سے خرقہ خلافت۔ بھی حاصل ہوا۔

یہ سلسلہ اور مدنیہ منورہ کا واقعہ ہے۔ قاہرہ کے اساتذہ حدیث سے بھی پڑھا۔ پھر مدنیہ منورہ آئے اور دو سال تک تدریس و افتاء میں مصروف رہے۔ آخر وہاں کے امیر سے اختلاف کی وجہ سے مکہ مکرمہ چلے آئے اور مدرسہ حنفیہ میں تدریس کا شغل اختیار فرمایا۔ یہ مدرسہ یہاں کے امیر یابغا نے قائم کیا تھا۔ صاحب تذکرہ اس مدرسہ کے اندر ماہ شوال ۱۳۴۲ھ ۷۳ھ میں لقیات ہوئے اور یہیں ۱۳۴۸ھ ۸۸ھ ماہ ذوالحجہ جمعہ کے روز وفات پائی۔ ان کی عمر ۸۰ سال تک آپہنچی تھی اپنے مسلک کے ماہر تھے اور ادب عربی و عجمی میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ مسلک میں اس حد تک غلو نہ تھا کہ اس کی بناء پر امام شافعی کی دشمنی سے بھی انکار نہ کرتے۔

۲۲۷۔ شیخ محمد بن محمود پانی پتی

م ۷۴۵ھ
۱۳۴۳ھ

«الشیخ العالم الفقیہ الصالح» ملقب بہ شیخ جلال الدین پانی پتی المشہور بہ کبیر الاولیا اولیاء سالکین و عبادت گزار میں سے تھے۔ کم سنی ہی میں جذبہ ربانی سے اثر پذیر ہو گئے۔ اور گھر سے نکل پڑے جس شہر میں پہنچے۔ وہاں کے شیخ سے استفادہ کیا۔ مگر طریقت اپنے ہی شہر پانی پت کے شیخ شمس الدین ترکی سے حاصل کی۔ ان کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ پھر خود ارشاد و تلقین پر مائل ہوئے۔ ان کے مستغنیض میں شیخ احمد عبدالحق رودلوئی اور دوسرے بے شمار افراد ہیں۔ ان کی تصانیف میں زاد الابرار فی الحقائق و المعارف ہے۔ در مرتبہ حج کیا اور پانی پت ہی میں سپرد خاک ہوئے۔

۱۔ فارسی در عقد بحوالہ طرب الامثال (در متن)

۲۔ سیر الاولیاء (در متن)

۲۲۸۔ شیخ محمد بن محمود ہالنسوی

م ۴۳۸
۱۳۳۷ھ

”الشیخ العالم الصالح“ محمد بن محمود الخریب لقب برہان الدین ابن ناصر الدین ہالنسوی جو شیخ جمال الدین احمد خطیب الختمانی ہالنسوی کے بھانجے ہیں۔ ۴۵۴ھ میں ہالنسی میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں پروان چڑھے۔ سن رشد میں دہلی پہنچے اور وہاں کے اساتذہ سے فقہ و اصول اور ادب عربی پڑھے۔ ۴۹۳ھ میں حضرت نظام المشائخ کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ اور دہلی ہی میں قیام رہا۔ ۵۱۸-۵۱۷ھ میں دولت آباد تشریف لے گئے اور یہاں مدلول اقامت فرمائی۔

بہت بڑے عالم ممتاز، فقیہ اور زاہد شب زندہ دار ہونے کے ساتھ زندگی پر تجربہ غالب تھا۔ صاحب وجد و حال تھے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ازاں حمید! شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی، شیخ فرید الدین، شیخ کمال الدین، کاشانی اور رکن الدین ابن عماد الدین کاشانی وغیرہ حضرات ہیں۔ شیخ رکن الدین نے ان کے ملفوظات کتاب — لفائف الفاسدے میں جمع کیے ہیں۔ اور ان کے سوا ان حضرات نے نیز یہ جہم سر کی ہے، ان کے بھائی عماد بن العماد نے احسن الاقوال میں۔ دوسرے بھائی محمد بن عماد نے غریب الکوامیات میں؛ اور ان کا نعتہ لقیۃ الغرائب کے نام سے لکھے۔ خاندان کے رئیس نصیر خاں نے ان کے نام پر شہر برہان پور آباد کیا۔

۲۲۹۔ شیخ محمد ابن نظام الدین بہرائچی

دلعبد سلطان فیروز شاہ

م ۷۷۲ھ
۱۳۷۰ء

«الشیخ الصالح المعمر» جن کے حیدر اول محمد بن اسماعیل بن جعفر المحسنی البہرائچی ہیں۔
کفایت ابو جعفر المشور بہ امیر صاۃ مشایخ کبار سے تھے۔ حضرت علاء الدین چشتی جمپوری سے
طریقہ خلافت حاصل ہوا۔ حضرت شاہ جمال علی گڑھی کے ملازم خدمت بھی رہے۔ سلطان
فیروز شاہ ان سے بہرائچ میں ملاتی ہوئے۔ سید اشرف جہانگیر سمنامی بھی آئے اور ان کے
شرف و کمال کا اعتراف کیا انہوں نے کتاب المحجوب فی عشق المطلوب لکھی۔ فیروز شاہ
کے عہد میں طعمہ اعلیٰ ہوئے۔ اور بہرائچ ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۲۳۰۔ شیخ محمد بن محمد کابلی

«الشیخ العالم المحدث» — «الحنفی الکابلی الہندی» نزل و دفین مکہ قاضی فاسی نے
اپنی کتاب «العقد الثمین» کے اندر یہ ذکر فرمایا ہے۔ نیز یہ کہ انہوں نے ۷۵۲ھ میں
عزالدین ابن جماعہ سے حدیث سنی اور میں (فاسی) نے اپنے شیخ جمال الدین ابن ظہیرہ
سے ان کی بابت پوچھا۔ وہ ہمارے شیخ بابرکت تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں نقل کیں اور
وہ خود کو ابوالفتح کا نائب امام بتاتے تھے۔

۱۔ مرآۃ الاسرار و مہر جمال تاب و خزانۃ الاصفیاء (درمتمن)

۲۔ طرب الامثال (درمتمن)

۲۲۱۔ شیخ محمد بن محمد الہندی

م ۷۷۹
۱۲۷۲ھ

«الشیخ العالم المحدث» — بن سعید الخفزی لقب شرف الدین والایت علامہ
ضیاء الدین الہندی، قاضی فاسی نے عقد الثمین میں لکھا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں
ابن حبیب اور ابن عبد المعطی وغیرہ سے حدیث پڑھی۔ انتقال قاہرہ میں ہوا۔

۲۲۲۔ شیخ محمد ابن محمد بلخی

«الشیخ العالم الصالح» محمد بن محمد بلخی لقب شرف الدین۔ ابن رکن الدین بہاری
صوفی فقیہ۔ حضرت منیری شاہ شرف الدین احمد بن بکھی کی خدمت میں ملازم رہے اور
آپ سے درک طریقت میں فیض کام ہوا۔ شیخ نے ان کی خاطر کئی جلدوں میں کتاب
آداب المریدین للضیاء ابی الجیب عبد القادر سروردی (فارسی) میں لکھی۔ حضرت
بلخی نے اپنے مرشد ممدوح کے درج میں کئی قصیدے لکھے۔

۲۲۳۔ شیخ محمد بن علی سنبرواری

«السید الشریف» محمد بن علی بن العلاء بن غیاث ابن حمزہ بن ہارون تائب علی الاشقر بن
حسین السنبرواری المشہور بہ حقانی۔ سندوستان تشریف لے آئے اور شیخ شعبان الملت علی بن
محمد جہولسنوی سے خرقہ خلافت حاصل ہوا۔ ان کی صاحبزادی بھی آپ کے جہالہ عقد میں آئی۔ پہلے
نزیہ سید سلوان میں اقامت گزین ہوئے پھر موضع تنی دیہ لواح کٹڑہ میں آباد ہوئے۔ جہاں آپ

کے اخلاف بکثرت موجود ہیں۔

۲۳۴۔ شیخ محمد ابن احمد اصفہانی

«السید الشریف» امام علی نقی کے اخلاف سے ہیں۔ علوم شرح اور طریقت دونوں پر کساندر ملکہ تھا۔ ہندوستان آئے اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے طریقت سے فیض حاصل کیا۔ گھر میں سکونت پذیر ہوئے جہاں ان کے اخلاف سید اصفہانی کہلائے۔

۲۳۵۔ شیخ محمد ابن محمد الفرسوری

(بعہد سلطان محمد شاہ بہمنی)

از ۴۸۰ھ تا ۵۸۱ھ
۱۲۸۰ء تا ۱۳۷۹ء

«الشیخ الکبیر» محمد بن محمد الجندی۔ رکن الدین لقب۔ سراج الدین الفرسوری۔ اولیاء اللہ کبیر سے تھے۔ جدِ اعلیٰ حضرت جنید بغدادی اور مولد شہر لپشاور ہے۔ بلوچت کے بعد گھر سے نکل کر بیشتر شہروں میں گئے اور آخر ۵۷۷ھ میں دولت آباد پہنچے جہاں شیخ علاء الدین جیوری کی بیعت سے سرفراز ہو کر موضع کوڑچی کو وطن قرار دیا۔ ان کے ہاتھ پر بے شمار ہندو مسلمان ہوئے اور ۵۷۷ھ میں جب گلبرگہ تشریف لے آئے تو سلطان محمد شاہ بن علاء الدین حسن بہمنی نے اسے بہت غنیمت سمجھا۔ ان کے فضل و کمال سے متاثر ہوئے اور یہاں پر قیام کو بابرکت سمجھا۔ سلطان محمود ان کے ارشادات دل سے پسند کرتا تھا۔

۱۔ منبع الانساب (در متن)

۲۔ منبع الانساب (در متن)

۳۔ منبع الانساب (در متن)

۲۳۶۔ شیخ محمد بن محمد بن اودھی

(لعبد سلطان محمد تخلق)

م ۴۲۷
۱۳۲۶ھ

»الشیخ الفاضل الکبیر العلامۃ« — لقب شمس الدین۔ فخر الدین فقه و اصول و ادب عربی میں ممتاز۔ مولانا ظہیر الدین بھکری اور شیخ فرید الدین شافعی اودھی وغیرہ سے پڑھا طریقت میں حضرت نظام المشایخ سے مستفیض ہوئے اور برسوں ان کے موزن رہے۔ حضرت نے ۴۲۷ھ میں انہیں خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

انہوں نے مفید کتابیں لکھیں۔ مثلاً کتاب شمس المعارف ہے۔ وہ فرشتہ سیر زاہد، تجرید پسند اور اس امر پر مستقل طور پر مواظب رہے۔ اغنیاء کے ہاں خود جاتے نہ ان کا آنا گوارا کرتے۔ مطالعہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ کرمانی نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ پیش آمدہ مسئلہ پر غور کے بعد بات زبان سے نکالتے۔ سخاوت ان کا دستور تھا۔ بڑے بارعب تھے۔ علمائے کرام اور مشایخ عظام کا احترام کرتے۔ اساتذہ علم و فن بھی ان سے استفادہ کے لیے حاضر ہوتے۔ ان کے شاگردی پر فخر کرتے اور ان کی مدح میں قصیدے کہتے۔ شیخ محمود اودھی کے قصیدے میں ایک شعر ہے۔

سألت العلم من احیاک حقاً

فقال العلم شمس الدین یحییٰ

(میں نے علم سے پوچھا کہ تو کس کے دم کی برکت سے زندہ ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ شمس الدین یحییٰ کی برکت سے)

دہلی ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔

~~~~~

## ۲۲۷۔ شیخ محمد ابن یوسف ابو دھنی

«الشیخ العالم الصالح» — یوسف ابن سلیمان ابن مسعود الحمیری لقب علم الدین ہے زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ پاک پٹن میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ طریقت میں بھی انہی سے استفادہ کیا اور ان کی رحلت کے بعد مرشد قرار دیے گئے۔ ابن بطوطہ ان کے والد کی ملاقات سے ابو دھنی ہی میں بہرہ مند ہوا۔

## ۲۲۸۔ شیخ محمد ابن محمد الدمرجی

«الشیخ العالم المحدث» — محمد ابن ابوبکر دمرجی دہلوی لقب نجیب الدین الحنفی، الہندی۔ ابن السکر نے ان کا حال اس طرح قلمبند کیا ہے۔ اپنے مسلک میں فاضل تھے مدلول مکہ مکرمہ میں رہے اور حیب تک رہے روزانہ عہد سے مشرف ہوتے۔ قاضی نے لکھا ہے:۔ قاضی جمال الدین ابن ظہیر فرماتے کہ نجیب الدین نے مجھ سے بیان کیا ہے جو ہندوستان میں علامہ سے مشہور ہے کہ جب میں مکہ مکرمہ میں پہنچا تو حرم کے اندر عقیف دلاصی قاری قرآن مجید پڑھتے۔ میں نے ان سے قرآن پڑھنے کی درخواست کی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تم عجیب ہو۔ جو حروف صحیح مخارج سے ادا نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا مجھ سے سن ہی لیجیے! اگر آپ مطمئن ہو گئے تو فہماور نہ مابخیر و شفاء سلامت! فرمایا۔ سنائیے اور سن کر فرمایا کہ «میں تمہارے اندر انسب کی خوشبو پاتا ہوں! ذرا اپنا شجرہ تو سناؤ!» میں نے ان سے پوچھا آپ کے خدا علی؟ فرمایا خالد بن ولید! میں نے کہا میں بھی انہی سے منسوب ہوں! ہم دونوں نے اپنا نسب نامہ پڑھا تو دونوں بعض باہد او میں ہم نسب لکھتے۔

جس سے یہ بھی ثابت ہے کہ ابن حزم نے جمہور میں جو حضرت خالد کے اخلاف

سے انکار کیا ہے تو ان کا انکار صحیح نہیں۔ حضرت خالد سے تو بے شمار افراد کا لقب ملتا ہے۔

## ۲۳۹۔ قاضی جلال الدین محمد الکرمانی

(بعد سلطان فیروز شاہ)

”الشیخ الفاضل العلامة“ القاضی — فقہ و اصول اور ادب عربی میں نامزد الاقران۔  
 سلطان محمود نے آپ کو جملہ ایسے علماء پر ترجیح دی جو اس منصب کے لیے موزوں تھے۔  
 سلطان محمود نے آپ کو تمام ممالک محروسہ کا قاضی القضاۃ مقرر کر دیا اور جملہ دینی امور اس طرح  
 آپ کو تفویض کر دیے کہ سلطان ان کے کسی معاملہ میں دخل نہ دیتا۔  
 وہ اپنی وفور علم و ادراک کی وجہ سے اپنے دور کے غزالی اور رازی تھے۔ سلطان نے  
 دوسروں کے مواسب اور مناصب بھی آپ ہی کو سونپ رکھے تھے۔ اب تک جتنے قاضی القضاۃ  
 مقرر ہوئے تھے کوئی ان کے مرتبہ تک پہنچ سکا۔

## ۲۴۰۔ شمس الدین محمد شیرازی

الشیخ العابد الزاہد۔ سہترین بزرگوں میں سے تھے۔ ۷۳۷ھ ابن بطوطہ نے بھکر میں ان  
 سے ملاقات کی۔ شیخ نے اپنی عمر ۱۲۰ سال سے زیادہ پائی۔

## ۲۴۱۔ مولانا شمس الدین محمد دامغانی

(بعد سلطان محمد تغلق)

”الشیخ الفاضل الکبیر“ ممتاز افاضل میں سے تھے۔ جناب مولانا خوارزمی وغیرہ سے پڑھا



نوازئی کے اسباق میں شاہنشاہ دین حضرت نظام المشایخ بھی آپ کے ہم سبق تھے عہد  
تعلقی میں دہلی سے دولت آباد شریف لے جا کر مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ یہاں جن حضرات  
نے آپ سے پڑھا ان میں شیخ عین الدین بیجاپوری بھی ہیں۔

## ۲۲۲۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی

م ۷۱۹ھ  
۱۳۱۷ء

«الملك المور» محمد بن مسعود خلجی السلطان علاء الدین محمد شاہ جو سلطان جلال الدین خلجی کے  
برادر زادہ اور داماد تھے۔ جن کے لیے محمود نے کٹرہ اور اس کے لواحق مواضع جاگیر میں عنایت  
فرمائے۔ مسلمان بادشاہوں میں سب سے پہلے دکن دلوگیر پر آپ نے حملہ کیا۔ یہ شہر مالوہ اور  
ہمارا شٹر کے تمام حلقہ میں ممتاز تھا۔ اور اس کا ہندو راجہ تمام راجاؤں میں برتر۔ اس نے مقابلہ  
کی بجائے اطاعت کا قبلاہ پیش کرتے ہوئے بیش بہا دیا یا نذرانے میں پیش کیے۔ سلطان یہاں  
لے کر اپنی جاگیر کٹرہ میں لوٹ آئے۔ اور غنیمت میں سے کوئی جزو بادشاہ دہلی جلال الدین کی طرف  
نہ بھیجا۔ تو امر لے وقت لے سلطان جلال الدین کو کھڑکا دیا جس پر اس نے ان سے مطالبہ بھی کیا  
تو اس نے انکار کر دیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے کٹرہ ہی میں اس سے ملاقات کر کے اسے اپنے ہمراہ  
دہلی میں لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور فرمایا کہ وہ میرا فرزند ہے۔

سلطان ایک مختصر سادستہ کے کرتل بہ منزل گزرتا ہوا کٹرہ سے ادھر گئے کے ساحل  
پر اترا۔ آخر ادھر سے وہ اور ادھر سے علاء الدین کشتی میں بیٹھ کر ملاقات کے لیے روانہ ہو  
گئے۔ داماد کی نیت میں شروع ہی سے فتور تھا۔ اس نے اپنے ندیا سے کہہ دیا کہ جب میں  
سلطان سے مخالفت کروں تو تم عقب سے اسے قتل کر دینا اور ایسا ہی ہوا۔ اب اس نے اپنے  
چچا کے ملک اور افواج پر قبضہ کر لیا۔

اس سے کے بعد وہ دہلی گیا تاکہ سلطان (جلال الدین) کے بیٹے (دکن الدین) کو بھی اس

کے قتل باپ کے پاس پہنچادیں۔ رکن الدین کو یہ معلوم ہوا تو سندھ کی طرف بھاگ بھاگ رہا یہ واقعہ ۴۹۴ھ میں رونما ہوئے علاء الدین نے دہلی کی گدی سنبھال لی اور بیس سال تک دار حکومت دی۔ ۱۲۹۵ء

سنبھال رکھی۔ اس دوران میں علاء الدین نے کئی شہر فتح کیے۔ خصوصاً تانار کے ساتھ شدید مقابلہ کر کے ان کے بیشتر افراد قتل کر دیے اور کچھ اسیر کر لیے۔ جس سے وہ گھبرا کر خراسان کی طرف نکل گئے۔

پھر اس نے ۴۹۷ھ میں گجرات پر دھاوا بول دیا جس پر وہاں کے راجہ رائے کرن نے مقابلہ تو کیا۔ مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ رائے مذکور بھاگ کر دیوگیر کی طرف چلا گیا تو علاء الدین ہنر والہ اور اس کے ملحقات پر قابض ہو گیا۔

اور تانار یوں کاسب سے زیادہ طاقتور بادشاہ قتل خواجہ، دو لاکھ فوج کمان میں لے کر دہلی کی طرف بڑھا۔ یہ سن کر علاء الدین رافعت کے لیے نکلا۔ اس کی کمان میں تین لاکھ فوج اور ۲۰ سو جنگی ہاتھی تھے۔ سخت مقابلہ کے بعد اس نے قتل تاناری کو مارا اور النہر کی طرف دھکیل دیا۔

اب اس نے ۴۹۹ھ میں رنجبور کی فتح کے لیے لشکر بھیجا جس لشکر نے قلعہ والوں پر عرصہ روز گارتنگ تو کر دیا مگر سر نہ کر سکے۔ علاء الدین نے سنا تو خود آیا۔ نہایت سنجٹی کے ساتھ انہیں دبا با شروع کر دیا۔ اور ایک مدت کے بعد قلعہ فتح ہوا جس کا سربراہ راجہ ہمیر دیو اور وزیر اعلیٰ تھے۔ آخر کچھ لوگ مقابلہ کے لیے باہر نکل آئے۔ تو وہ سب کام آگئے۔

علاء الدین نے دہلی آکر ندیا کو جمع کر کے دریافت کیا کہ اب تک بغاوت اور سرکشی کیوں ختم نہیں ہو پائی۔ عرض کیا گیا۔ اس کے چار اسباب ہیں۔

۱۔ بادشاہ سلامت کی پلک سے غفلت اور بے پرواہی

۲۔ خواص و خواص کی شراب نوشی

۳۔ بادشاہ اور امراء کے سلطنت کی باہم رشتہ داری۔

۴ - عوام میں افراطِ زر!

یہ سن کر سلطان نے اپنے جاسوس ملک میں پھیلا دیے جس کے اثر سے لوگوں میں کھلے طور پر امورِ سلطنت پر گفتگو کرنا و شوار ہو گیا۔

پھر اس نے راستوں کی حفاظت کی جس کے اثر سے ایک بڑھیا بنگال سے چل کر سندھ آئی اور راستے میں کوئی اس سے متعرض نہ ہوتا۔

اب اس نے شراب پر قدغن لگایا تو شراب کے ساتھ اس کے برتن بھی توڑ دیے گئے امر اکو شاہی امر کے بغیر باہم رشتہ داری کرنے سے منع کر دیا۔

عوام سے اموال و جاگیرات و مملوکہ اراضی غلام اور وقف تک ضبط کر کے شاہی املاک میں شامل کر لیے حتیٰ کہ شاہی خاندان کے افراد کو بھی نہ چھوڑا۔

پھر اس نے یہ نئے قوانین نافذ کیے۔

۱ - بغیر استشار جنس ہر ایک پیداوار میں نصف وصول کی جائے اور اس کا صاحب اراضی کی پیمائش کے مطابق ہو۔

۲ - مقدم اور چوہدری جو کچھ کسانوں سے لیتے ہیں وہ بھی سرکاری خزانہ میں جمع ہو۔

۳ - دو بھینسوں اور ۱۲ بھٹیروں سے زائد نہ ہوں۔ چوہدری — مقدم اور عام کسان اس میں برابر ہیں۔

۴ - مولشی کے لیے چارہ ان کی ضرورت سے زیادہ نہ لورایا جائے۔

اس نے ان تمام قوانین کے نفاذ میں پوری پابندی سے کام لیا۔ حتیٰ کہ غریب امیر ایک سطح پر آ گئے۔

۱۳۰۳ء میں اس نے ہندوستان کا مضبوط ترین قلعہ چتوڑ فتح کر لیا اور

فتح چتوڑ :- اس پر فریقین میں جنگ نہ ہوئی تھی۔

دکن پر حملہ کیا۔



بیشہ میں تاتاری چالیس ہزار فوج لے کر ملک میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ امرتبہ آ پہنچے۔ جن کے لیے اس نے غازی ملک (تخلق جو مبارک شاہ کے بعد حکمران ہوا) کو مقرر کیا مقابلہ میں بے شمار تاتاری قتل اور گرفتار ہوئے۔ غنیمت میں بیس ہزار گھوڑے ہاتھ آئے۔ عین الملک کو مالوہ کی طرف بھیجا جس نے وہاں کے راجہ سے لڑ کر اُجین۔ مندو و دہار اور چندیری وغیرہ فتح کیے۔

تاتاری پھر اُٹھ آئے اور اس مرتبہ بھی علاء الدین نے تخلق ممدوح الصدر غازی الملک کو ان سے بچنے کے لیے تحینات کیا۔ گھمسان کارن پڑا اور انہیں شکست دی۔ پھر علاء الدین نے شاہی لشکر دلوگیر کی طرف بھجوا یا تو یہ سن کر وہاں کا راجہ سپہ سالار کی خدمت میں پیش قیمت تحالف کے ساتھ حاضر ہوا اور جب سپہ سالار دہلی لوٹا تو اس راجہ نے بھی اس کے ساتھ آکر علاء الدین کی خدمت میں خراج اطاعت پیش کیا۔ جس پر سلطان نے دلوگیر کے تمام شہر اور گجرات کے کچھ علاقے بھی جاگیر میں عنایت فرما کر اسے واپس کر دیا۔

اسی طرح دکن کا سب سے بڑا شہر ونگل کے قلعہ کا ماجرا ہے جس پر محاصرہ اور اس پر قتال جاری رہا۔ آخر وہاں کے راجہ نے بے شمار مال و متاع کے عوض میں صلح کی درخواست پیش کی۔ اور اس مال سے کچھ فوراً اور قدرے بعد میں دانتا فرار پایا۔

معبر

یہی ماجرا شہر معبر دکن کا ہے جو شدید معرکے کے بعد فتح ہوا۔ اور اس شہر میں ایک مسجد تعمیر کرائی گئی۔ دکن میں یہ سب سے پہلی مسجد تھی۔

علاء الدین کے معرکے

محمد قاسم بن غلام علی بیجا پوری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان علاء الدین

کی جنگیں اتحاد میں چار سو اسی (۴۸۰) ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک جنگ میں فتح اسی کو ہوئی

اس کے غلام

ستر ہزار تھے۔ جن میں ذکور اور اولاد غلامان کی تعداد سات ہزار تھی۔

پھر اس نے اسشیاء صرف کی سرکاری طور پر قیمتیں مقرر کیں۔

۱۔ جن پر نگرانی کے لیے اس نے بازاروں میں چوبی متعین کیے۔

۲۔ حکم دیا کہ لنگان میں جو غلہ سرکاری طور پر جمع ہوا اسے بادشاہی کوٹھاروں میں محفوظ کیا جائے۔

۳۔ جب بازار میں غلہ کی مقدار گھٹ جائے تب سرکاری کوٹھاروں کا غلہ نرخ مقررہ پر

صادقین کے ہاتھوں بیچا جائے۔

انک مرتبہ اس نے کوتوال شہزادہ کو حکم دیا کہ شہر کے تمام دکانداروں کو دریاے جمنا

کے ایک مقام پر جمع کرو!۔ وہ آگئے تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے سامان شاہی نرخوں پر فروخت کریں۔

۲۔ صرف کی ہر ایک شے گرائی کی امید پر فروخت کرنا بند کر دیں۔

۳۔ کسان پر یہ حکم لازم ہے کہ وہ پیداوار میں سے ہر ایک جنس فوراً فروخت کر دیں اور

اس میں سے گھریں کچھ نہ رہنے دیں سوائے گھریلو خرچ کے۔

۴۔ کوتوال صاحب روزانہ منڈی اور بازار کے نرخ بادشاہ کے سامنے بیان کریں۔

۵۔ وہ خود بھی کبھی کبھی بازار میں نرخ دریافت کرنے آجاتا تو ان میں کمی یا زیادتی کرنے والوں

کو سزا دیتا۔

نرخ بندی کا دستور

۱۔ دہلی کے بدایونی دروازے پر اس نے ترازے کے بڑے بڑے کٹڑے تعمیر کرائے جن

کے اندر نوازون کو بٹھا کر پابند کر دیا۔ کہ وہ صبح سے دوپہر تک ان میں کپڑا بچھیں اور اس مقام کے سوا شہر بھر میں کسی اور جگہ کپڑا فروشی نہ ہو۔ ان کٹڑوں کا نام علاء الدین نے سوائے عدائے رکھا۔

۲۔ ان نوازوں کا ایک دفتر مقرر کیا جو لوگ بیرون شہر سے حقان لاتے تو ان کے نرخ مقرر کیے جاتے۔

۳۔ دولت مند کپڑا خرید کر ادھر ادھر فروخت کرنا چاہیں تو بازار کے چوہدری سے اجازت لیں۔ پھر وہ مسترد کردہ نرخ سے ایک دوسرے مقامات تک لے جا کر فروخت کریں۔

### گھوڑوں کی نرخ بندی

۱۔ اس نے مال داروں کو گھوڑوں کے سودا گروں سے گھوڑے خریدنے اور فروخت کرنے میں سختی سے روک دیا۔

۲۔ دلالوں کو تاکید کر دی کہ مقررہ نرخ سے کم یا زیادہ پر مول تول نہ کریں۔

۳۔ کبھی کبھی وہ خود منڈی میں آکر گھوڑوں کی نرخ بندی کا اثر دیکھتا اور بے اعتدالی پر طنزوں کو زحسہ کرتا۔

### بعض اشیاء و اجناس کی نرخ بندی

|        |                |          |
|--------|----------------|----------|
| ۱ گندم | ایک من کی قیمت | سات حلیل |
| ۲ جو   | ” ” ” ”        | چار ”    |
| ۳ جوار | ” ” ” ”        | پانچ ”   |
| ۴ چنا  | ” ” ” ”        | پانچ ”   |
| ۵ موٹ  | ” ” ” ”        | تین ”    |



۱۔ چٹیل تانبے کا ایک تولہ سکہ تھا۔

ب۔ اور من چالیس سیر کا تھا۔

ج۔ سیر ۲۴۔ تولہ کا تھا۔

۵۔ تنکہ سونے کا بھی ہوتا اور چاندی کا بھی مگر یہاں چاندی کا مقصود ہے جوہ چٹیل کے برابر قیمت میں تھا۔

### لغض پارچات کی نرخ بندی

|                    |       |         |
|--------------------|-------|---------|
| ۱۔ سرخ ٹول         | فی گز | ۱۱ تنکہ |
| ۲۔ ٹول گوکھ        | " "   | " ۶     |
| ۳۔ سری صاف (اعلیٰ) | " "   | " ۵     |
| ۴۔ متوسط           | " "   | " ۳     |
| ۵۔ ادنیٰ           | " "   | " ۲     |

کرباس (سوتی پارچے)

|            |          |               |
|------------|----------|---------------|
| اعلیٰ      | ۲۰۔ ہاتھ | قیمت (۱) تنکہ |
| متوسط      | ۲۰۔ ہاتھ | " (۱) "       |
| ادنیٰ اکڑا | ۲۰۔ "    | " (۱) چٹیل    |

### گھوڑوں کا نرخ

|         |                     |      |
|---------|---------------------|------|
| فتم اول | ایک سوتا ایک سو بیس | تنکہ |
| " دوم   | " تا ۸۰             | "    |

پنسیٹہ تا ستر تنکہ

قسم ثالث

۱۲ تا ۲۰

یا لکھوڑا

## غلاموں کا نرخ

ایک سوتا دوسر تنکہ

اعلیٰ قسم

۲۰ تا ۴۰

قسم متوسط

۵ تا ۱۰

ادنیٰ

## شراب کا نرخ

ایک سیر کی قیمت ۲ چیل

مصری شراب

۱

عام شراب

## دوسری اشیائے صرف

ایک سیر کی قیمت دو چیل

گائے کا گھی

۳

سروں کا تیل

۵

نمک

اسی طرح گائے بھینس، اونٹ، بکری، وغیرہ کے نرخ مقرر کیے گئے۔

حتیٰ کہ انسانی ضروریات کی ہر شے بڑی سے لے کر چھوٹی تک کے جو اس زمانے میں

صرف ہوتی،

لشکر کے جالندروں کے رواتب میں مثلاً (۲۲۴) تنکہ قسم کے افسروں اور دوسرے

رواتب۔ یہ (۱۵۹) تنکہ اور شتم بم کے لیے ۸ تنکہ مقرر تھے۔

فوج کی تعداد: ۷۵۔ ہزار۔ جن میں ۴۰ ہزار اسوار ہوتے تھے۔

## ۲۴۳۔ محمد المنجم بدیشی

”السید الشریف العلانی“۔ الدین گلبرگہ۔ ہیئت دہلیہ و نجوم کے علاوہ  
یہ دوسرے علوم حکیمہ میں بھی متبحر تھے۔ سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے انہیں اپنے دکن کے لشکر  
مقیمینہ گلبرگہ میں قاضی مقرر کیا۔ جہاں مدت تک رہے۔

## ۲۴۴۔ شیخ محمد بن محمود کرانی

”الشیخ العندی الحنفی۔ العالم المحدث“ زین طبری اور عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ الواسطی  
شیوخ مکہ مکرمہ سے حدیث سنی۔ فاسی نے ”عقد الثمین“ سے یہ استفاد کیا۔

## ۲۴۵۔ شیخ محمد بن محمود کرانی

م ۱۱۳۱ھ

”الشیخ الصالح“ محمد بن محمود الحسینی الکرمانی علم و طریقت دونوں سے عمارس۔ تجارت پیشہ  
تھے۔ جب لاہور تشریف لاتے تو حضرت شکر گنج کی ملاقات کے لیے پاک پٹن بھی جاتے۔  
ادب آپ کی مجلس سے بہت مسرور ہوتے۔ حتیٰ کہ شیخ شکر گنج کی محبت نے ان کے دل سے  
تجارت کا دلولہ فتنہ کر کے انہیں حضرت نذوح کا ملازم خدمت کر دیا۔ حضرت کی رحلت کے  
بعد تشریف دہلی میں لائے اور شاہنشاہ دین سے وابستہ ہو گئے۔ اور تمام دنیوی علائق ختم  
کر دیئے۔ دہلی ہی دفن ہوئے۔

۱۔ تارخ فرشتہ (دہلی) ۲۔ تارخ فرشتہ (دہلی) ۳۔ طرب الاماثل  
۴۔ طرب الاماثل (دہلی) ۵۔ خزینۃ الاولیاء (دہلی)



## ۲۲۶۔ محمد البغدادی

«الشیخ المعتمد محمد البغدادی الزاہد۔ ابن الجلوطة نے ان سے ملاقات کی۔ اس وقت آپ شیخ صالح عثمان بن حسن المرندی کی قبر پر چلہ کشی میں مصروف تھے اور سن ۴۸۰ھ سے متجاوز ہو چکا تھا۔ مگر قویٰ سنہز مضبوط تھے۔ اور بلا تکلف چلتے تھے۔ وہ آخری خلیفہ عباسی المستعصم باللہ کے قتل پر موجود تھے۔ جو ہلاکو خاں تاتاری بن تولائی کے ہاتھ سے ہوا۔»

## ۲۲۷۔ محمد بن شمس العثماني

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

«الشیخ الفقیہ محمد بن شمس بن صلاح ابن محمد بن البرکبر بن اسماعیل ابن سری السقطی العثماني۔ الشیخ محمد معروف امینہی مشہور فقہائے احناف سے تھے۔ اپنے والد کے ہمراہ عراق سے ہندوستان تشریف لائے اور سترکہ میں لجہد سلطان علاء الدین خلجی ۷۸۵ھ/۱۳۸۲ء میں قاضی مقرر ہوئے۔ یہ زمانہ سلطان محمد تغلق پرمتدہر ہا تھا۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے بیٹے نجم الدین اسماعیل اس منصب پر فائز ہوئے۔ قصبہ امینہی میں ان کے اخلاف بکثرت پائے جاتے ہیں۔»

## ۲۲۸۔ سلطان محمود شاہ بہمنی

«الملك المومني محمود بن الحسن بهمني محمود شاه سلطان عادل وفاضل در علوم۔ اپنے

سبائی داؤد شاہ کے بعد سن ۱۱۳۷ھ میں گلبرگہ کے اندر سر پر آرائے تخت حکومت ہوئے اور آغاز بادشاہت عدل و احسان سے کیا۔ وہ عدل و سخاوت و بخشش میں دوسرے بادشاہوں سے ممتاز تھے۔ سخت عربی و فارسی دونوں میں ماہر۔ جب ان زبانوں میں گفتگو کرتے تو سننے والا آپ کی طلاق لسانی پر خراج عقیدت پیش کرتا۔ کتابت میں خط بہت پختہ تھا۔ شعر کی تنقید بہت دھڑکے پر ہر جگہ۔ کہ لوگ حاضر ہوتے۔ خواجہ شیراز حافظ بھی محمود شاہی کشتی میں سوار ہو کر ملاقات کے لیے آئے۔ مگر راستے میں لوٹ لیے گئے۔ اور آپ کی طرف یہ شعر لکھ کر بھجوائے دی ہا غم بسر بردن جہاں یک سر بخنے آزدو

بے لغزش دل مکنیں بہتر نئے آزدو!

لے آساں محمود اول غم دریا ہوئے زر !!

غلط کر دم کہ یک موجش بعد من زر نئے آزدو

اسے پو محمود شاہ سلطان نے ایک لاکھ تنکہ طلائی — حافظ کی خدمت میں

بھیج دیا۔

گلبرگہ میں مدرسہ

محمود شاہ سلطان نے گلبرگہ۔ بیدر۔ قندھار۔ ایلیچ پور۔ جنیر۔ جیول اور وائل اور دوسرے مقامات پر تیمانی کے لیے مکاتب قائم کیے۔ محدثین کے لیے گران قدر وظائف مقرر فرمائے تاکہ وہ فراغ خاطر کے ساتھ حدیث پر متوجہ رہیں۔ وہ محدثین کی بے حد تعظیم کرتا۔ نابیناؤں اور لالوں کے وظائف بھی معین کر دیتے۔

زبان حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے وہ نہایت پر تکلف اور قیمتی لباس پہنتا۔ مگر

سلطانی کے ساتھ ہی اس نے سادہ پوشاک پر اکتفا کر لیا اور وہ کہا کرتا کہ بادشاہ اللہ کی طرف سے

مسلمانوں کے احوال پر امین ہیں۔ ان کے لیے ضرورت سے زائد کوئی شے مباح نہیں۔  
وہ شہر بھی کہتا۔ الالٰی جملہ!۔

عافیت در سینہ کار خون فاسدے کند  
رخفتے اسے دل کہ از الماس نشترے خرم

اسے بادشاہ نے ۱۹ سال۔ ۹ ماہ اور ۲۰ روز حکومت کی۔

## ۲۲۹۔ شیخ محمود ابن محمد دہلوی

۱۱۳۱ھ

«السید الشریف العلامة الحنفی» — محمد ابن ماجہ مدنی۔ لقب قوام الدین  
دہلوی۔ امام حسن بن علی کی اولاد سے تھے۔ جس طرح علم و عرفان دونوں میں ممتاز۔ اسی طرح  
زہد و تقویٰ و شجاعت اور سخاوت میں فخر الائمہ تھے۔ علوم میں نظم حاصل تھی۔ ۶۲۷ھ میں  
پیدا ہوئے۔ اپنے والد امیر کبیر بدر الملت المنیر قطب الدین محمد ابن احمد الحسنی المحسینی کے ہمراہ  
ہندوستان آئے۔ سلطان سمش الدین التمش نے اپنی دختر ان کے جہالہ عقد میں منسلک  
کر دی۔ اس شہزادی کا نام فتح تھا۔ وہی ہیں اقامت فرما ہوئے اور مشغلہ تدریس شروع کر دیا  
ان سے ان کے برادر زادہ قاضی رکن الدین ابن نظام الدین کر دی، علامہ الدین المحسینی جویر مجاہد اور  
بے شمار دیگر افراد نے پڑھا۔ ۸۳۰ھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔



# ۲۵۰۔ شیخ محمود بن یحییٰ الاودھی

م ۴۵۴  
۱۲۵۹ھ

دہلی سے دہلی

”الشیخ الامام العالم الکبیر الزاہد المجاہد“ — لفظ الدین محمود ابن یحییٰ بن عبد اللطیف  
الحسینی البزوری ثم اودھی۔

اولیاء اللہ السالکین المرتاضین سے تھے۔ اودھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پروان پڑھے  
مگر ۹ برس میں قدم رکھا تھا کہ والد کا سر سے سایہ اٹھ گیا۔ اور تمام اوجھان کی والدہ عقیقہ کے سر پر  
پڑ گیا۔ پڑھنا شروع کر دیا اور مولانا عبد اللہ شیریانی سے ہادیہ و اصول بزوری پڑھے۔ اسی اثنا  
میں مولانا شیریانی آسودہ لحد ہو گئے۔ تو مولانا افتخار الدین محمد گیلانی کے سامنے زانوئے تلمذتہ  
کیے۔ ان سے جملہ درسیات پڑھے۔

مگر شیخ حمید الدین قلندری دہلی فرماتے ہیں کہ اودھی صاحب نے فقہ شیخ فخر الدین  
ہاشمی اور اصول بزوری قاضی محی الدین کاشانی سے پڑھی۔

اور سبجۃ الموحانصے میں مذکور ہے کہ مولانا اودھی نے بعض کتابیں شیخ سمش الدین  
محمد بن یحییٰ اودھی سے پڑھیں۔ حاصل کلام یہ کہ آپ ۷۲۵ھ میں بحجت و اشغال سے  
فارغ ہو گئے تھے۔

طریقیت میں حضرت نظام المشایخ سے مستفیض ہوئے۔ بدولت ان کی خدمت میں  
ملازمت کی۔ شیخ ۷۴۲ھ میں آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز کیا اور آپ کی رحلت  
پر سجادہ طریقت کو مزین فرما کر ”حقوق طریقت“ کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ ہمیشہ خدائی پشانی

سے پیش آتے۔

کثیر البہاء، کریم النفس، اعلیٰ اخلاق سے مزین۔ فحش گوئی سے مبرا اور صداقت سے قریب تر رہتے۔ اپنی ذات کے لیے کسی پر خفا نہ ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے مساوی کسی امر پر کسی سے کچھ نہ کہتے۔ رقت ہمہ وقت طاری رہتی۔ مراقبہ شعار تھا۔ آثار بزرگانِ نظر میں رکھتے۔ دعا سے زبان نہ رکتی۔ عوام کے سر پر ہدا احسان کا ہاتھ رہتا۔ صدق مقال، سوال سے پرہیز اور صبر و قناعت و لوکل زہد و مجاہدہ ان کا ذخیرہ تھا۔ ان کی ذات سے کشف و خوارق کا اس قدر ظہور ہوتا کہ صفحہ قرطاس پر مسطور نہیں ہو سکتا۔

## آپ کے مستوفیٰ

(۱) شیخ محمد بن یوسف حسینی دہلوی دین گلبرگہ

(۲) شیخ احمد بن شہاب الحکیم دہلوی

(۳) شیخ عبدالمقتدر ابن رکن الدین الشترجی

(۴) شیخ کمال الدین العلانی

(۵) شیخ محمد بن جعفر الحسینی المکی

(۶) شیخ احمد بن محمد تھانیسری

اور ان کے سوا بے شمار حضرات ہیں۔

۲۵۱۔ شیخ محمود بن محمد دہلوی

۱۳۴۴ھ

۱۱۔ شیخ الفاضل الکبیر، ملقب بـ"سعد الدین دہلوی"۔ فقہائے حنفیہ کے علمائے کبار سے

بھتے۔ علامہ حافظ الدین کی کتاب المنار (در اصول) کی شرح لجوال انامۃ الانوار میں

اضاءۃ اصول المنار لکھی۔ (بحوالہ الاثمار الجنیۃ ملا علی قادری)۔ (اور — الجواهر المصنیۃ فی طبقات الحنفیہ مؤلفہ شیخ عبدالقادر ابو محمد الحرشی مرتب کی) مگر سمعانی نے اپنی تالیف الساب میں یہ ذکر نہیں کیا۔

## ۲۵۲۔ شیخ محمود بن الحسین الحسینی البخاری

م ۷۲۸  
۱۳۷۶

ابن علی الحسینی البخاری ملقب بہ شیخ ناصر الدین اللاحی "الشیخ العالم الفقیہ" —  
ہندوستان کے معروف مشایخ سے تھے۔ ان کی والدہ دختر تھیں شیخ محمد بن الحسین علی  
الحسینی البخاری کی۔

کم سنی ہی میں علم و شیخیت کی گود میں پرورش پائی اور اپنے والد سے پڑھنے کے بعد  
منصب طریقت پر فائز ہوئے۔ آپ کے حرم تین تھے۔

(۱) بی بی بھلسی دختر حسین شاہ لنکا ملتان

(۲) بی بی سعادت، دہلی کے اشرف خاندان سے تھیں۔

(۳) غام سمانولی میں سے ایک بی بی

اولاد میں ۲۳ فرزند اور پانچ دختر تھیں۔ ان میں سے پانچ بیٹے قطب کے درجے

پر تھے۔

(۱) شیخ حامد الکبیر

(۲) علم الدین

(۳) شہاب الدین

(۴) اسماعیل

۵ فضل الشہ



۵۰ فرزند اول الذکر نبی بی ہلمی سے تھے۔ دو بیٹے نبی نبی سعادت کے لطف سے اور

دو بیٹے نبی نبی سے پیدا ہوئے۔

## ۲۵۳۔ شیخ محمود ابن یوسف کراتی

الشیخ العالم المحرر "محمود بن یوسف بن علی الکراتی۔ لقب نصیر الدین۔ نزہل مکہ مکرمہ۔

استاذہ

رضی طبری سے صحیح ابن حبان سنی۔ نیز زین طبری، جمال طبری

خلیل مالکی سے حدیث سنی

تلامذہ

ابن سکر نے آپ سے صحیح ابن حبان پڑھی۔ جس کا اجازہ بھی عطا فرمایا۔ یہ واقعہ ماہ رجب

۱۳۵۲ھ کا ہے۔ مکہ مکرمہ سے ہندوستان تشریف لائے۔

## ۲۵۲۔ شیخ مخلص ابن عبداللہ دہلوی

۱۳۹۲ھ

الشیخ الفاضل الکبیر الحللۃ مخلص بن عبداللہ شیخ حمید الدین الہندی الدہلوی۔

کبار علمائے حنفیہ سے اور دہلی کی ایک بڑھیا کے غلام تھے۔ اللہ نے انہیں اپنے احسان عطیات

مہم نزل کا مورد قرار دے کر گونا گویں الغامات سے سرفراز فرمایا۔ خلعت قبول سے مالامال ہوئے۔

پہلے حصول علم ان کے لیے آسان ہو گیا۔ پھر نشر علوم میں انہیں ممتاز فرمایا۔ تدریس و تصنیف

دو اوزار فن توفیق ہوئے۔ ہدایہ کی بہت اچھی شرح لکھی مگر مکمل نہ ہو سکی۔ تفسیر میں کشف الکشاف

مدون کی۔ اور بھی کئی کتابیں لکھیں جن کا تذکرہ شیخ محمد والدین فیروز آبادی نے اپنی تالیف —  
الطائف الخفیه فی اشراف الخفیه میں کیا ہے۔ جیسا کہ ملا علی قادری نے اپنی کتاب الاثمار الجنبیہ  
میں اور چلپی نے کشف الظنون میں لکھا ہے کہ ان کی تالیف شرح مدانیہ عمدہ کتاب ہے جس  
کا حرف اول ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي هَدَانِي بَدَاتِنَا إِلَى خِدْمَتِ كِتَابِهِ الْمُبِينِ  
وفات ۱۲۴۷ھ میں ہوئی۔

## ۲۵۵۔ شیخ مسعود ابن شیبہ سندھی

۱۰ شیخ الفاضل الکبیر مسعود بن شیبہ ابن الحسین سندھی ملقب عماد الدین۔  
شیخ الاسلام کتاب التعلیم اور طبقات الخفیه۔ ان کے تصانیف ہیں۔

## ۲۵۶۔ شیخ نموی ابن اسحاق دہلوی

حضرت شکر گنج کے ہمیشہ زادہ تھے۔ ابو حسن پاک پٹن مولد ہے۔ ان کی صغر سنی میں  
ان کے والد آسودہ الحدیث ہو گئے تو حضرت نظام المشایخ انہیں ان کی والدہ سمیت دہلی لے  
آئے۔ آپ ہی کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ قرآن مجید حفظ کر لینے کے بعد شیخ وجہیہ الدین  
سے درسیات پڑھیں۔

شکر گوئی، موسیقی اور فنونِ حکمیہ میں ملکہ حاصل کیا۔

۱۔ سبحة البحر جان (در متن)

۲۔ الاثمار الجنبیہ (در متن)

۳۔ سیر الاولیاء (در متن)

## ۲۵۷- شیخ موسیٰ ابن جلال ملتانی

الشیخ العالم الفقیہ — الملقب بہ نور الدین — حضرت ابو الفتح رکن الدین ملتانی کے ہمیشہ زاد تھے۔ مدوح ہی سے طریقت میں درس لیا۔ ان کی خدمت میں برسوں شرف ملازمت سے مفتخر ہوئے۔ یہاں تک کہ علوم ظاہر و باطن دونوں منکشف ہو گئے۔ مدرسہ بہائیہ ملتان میں نیرم تدریس کو بروقت بخشا۔ ان کے شاگردوں میں جلال الدین حسین ابن احمد الحلیفی البخاری الاچھی قابل ذکر ہیں جو پورا ایک سال آپ کی خدمت میں حاضر رہے۔

## ۲۵۸- شیخ مجدد الدین کاشانی

والشیخ العالم الصالح — الکاشانی ثم دولت آبادی اپنے زمانے کے ممتاز علماء سے تھے۔ درسیات شیخ زین الدین داؤد الحسین شیرازی سے پڑھے۔ بیعت حضرت شیخ برہان الدین غریب ہنسوی سے کی۔ مدت تک ان کے ملازم رہے اور ان کے کلمات کتابی شکل میں عنزمیب الکرامات نام کی کتاب میں جمع کیے۔ جس کے تتمہ بقیۃ الغرائب کے عنوان میں لکھے۔

دولت آباد میں آسودہ گرد ہوئے۔

## ۲۵۹- شیخ محی الدین کاشانی

م ۷۱۷ھ  
۱۳۱۷ء

والشیخ الفاضل الکبیر — ابن جلال الدین بن قطب الدین المحضی الصوفی الکاشانی فقہ و اصول و طریقت میں فخر و زگار تھے۔ شیخ شمس الدین قریشی وغیرہ سے دہلی میں پڑھا۔ پھر

لے منبع الاسلام (درمیان)



حضرت نظام المشایخ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔ اجازہ میں حضرت نے بیعت :- آپ کے لیے یہ الفاظ اپنے مبارک ہاتھ سے لکھے۔

سے باید کہ تارک دنیا باشی۔ و لم یوتے دنیا و ارباب دنیا مال تشوی  
و یرقی بدل نہ کنی۔ و صلہ بادشاہاں مشہل نہ گیری۔ و اگر مسافراں  
نہ تہو رسندوبہ تو چیزے نہ باشد ایں حال لغتے شمری از لغت ہائے  
الہی۔

فانص صلت ما امرتک و ظنی بک انی متفعل کذا لک فانت  
خلیفتی و انی لم تفعل فاما لک خلیفتی علی المسلمین  
ترجمہ :- اگر تم نے اس پر عمل کیا اور مجھے یہی توقع ہے تب تو میرا خلیفہ ہے  
اور اگر عمل نہ کیا تو میرا خلیفہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ بس مالوں پر!

قاضی محمد الدین صاحب کاشانی نے مخدوم سلطان المشایخ کی نصیحت پر حوت بحرف  
عمل کیا اور اپنی قضاۃ کی سند مرشد کے سامنے بھاڑ کر چھینک دی اور عوام کے افادہ و عبادت  
کے باوجود دنیا سے تمام علاقے منقطع کر لیے۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ آپ کے خیال بھی  
فاقول میں مبتلا ہو گئے۔ یہ اطلاع جب وقت کے بادشاہ سلطان علاء الدین خلجی کو پہنچی تو آپ  
کو اور دھڑکا قاضی مقرر کیا۔ یہ منصب آپ کا موروثی بھی تھا۔ مگر آپ قبول نہ کرنے میں بہت  
عرصہ بعد رہے۔ باوجود اسے کہ طلب کے بغیر یہ منصب عطا ہوا تھا۔ اور مرشد نے کہا اگر آپ  
اسے طلب کرتے تو اور بات تھی مگر اب تو بغیر طلب کے ہے۔ آپ ترود نہ کیجیے مگر انہوں نے  
والس کرنے کے لیے اصرار کیا اور جب وہاں سے نکل آئے تو زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر  
تنگ ہو گئی۔ اور جان بھی قالب میں بے قرار ہو گئی۔ آپ نے غور کیا کہ اب اللہ کے پاس  
جانے ہی میں بھلا ہے اسی جیسے وہیں میں ایک سال گذر گیا۔ تب آپ قضاۃ پر راضی ہو گئے  
مگر اب آپ کی ہمت میں نہ رہا استقامت کا پہلا سا ولولہ نہ تھا۔ اپنے مرشد ہی کی زندگی میں اللہ  
کو پیارے ہو گئے۔

## ۲۶۰۔ مولانا معزالدین اندھنی

”الشیخ الفاضل الکبیر“ دہلی کے ایک مدرسہ میں مسند تدریس پر متمکن تھے۔

## ۲۶۱۔ شیخ معین الدین بانہری

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ الفاضل الکبیر“ شہر قنوج میں قیام کیا۔ ابن بطوطہ نے آپ سے ملاقات کی۔

## ۲۶۲۔ شیخ معین الدین ایلوئی

(لجہد سلطان محمد شاہ خلجی)

”الشیخ الفاضل“ دہلی میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔

## ۲۶۳۔ مولانا معین الدین عمرانی

(لجہد سلطان محمد تغلق)

”الشیخ الفاضل العلماۃ“ — ایسے علماء انگلیوں پر شمار ہوتے ہیں۔ دہلی کے ممتاز اساتذہ سے تھے۔ منطق، فلسفہ، فقہ، اصول، معانی و بیان ہر ایک میں بالغ النظر تھے۔ اوقات کا زیادہ حصہ درس افادہ میں صرف فرماتے۔ ان کے معاصر کوئی اور ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ ملک برہمچاری نے لکھا ہے کہ محمد تغلق نے مولانا عمرانی کو بے بہا تحائف دے کر شیراز بھیجا۔

۲۔ برنی (در متن)

۱۔ برنی (در متن)

۳۔ (برنی در متن)

کہ وہاں سے قاضی عضد الدین الایچی کو لے آئے۔ سلطان ابواسحق شیرازی نے سنا تو قاضی صاحب مدوح کو ہندوستان آنے سے منع کر دیا۔ اور مولانا عمرانی کی بے حد تعظیم کی۔  
مولانا عمرانی نے نہایت عمدہ کتابیں لکھیں۔ ان میں شروح و تعلیقات علی کنز الدقائق و حاشی و مفتاح العلوم ہیں۔

## ۲۶۴۔ شیخ معز الدین ابو دھنی

(بعد سلطان محمد تغلق)

الشیخ العالم الصالح۔۔۔۔۔ ابن علاء الدین یوسف الحمیری ابو دھنی۔ صلح و تقویٰ و علوم میں ممتاز الاقران تھے۔ پاک پٹن میں پیدا ہوئے۔ شیخ و جید الدین پائی سے درسیات پڑھیں۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کی خلافت پر فائز ہوئے۔  
محمد شاہ تغلق نے انہیں دہلی بلا کر گجرات و کن میں بھجوا دیا۔ وہیں شہید کر دیے گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

ابن بطوطہ نے ان سے ابو دھن میں ملاقات کی۔ جب وہ ان کے والد کی ملاقات کے لیے وہاں گئے۔

## ۲۶۵۔ شیخ معز الدین الدہلوی

م ۷۷۲ ھ ۱۳۷۱ سال

الشیخ الفاضل۔۔۔۔۔ ابن علاء الدین بن شہاب الدین ابن شیخ احمد الخطابی المدینی ثم الہندی الدہلوی۔ بزرگی اور تقویٰ میں معروف۔ دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے شیخ جلال الدین حسین ابن احمد الحسینی البخاری الاچی کی خدمت میں برسوں رہ کر درسیات پڑھے۔ اور حرمین شریف لے گئے۔ جہاں سے سات حج کرنے کے بعد ہندوستان میں



مراجعت فرمائی۔ گجرات پہنچے تو یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ یہاں ہی شادی کی اور برسوں یہاں قیام رہا۔

## ۲۱۸۔ قاضی منیر الدین بیالوی

(لجہد سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ العالم الفقیہ الصالح المحقق“ اپنے ملک کے ممتاز علماء سے تھے۔ علم اور عمل دونوں میں فروزگار۔ سلطان علاء الدین خلجی سے تقرب کا یہ عالم تھا کہ آپ کو وہ دسترخوان پر شریک طعام کرتا اور تنہائی میں امور خاص میں مشورہ طلب کرتا۔ اور قاضی صاحب کسی خوف کے بغیر انیامانی الضمیر بیان کرتے۔

برقی نے تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک روز سلطان علاء الدین خلجی نے تنہائی میں فرمایا:- سلطان! میں آپ سے چند باتیں دریافت کرتا ہوں۔ آپ سچ سچ بیان کیجیے۔

قاضی صاحب! غالباً میرے سر پر موت منڈلا رہی ہے!

سلطان! یہ وہم آپ کو کیوں ہوا!

قاضی صاحب! اگر میں سچ عرض کروں گا تو سلطان کے عہدے کا مورد قرار پاؤں گا اور آپ مجھے قتل کرا دیں گے!

سلطان! میں ہرگز ہرگز آپ کے ساتھ ایسا سلوک نہ کروں گا!

یہ کہہ کر سلطان نے قاضی صاحب سے چند سوالات کیے۔

سلطان: ان سب پرستوں کی بندوبستان میں کیا حیثیت ہے۔ شرع کے مطابق یہ قوم ذمی کیوں کر جوئی؟

قاضی صاحب: جب وہ جزیہ ادا کریں تو ذمی ہی قرار پائیں گے۔ اور اگر جزیہ وصول کرنے والا ان کے منہ کے اندر حق دے۔ اس لیے کہ اس نے انہیں مغلوب کر لیا ہے!

اور اسے یہ حق بھی ہے اور جائز بھی ہے اور یہ فتویٰ امام ابو حنیفہ کا ہے۔

دوسرے مجتہدین سے: ان حضرات کا فتویٰ یہ ہے کہ:-

بت پرستوں کو یا قتل کر دیا جائے یا وہ اسلام قبول کر لیں اور بس!

سلطان سے:- اس کا تو مجھے علم نہ تھا لیکن میں یہ سننا ہوں کہ وہ جزیہ بھی نہیں دیتے گھوڑوں پر سوار ہو کر دندنا تے پھرتے ہیں۔ تیر اندازی کی مشقیں جاری رکھتے ہیں۔ لباس فاخرہ زیب تن رکھتے ہیں۔ ہر قسم کی زینت سے خود کو سنوارے رکھتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں اور حکام کی اطاعت پوری طرح نہیں کرتے۔

اس سے مرحلہ پر یہ امر میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ "میں اور شہر فتح کروں" مگر کیسے فتح کروں گا۔ جب مفتوحہ شہروں کی رعیت میری اطاعت نہیں کرتی۔ اگر یہ لوگ مطیع ہو جائیں تو ایک بات بھی ہے۔

اے قاضی صاحب:- آپ عالم دین ہیں۔ آپ نے ان الجھنوں کا حل نہیں بتایا اور میں تو علوم دین سے بالکل گوراہوں۔ اس لیے میں اپنی الجھنیں بیان کرتا ہوں۔

بت پرست میرے وفادار نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ میں ان کی بے جا تعظیم نہ کروں مگر میں انہیں اسی قدر مال دے سکتا ہوں جو ان کے لیے کفایت کر سکے۔

اس کے بعد سلطان نے یہ سوال کیا کہ اگر اعمال خیانت کرنے سے نہ رکھیں تو؟

قاضی صاحب نے فرمایا کہ شریعت کی کتابوں کے اندر یہ مرقوم ہے کہ اگر عمال کو ان کی جملہ ضروریات

کے لیے زبردستی نہ دیا جائے اور اس تکمیل کے لیے وہ بیت المال میں سے کچھ اڑالیں یا رشوت لینا شروع

کروں یا محاصل میں سے کٹ بیرونت کر لیں تو صاحب الامیر (سلطان) ان سے اپنا مال پورا کر سکتا ہے یا انہیں

مال معصومہ کی نوعیت کے مطابق جبس میں بھجوا سکتا ہے۔ رہا قلعہ ید۔ تو شریعت اس بارے میں

خاموش ہے۔ یہ سن کر سلطان نے کہا میں نے حکام بازار کو تاکید کر رکھی ہے کہ وہ ہر ایک عامل کو اس کے

جملہ حوائج کے مطابق وظیفہ دیں۔ اس پر بھی عامل اگر خیانت کریں تو ان کو تختہ زیر یا جس جو مناسب حال ہو

سے پیش آئیں۔ آپ دیکھتے ہیں کس زبانی کے اندر سرقہ، رشوت اور خیانت بالکل نہیں رہے۔  
 پھر سلطان نے فرمایا کہ میں نے اپنے زمانہ نیابت میں دلوگیر سے جو مال غنیمت حاصل کیا وہ بڑی  
 محنت اور مشقت سے حاصل کیا، تو کیا یہ حاصل کردہ مال صرف میرا حق ہے یا بیت المسلمین کا؟ قاضی  
 صاحب نے فرمایا کہ جو مال آپ نے دلوگیر سے مسلمان عساکر کی امداد سے حاصل کیا، وہ بیت المال  
 کے لیے ہے۔ اور اگر آپ نے یہ مال شریعت کے حکم کے مطابق صرف اپنی حدود و جہد سے ہی  
 حاصل کیا ہے تو یہ سب مال آپ ہی کا ہے۔ سلطان یہ بات سن کر بہت سٹ پٹایا۔ آپ کیا  
 فرما رہے ہیں اور آپ کا سر کیا کہہ رہا ہے۔ یعنی جو مال میں نے اپنی حدود و جہد اور اپنے خدام خاص کی امداد سے  
 ان کفار سے حاصل کیا ہے جنہیں دہلی میں کوئی نہ جانتا تھا اور اس مال میں سے اتنا مال میں نے بیت المال میں  
 شامل کر دیا جو بیت المال کا حق بھی نہ تھا، اب سلطان نے پوچھا، یہ فرمائیے کہ بیت المال سے میرا اور میرے اہل  
 کا کتنا حصہ ہے؟ قاضی صاحب نے فرمایا، اب میری موت قریب آگئی ہے۔ سلطان! یہ آپ نے کس بات پر  
 جانا کہ آپ کی موت قریب آگئی ہے۔ جواب۔ اس بات سے جانا کہ اگر میں شرع کے مطابق جواب  
 دوں تو سلطان قتل کر دے گا اور اگر سلطان کی خواہش کے مطابق کہوں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز  
 دوزخ میں جھونک دے گا! سلطان! آپ اپنے علم کے مطابق کیسے۔ قاضی! اگر سلطان خلفائے راشدین کا  
 اقتدار کرے اور وہ آخرۃ کارزق بھی چاہے تب بھی اتنا وظیفہ بیت المال سے لینا اس کے لیے مناسب ہے  
 جتنا ایک مجاہد کا حق ہے اور یہ ۱۲ تنکے ہیں اور اس پر بھی اگر سلطان یہ کہے کہ اتنی رقم سے لسبب اوقات اس  
 کے وقار کے منافی ہے تو سلطنت کے امرا کے مطابق ملنا چاہیے۔ اور اگر علمائے سواس سے بھی زیادہ  
 کے لیے فتویٰ دیں تو وہ اس کے مطابق لینے کا مجاز ہے۔ اس قدر کہ جس سے اس کی لسبب اوقات  
 امرا کی معیشت کے ہم پلہ ہو سکے۔ اگرچہ وہ اپنی مستورات کو سرکاری مال سے سونے اور پاندی کے  
 قناطیر المقطرہ اور ارض خراجی میں سے قریات، بیش قیمت ملبوس، جواہرات اور مینا کاری کے ظروف  
 ہی کیوں نہ بخش دے۔

سلطان! آپ میری تلوار سے نہیں ڈرتے جو آپ فرماتے ہیں کہ ہم بیت المال سے اپنی مستورات کو وہ  
 کچھ دے دیں جو شرع میں حرام ہو۔



قاضی صاحب! میں آپ کی تلوار سے ضرور ڈرتا ہوں، تبھی تو اپنے عمامہ کو فن سمجھ رہا ہوں لیکن سلطان نے  
مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت کیے تو میں نے اپنے علم کے مطابق ان کا جواب دیا اور اگر سلطان مجھ سے ریت  
کے بارے میں دریافت کرے تو میرا جواب ہو گا کہ سلطان ایک سگم کے لیے ایک ہزار تک خرچ کر سکتا ہے۔  
سلطان! آپ نے مجھے میرے ہر ایک سوال کے جواب سے محروم رکھا۔ شاید آپ مجھے ان تمام اختیارات سے  
ایک طرف رکھنا چاہتے ہیں جو میں تخریر و تشدید کی صورت میں رکھتا ہوں میں شرابی اور کلال کو جس زانی کے  
اعضا کو قطع اور زانیہ کو قتل کا حکم دیتا ہوں اور باغیوں کی سزا دی میں کسی مجرم کے نیک یا بد ہونے سے ان کے  
قتل سے کم کوئی سزا نہیں دیتا۔ ان کے بیٹوں اور ان کی عورتوں کو بھی قتل کر دیتا ہوں جو لوگ بیت المال میں خیا  
کریں انہیں قید کر دیتا ہوں، ان کے گلے میں طوق پہنوا دیتا ہوں اور ان سے غصب مال اگلا لیتا ہوں۔

قاضی مجلس سے نکل کر حوٹوں کی جگہ پر آ گئے۔ زمین پر پیشانی رکھ دی اور باوازا بلند کہا سلطان مجھے قتل کرا  
دیں یا زندہ رہنے دیں میں شرع کے اندر کوئی رعایت نہیں کر سکتا۔ اور نہ میں یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ  
وہ مجرموں کے ساتھ من مانی کرے۔ بادشاہ یہ سن کر محل کے اندر چلا گیا اور قاضی اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا۔  
جہاں اس نے اپنے متعلقین اور اقربا کو جمع کر کے ان سے آخری نصیحت لی۔ کچھ صدقہ دیا بیت کا سا غسل کیا  
پھر سلطان کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اسے خلعت اور ایک ہزار تنگہ دیا۔ اور کہا میں علمی خاندان کا فرد  
نہیں صرف ایک مسلمان گھرانے کا مولود ہوں اور کہا میں ڈرتا ہوں کہ باغی مجھ پر چڑھ دوڑیں اور ہزاروں مسلمان قتل ہو جائیں۔  
اس لیے میں ان کی بھلائی میں مصروف رہتا ہوں مگر جب وہ میرے حکم سے سرتابی کرتے ہیں تو ان پر سختی کرتا ہوں  
اس وقت میں شرع اور خلاف شرع میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ نہ یہ سمجھتا ہوں قیامت کے دن میرا رب میرے ساتھ  
کیا کرے گا البتہ میں اس سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے رب تو جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص غیر عورت سے  
زنا کرے تو اس سے میری بادشاہت میں فرق نہیں آئے گا۔ شرابی کے جرم کی مجھے سزا نہ ملے گی۔ کسی کی  
چوری سے میرے باپ کا مال متروکہ کم نہ ہو گا۔ اگر کوئی شخص خیانت کرے تو میری ذات  
پر اس کا کیا اثر ہے میں انہیں شریعت کے مطابق سزا دے دیتا ہوں۔

مسلمانوں کی عملی حالت ان کے ان اسلاف سے مختلف ہو گئی ہے۔ جو زمانہ رسالت مآب  
میں گھٹے میں نے پچاس لاکھ افراد میں سے بھی ایک ایسا شخص نہیں پایا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ  
کا خوف ہو یہی وجہ ہے کہ لوگ بے حجابانہ و خیانت اور رشوت کے ارتکاب سے راسخ نہیں بچاتے۔

## ۲۶۷۔ مولانا معیت الدین ہالنسوی

(لجہ سلطان فیروز شاہ خلجی)

”الشیخ الفاضل“ اپنے عہد کے ممتاز علما سے تھے۔ تصانیف میں رسالہ الصالح والبدلح

ہے۔ جو مشہور نہ ہو سکا (شاہ عبدالحق دہلوی)

فارسی میں ان کے اشعار میں ازال جملہ!

دور گوش وقد خوش در غد خوب و خطر

فرو فری پری و پری و بالو کرو فر

یہ شعر ۱۹ بحروں میں شمار کیا گیا۔ بلکہ یہ تمام قصیدہ ہے۔

## ۲۶۸۔ قاضی مظہر الدین کروی

(ازندوائے سلطان فیروز شاہ خلجی)

”الشیخ العالم الفاضل“ حنفی، صوفی کروی اپنے دور کے معروف علماؤں سے تھے۔ طریقت

میں شیخ نصیر الدین محمود ابن یحییٰ الاودھی سے مستفیض، شاعر باکمال تھے۔ ان کے اشعار نہایت

شستہ تھے۔ سلطان فیروز الدین خلجی کے ندیوں میں سے تھے۔ سلطان ان کی بہت عزت کرتے تھے۔

ناظم تبریزی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے اشعار فصاحت سے مملو تھے۔

مولانا محمد صوفی المازندرانی نے ان سے صوبہ گجرات میں ملاقات کی۔ ان کے اشعار ان کے

۱۔ منتخب الالباب

دلیان میں داخل کیے اور انہیں صوبہ گجرات کا ساکن لکھا۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے رسالۃ اخبار الفضلاء میں ان کا ذکر کیا ہے جس میں بہت سے اشعار نقل کیے ہیں۔ ازال جملہ !

غم دنیا درازی دراز  
بہرہ گیرید محقر گیرید  
دستان در غریمت سفر اند  
یک زبان لذت نظر گیرید

## ۲۴۹۔ مولانا منہاج الدین القاسمی

الشیخ الفاضل الکبیر القاسمی اپنے عہد کے ممتاز اساتذہ ہیں سے تھے۔ سلطان علاء الدین غلامی محمد شاہ کے عہد میں دہلی کے اندر ان کا درس جاری تھا۔

## ۲۵۰۔ شیخ منتخب الدین ہالنوی

م ۱۳۰۸ھ

الشیخ العالم الفقیہ منتخب الدین بن ناصر الدین نعمانی ہالنوی المشہور بزرگزی بخش مشایخ چشتیہ کے اعلیٰ اصنف ہیں تھے۔ سن ولادت ۷۷۵ھ مولد قصبہ ہالنوی۔ وہیں پروان پڑھے۔ بالغ ہونے پر دہلی تشریف لے آئے اور یہاں کے سربراہ اور وہ اساتذہ سے درسیات پڑھیں۔ تکمیل کے بعد حضرت سلطان الاولیاء کے ملازم ہو گئے۔ جب طرقت میں درجہ کمال پر آ پہنچے تو مرشد نے سند خلافت عطا فرما کر دکن میں دعوت و ارشاد کی طرف بھجوا دیا۔

۱۔ صبح گلشن (در متن)

۲۔ برنی (در متن)



جب آپ کے ہمراہ کئی اور یارانِ طریقت شریکِ سفر ہو گئے اور دولت آباد پہنچ کر ایک غار کے اندر طرح اقامت ڈال دی۔ جہاں ایک مسجد کے سوا کوئی اور مکان نہ تھا۔ جو مسجد چار سو اولیاء سے منتسب تھی۔

موصوف بڑے زاہد و پارسا، شب زندہ دار اور متوکل تھے۔ ان کے ہاتھ پر بے شمار مخلوق مشرف بہ اسلام ہوئی۔ ربیع الاول ۱۰۹۰ھ میں داعیِ اہل کو لبیک کہا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔

## ۲۶۱۔ مولانا منہاج الدین انصاری

م ۱۰۵۲ھ  
۱۳۵۳ھ

(بعد سلطان علاء الدین علاء الدین بہمنی)

الشیخ العالم الکبیر یمینی الانصاری حضرت جویری علاء الدین کے مرید ہوئے۔ برسوں ملازمِ خدمت رہے۔ دولت آباد دکن اور بعد ازاں گلبرگہ میں وارد ہوئے جب کہ یہاں ایک مندور راجہ حکمران تھا۔ اور کہیں آسودہ لحد ہوئے۔

## ۲۶۲۔ مولانا مویذ الدین کروی

م ۱۰۶۶ھ  
۱۳۶۶ھ

(بعد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

الشیخ الفاضل سلطانِ محدوح کے ذرا سے بچے اور انہی کے عہد میں قصبہ کڑہ میں عامل مقرر ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد ترکِ منصب کر کے دہلی آکر حضرت سلطان الاولیاء کے ملازم ہو گئے سلطانِ محدوح نے آپ کو بلا کر پہلی خدمت تفویض کرنا چاہی تو آپ نے انکار کر دیا اور بدستور حضرت مودود کے زیر سایہ رہے۔

## ۲۲۳۔ مولانا میراں مایگی

(عہد سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) "الشیخ الفاضل الکبیر حنفی، دینی میں درس جاری فرمایا اور اساتذہ معززین کی صف میں شمار ہوئے (برنی و متن)

## ۲۲۴۔ مولانا صاحب الدین ناگوری

"الشیخ العالم الصالح" ابن قاضی حمید الدین ناگوری۔ بیت العلم و معرفت میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے پڑھا اور ان کی رحلت کے بعد سند ارشاد و دعوت پر فائز ہوئے۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا (اجدالاخبار)

## ۲۲۵۔ مولانا ناصر الدین خوارزمی

الشیخ الفاضل العلما فقہائے کبار میں سے تھے اور ہندوستان بھر کے سرکاری قاضیوں میں مشغول۔ سلطان محمد بن تغلق نے انہیں صدر جہاں کا خطاب ازرانی فرمایا۔

## ۲۲۶۔ مولانا نجم الدین انتشار

(از عہد علاء الدین خلجی تا سلطان فیروز شاہ)

"الشیخ الفاضل الکبیر نجم الدین دہلوی المشہور بہ انتشار۔ اول الذکر بادشاہ کے عہد میں مسند تدریس آراستہ فرمائی جو آخر الذکر سلطان کے زمانہ تک قائم رہی۔

فقہ و اصول میں کمال حاصل تھا۔ ہر دور کے بادشاہ اور امرا آپ کی متعظیم میں پیش پیش آپ سے برکت حاصل کرنے میں مسابقت اور آپ کے اشاروں پر کامزن ہونے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔  
۱۔ کتب الاخبار و درمقن)

## ۲۷۷۔ مولانا نجم الدین سمرقندی

«الشیخ العلامة الکبیر الامام» — حنفی فخر الامثال کہ کثرتہ درس میں ان کی نظیر ان کے دور میں نہ تھی۔ بالابند سیری (دہلی) لہجہ شاہ فیروز میں ان کا مدرسہ تھا۔ بالابند سیری سلطان محمود کا شاہی محل تھا۔ یہ بادشاہ بہت عمدہ تعمیرات کرائے میں ممتاز تھا اور مولانا سمرقندی کی بہت متعظیم کتابیں بہا تحائف نذر کرتا۔ آپ کو فقہ و اصول کے سوا کئی اور علوم میں وسعت نظر تھی۔

## ۲۷۸۔ مولانا نجیب الدین ساوی

(لہجہ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

الشیخ الفاضل نجیب الدین۔ ساوی، دہلی کے ممتاز اصحاب تدریس ہیں تھے۔ (برنی)

## ۲۷۹۔ مولانا نصیر الدین دہلوی

(لہجہ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی)

«الشیخ الفاضل الکبیر» — المشہور بہ المعی۔ دہلی میں مشہور ارباب درس سے تھے۔ (برنی)

## ۲۸۰۔ مولانا نصیر الدین صابونی

«الشیخ الفاضل» لہجہ سلطان محمد شاہ خلجی، مشہور ارباب فقہ و اصول و عربی ہیں سے تھے۔

دہلی میں سند تدریس باری کھی۔ (برنی در متن)

## ۲۸۱۔ مولانا نصیر الدین اکروسی

(لہجہ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) «الشیخ الفاضل» نصیر الدین اکروسی دہلوی حنفیہ کے



فقہائے کبار سے تھے۔ دہلی کے اندر سند تدریس پر تمکن حاصل تھا۔ (برنی درمیں)

## ۲۸۲- مولانا نصیر الدین حکیم شیرازی

(لجہ سلطان علاء الدین حسن بھمنی) "الشیخ الفاضل العالمیہ" علمائے فحول میں سے تھے فنون حکمیہ پر اہل علم تھا۔ ہندوستان تشریف لائے اور کلبرگہ میں مطب و تدریس دولوں شغل اختیار کیے (تاریخ فرشتہ)

## ۲۸۳- مولانا نصیر الدین جوہپوری

"الشیخ الصالح" علوم ظاہری اور طریقت دولوں میں ممتاز۔ حضرت شرف الدین منیری کے برسر ملازم رہے اور خلافت عطا ہوئی۔ اپنے دور کے ممتاز شلوخ سے تھے۔ حضرت منیری آپ سے بے حد محبت کرتے۔ سیرۃ الشرف (درمیں)

## ۲۸۴- مولانا نظام الدین شیرازی

"الشیخ الفاضل الکبیر نظام الدین شیرازی علم و تقویٰ میں فخر الاکابر۔ حرمین کا سفر کیا توجہ و زیارۃ سے مشرف ہو کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ اور حضرت نظام الدین الشیخ کے ملازم ہوئے نعمت و جدوجہد حالت نصیب ہوئی۔ شیخ محمد ابن مبارک علوی کرمانی اودھ سے دہلی آئے تو آپ کی زیارت کی۔ آپ دہلی میں آسودہ لحد ہوئے۔ خرقۃ الاصفیاء (درمیں)

## ۲۸۵- مولانا نظام الدین کلای

(لجہ سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی) "الشیخ الفاضل" نظام الدین کلای فقہ و اصول و عربی کے مشہور علمائے ہیں سے تھے۔ دہلی میں سند تدریس بھی جاری رکھی (برنی درمیں)

## ۲۸۶۔ مولانا نظام الدین ظفر آبادی

۱۔ الشیخ الفاضلؒ۔ الحسینی فرقہ حشّیہ کے مشایخ سے تھے۔ عمر کا کچھ حصہ تدریس میں بسر کرنے کے بعد حضرت نظام المشایخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہوئے۔ اب ظفر آباد آئے اور شیخ اسد الدین الحسینی کے ملازم ہوئے۔ جن کے اثر سے زہد و عبادت کی طرف مائل ہو گئے۔ شاعر بے بدل تھے۔ عربی اور فارسی دونوں میں ان کی لقمانیت ہیں۔ اور ان کے اشعار کا بخوبی یہ ہے۔

یار مارا بہ ازیں زار و خریں سے خواہد  
بہ ازیں چسیت کہ مارا بہ ازیں سے خواہد

ظفر آباد ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔ (تجلی نور مدین)

## ۲۸۷۔ مولانا نظام الدین درون حصاری

۱۔ الشیخ الفاضل الکبیرؒ۔ ایسے واعظ طلیق اللسان کہ ان کی بات دل میں اتر جاتی۔ ایک روز جب ان کے وعظ میں حضرت شرف الدین احمد منیری تشریف لائے تو آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے

اے قوم کج رفتہ کجا نیک کجا نیک  
مشتوق ہمیں جاست بیائید بیائید

آناں کہ طلب کار خلافت خلائد  
حاجت بہ طلب نیست شما نیک شما نیک

حضرت منیری ان شعروں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ستون سے سر ٹیک کر جان بلب ہو گئے (میر الانوار)

## ۲۸۸۔ شیخ نور الدین ہالنسوی

۱۔ الشیخ الصالح الکبیرؒ۔ نور الدین بن قطب الدین بن برہان الدین جمال الدین المخلیب الحنفی الہالنسوی مشہور مشایخ سے ہیں۔ ہالنسی میں پیدا ہوئے اور یہیں پر والہ چڑھے۔ اپنے والد سے درسیات اور طریقت دونوں حاصل کیے۔ حتیٰ کہ اپنے والد کی جگہ پر مرتبہ مشجیت تک آ

بہنچے اور علم و عرفان دونوں میں فائز المہرام ہوئے۔ زاید و عابد اور قانع و صابر تھے۔ شاہی تحائف قبول نہ کرتے۔ ہانسی ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔ ان کا مزار باعث برکت ہے۔

## ۲۸۹۔ مولانا وحید الدین رازی

”الشیخ الامام العالم الکبیر الامتہ“ علمائے دہلی کے ممتاز ترین علمائے فقر سے تھے۔ شیخ ابوالقاسم تنوخی سے پڑھا۔ حضرت تنوخی نے حمید الدین ضریر سے پڑھا۔ حضرت حمید الدین نے شمس الامتہ سے اور انہوں نے صاحب مدایہ سے پڑھا۔ اور ان سے کچھ شاگرد۔ سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحاق بن احمد غزنوی ہیں۔ (الغولۃ البیہ)

## ۲۹۰۔ مولانا وحید الدین پائی

— (پائل نواح سرہند میں ایک قریہ ہے)

”الشیخ الامام العالم الکبیر“ فقہ و اصول فقہ و عربی ادب میں معروف تھے۔ بیان میں عداوت تھی۔ بات میں قند گھول دیتے۔ کتاب سامنے رکھنے کے بغیر پڑھاتے۔ زہد و قناعت میں مگن رہتے۔ حضرت نظام المشایخ سے طریقت میں تربیت حاصل کی۔ برنی نے انہیں اپنے دور میں علمائے کبار میں شامل کیا ہے۔

## ۲۹۱۔ مولانا وحید الدین البیالوی

(بچہ سلطان علاء الدین خلجی)

”الشیخ العالم الفقیہ“ البیالوی۔ دہلی کے اندر ممتاز اساتذہ سے تھے۔ اور اسی مرتبہ پر فائز تھے۔ (برنی درمختار) ابن بطوطہ نے ان سے چندیری میں ملاقات کی۔ جب محمود امیر غزنو الدین بتانی کے ندایں تھیں اور امیر ان کی بہت تعظیم فرماتے۔



## ۲۹۲۔ مولانا وحید الدین دہلوی

”الشیخ العالم الکبیر لبعہد سلطان علاء الدین محمد شاہ غلجی۔ دہلی میں محروف اساتذہ سے تھے۔“

## ۲۹۳۔ مولانا یعقوب افغانی

۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۷ھ

”الشیخ الصالح الفقیہ یعقوب بن خواجه علی افغانی الجرجانی۔ علم و فضل اور صلاح تقویٰ میں ممتاز الافاضل تھے۔ طریقت انہوں نے شیخ زین الدین داؤد بن الحسین شیرازی سے حاصل کی۔ صاحبِ وجد و حالت تھے۔ شیخ حبیب نروالی۔ کبھی طریقت میں استفادہ کیا۔ ان کے کرامات اور کشف کا تذکرہ عام تھا۔ ان کا اصل وطن خراسان اور شاہی خاندان سے تھے۔ ان کے شاگردوں میں قاضی کمال الدین ہیں جنہوں نے ان سے فصوص الحکم پڑھی۔ اور ۷۸۱ھ میں انتقال فرمایا۔“

## ۲۹۴۔ امینی الحکیم الدہلوی

”الشیخ الفاضل العلامة الحکیم الدہلوی لبعہد سلطان علاء الدین غلجی طب میں بے مثل تھے دہلی میں درس جاری تھا۔“

## ۲۹۵۔ شیخ یوسف ابن جمال ملتانی

”السید الشریف العلامة“۔ حنفیہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ ان کے اسلاف مشہد سے آکر ملتان آباد ہو گئے۔ اس وقت آپ صغیر السن تھے۔ ملتان میں پروان پڑھے اور

۱۔ مرات احمدی (در متن) ۲۔ گلزار الابرار (در متن) ۳۔ (برنی در متن)

مولانا جلال الدین رومی صاحب "شیخ قطب الدین رازی شارح شمسہ سے پڑھا۔ اور دارالملک دہلی میں وارد ہوئے۔ تو سلطان فیروز شاہ نے آپ کو تدریس پر اس مدرسہ میں مامور فرمایا جو بادشاہ نے حوض خاص پر تعمیر کرایا تھا۔ آپ کے تصانیف متعدد ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔

۱۔ الیوسفی کہ شرح لب الالباب فی علم الالباب از بیضاوی ہے۔

۲۔ توجہیہ الکلام شرح منہل الاصول مؤلفہ نسفی۔

## ۲۹۶۔ شیخ یوسف چندیری

"الشیخ الصالح الفقیہ" وجہیہ الدین یوسف چندیری۔ علمائے ربانی سے تھے۔ ہجرت نظام المشایخ کی خدمت میں ملازم ہوئے پر آپ سے طریقت میں فیض کام ہوئے۔ حضرت ہی انہیں چندیری میں ارشاد و وراثت کے لیے متعین فرمایا۔ — مرمہ۔ پارسائے بے ریاد قانع تھے۔ کرمات و کشف ان کے مشہور ہیں چندیری ہی میں ۷۲۹ھ میں آسودہ لحد ہوئے۔

## ۲۹۷۔ شیخ یوسف ہشتی

"الشیخ الصالح الفقیہ" فقہ و اصول میں فخر الاقران اور طریقت میں شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے مستفیض تھے۔ تصانیف میں تحفۃ النصائح منظوم ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

## ۲۹۸۔ شیخ یوسف بن سلیمان اجوڑی

۷۵۲ھ  
۱۲۵۳ھ  
"الشیخ الصالح" یوسف بن سلیمان بن مسعود شکر گنج، الحدادی الحمیری الجینی شیخ علاء الدین اجوڑی۔ جوان کا لقب ہے۔ مشایخ کبار سے تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ۷۵۲ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ سلطان محمد تغلق نے آپ کی بیعت



کارلقہ اپنی گردن میں جامل کیا۔

ابن طوطہ ان سے ملاقی ہوا اور لکھا ہے کہ۔

آپ شیخ میں ہندوستان کے۔ اسی کی وجہ سے سلطان

نے قریہ پاک پٹن آپ کو بخش دیا۔

آپ دہوا میں اس حد تک گھرے رہتے کہ اگر کسی سے ان کا پٹرا من کر جاتا تو آپ

اسے فوراً دھو لیتے۔ اسی لیے کسی سے مصافحہ تک نہ کرتے۔

میں نے ان سے ملاقات پر شیخ برہان الدین کا سلام پیش کیا تو انہیں بہت حیرت

ہوئی اور فرمایا میرا مرتبہ ان سے نیچے ہے۔

میں نے ان کے دونوں بیٹوں سے ملاقات کی۔

(۱) معز الدین

(۲) علم الدین

معز الدین بڑے تھے اور اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کے خلیفہ ہوئے۔

انص کے بعد حضرت شکر گنج کی زیارت بھی ہوئی۔ اجودھن سے واپسی کا ارادہ کیا تو

صاحبزادہ علم الدین نے مجھ سے فرمایا:-

آپ کو میرے والد کی زیارت ضرور کرنی چاہیے۔ دیکھا تو وہ گھر میں ایک بلند چوڑے

پر بیٹھے پائے۔ سر پر بہت بڑا گچڑ تھا جس کے دونوں طرف شملے تھے اور دونوں شملے

ایک ہی طرف لٹک رہے تھے۔ مجدوح نے نبات کا ایک ٹھیکانہ میرے پنے کے لیے

بھی بھجوا دیا۔

۱۰ برنی (درتین)



# ۲۹۹- شیخ یوسف بن علی الحسینی

۲۵۳ شوال ۱۲۳۱ھ

”الشیخ الفاضل“ یوسف بن علی بن محمد بن یوسف بن الحسین الحسینی المشہور بہ ”راغب“  
 جن کا نسب یحییٰ بن الحسین بن زید شہید تک پہنچتا ہے۔  
 حضرت نظام المشایخ کے مستشرقین تھے۔ دہلی سے ۱۲۵۵ھ میں دولت آباد منتقل  
 ہو گئے اور یہاں شیخ برہان الدین غریب ہالنوی کی خدمت میں ملازم ہو گئے۔

ختم شد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# ترجمہ نہایت الخواطر

بہجت المسامح والنواظر

(پاک ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ)

(حصہ دوم)

مؤلفہ :- مولانا سید عبدالحی بریلوی  
مترجم :- ابو یحییٰ امام حسن نوشہری



مقبول کے اے کیسے

بالمقابل شمع پوسٹ آفش، شاہ عالم مارکیٹ لاہور